یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں.

منجانب .



سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدرآباد پاکستان





۷۸۶

۹۲_۱۱۰

یاصاحب الزماں ادرکنیؑ

DvD Version

لبیک یا حُسینؑ

خصوصی تعاون: نذر عباس
رضوان رضوی

اسلامی کُتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری ۔

SABIL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com

اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر
معنئ ذبحِ عظیم آمد پسر

معرکۂ کربلا کی سرخ تصویر کتاب لاجواب

شہید ابنِ شہید

حضرت علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ

حسین علیہ السلام

چشتی کتب خانہ
جھنگ بازار ○ فیصل آباد

شہید ابنِ شہید

حصہ دوم

حضرت علامہ صائم چشتی رحمۃ اللہ علیہ

چشتی کتب خانہ
جھنگ بازار ○ فیصل آباد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر معنیٔ ذبحِ عظیم آمد پسر

معرکۂ کرب و بلا کی سُرخ تصویر کتابِ لاجواب

جلد دوم

شہید ابنِ شہید

تصنیف لطیف

کُشتۂ عِشقِ رسُول خاکپائے اولادِ بتُول

حضرت علّامہ **صائم چشتی** رحمۃ اللہ علیہ

سبیلِ سکینہ

حیدر آباد لطیف آباد، یونٹ نمبر ۸-C۱

چشتی کتب خانہ

ارشد مارکیٹ جھنگ بازار فیصل آباد 646756

نام کتاب ـــــــــ شہید ابن شہید دوم
مصنف ـــــــــ حضرت علاّمہ صائم چشتیؒ
پہلی بار ـــــــــ 12 ذوالحجہ 1395ھ
بیالیسویں بار ـــــــــ جنوری 2005ء
تعداد ـــــــــ گیارہ سو
طابع ـــــــــ محمد شفیق مجاہد
کتابت ـــــــــ چشتی کمپیوٹرز
صفحات ـــــــــ 640
ہدیہ ـــــــــ دو جلدیں مکمل سیٹ -/600 روپے

ملنے کا پتہ

شبیر برادرز اردو بازار لاہور

مضامین

نذرانۂ اقبال

آں امامِ عاشقاں پورِ بتول
سروِ آزادے زِبُستانِ رسول

اللہ اللہ بائے بِسم اللہ پدر
معنیِ ذبحِ عظیم آمد پسر

بہرِ آں شہزادۂ خیر الملل
دوشِ ختم المرسلیں نعم الجمل

سُرخ رُو عشقِ غیور از خونِ او
شوخیِ ایں مصرع از مضمونِ او

درمیانِ امّت آں کیواں جناب
ہمچو حرفِ قُل ہو اللہ در کتاب

مُوسیٰ و فرعون شبیرؓ و یزید
این دو قوّتِ از حیات آمد پدید

زِندہ حقّ از قُوّتِ شبیّری اَست
باطل آخر داغِ حسرت میری اَست

چُوں خلافت رشتہ از قرآن گسیخت
حُرّیت راز ہر اَندر کام ریخت

خاست آں سَرَ جلوہ خَیرالاُمَم
چوں سحاب قبلہ باراں دَر قَدَم

بر زمینِ کربلا بارید و رفت
لَالہ دَر وِیرانہ ہاکارید و رفت

تا قیامت قطعِ اِستبداد کرد
مَوجِ خُونِ اُو چمن اِیجاد کرد

بہرِ حقّ در خاک و خُون غَلطیدہ اَست
پس بِنائے لااِلٰہ گردیدہ اَست

مدّعایش سلطنَت بُودے اگر
خُود کردے باچنیں ساماں سفَر

دشمناں چوں ریگِ صحرا لاتعد
دوستانِ اُو بہ یزداں ہَم عدد

خُونِ اُو تفسیر ایں اَسرار کرد
ملّتِ خوابیدہ را بیدار کرد

تیغِ لاچوں از میاں بیروں کشید
از رگِ اربابِ باطل خوں کشید

نقشِ الااللہ بر صحرا نوشت
سطرِ عنوانِ نجاتِ ما نوشت

رمزِ قرآں از حسینؓ آموختیم
از آتشِ او شعلہ ہا اندوختیم

شوکتِ شام و فرِ بغداد رفت
سطوتِ غرناطہ ہم از یاد رفت

تارِ ما از زخمہ اش لرزاں ہنوز
تازہ از تکبیرِ او ایماں ہنوز

اے صبا اے پیکِ دور افتادگاں
اشکِ ما بر خاکِ پاکِ او رساں

«علامہ اقبال»

شبیرؑ نہ مانے

قرآن کی توہین کو شبیرؑ نہ مانے
شیطان کے آئین کو شبیرؑ نہ مانے

قرآں کے قوانین و مضامینِ ازل پر
ابلیس کی تضمین کو شبیرؑ نہ مانے

جو سر پر پڑا کوہِ الم جھیل لیا وہ
پر فتنۂ رفتین کو شبیرؑ نہ مانے

ہر تیرِ جفا سینۂ گلگوں سے لگایا
سلطانیٔ بے دین کو شبیرؑ نہ مانے

خون اپنے سے رنگین کیا کرب و بلا کو
الحاد کی تزئین کو شبیرؑ نہ مانے

آغوش میں قُربان کیا نُورِ نظر کو
بے نُور قَوانین کو شبیرؓ نہ مانے

خُون اپنے سے مضمونِ وفا لِکھا! ولیکن
بے رَبط مضامین کو شبیرؓ نہ مانے

اِسلام کی گردن پہ چھُری چلنا تھی جس سے
اُس فتویٰء سنگین کو شبیرؓ نہ مانے

پیغام دیا سایۂ تلوار میں حق کا
گُستاخ فرامین کو شبیرؓ نہ مانے

قانُون محمدؐ کا طلب کرتے تھے صائمؔ
کِسرائی سلاطین کو شبیرؓ نہ مانے

صائم چشتیؒ

مسدّس

دستورِ جفا کار کا اِنکار تھا لَب پر
شَیطان کے کِردار کا اِنکار تھا لَب پر

اَلحاد کے اَطوار کا اِنکار تھا لَب پر
اِسلام کے غدّار کا اِنکار تھا لَب پر

فاسق کے فَرامین کو شبّیرؑ نہ مانے
شَیطان کے آئین کو شبّیرؑ نہ مانے

سُلطانی جمہور طَلب کرتے رہے وہ
اِسلام کا دستور طلب کرتے رہے وہ

ظُلمات میں بس نُور طلب کرتے رہے وہ
قُرآن کا مَنشور طلب کرتے رہے وہ

ترمیم شیاطین کو شبیرؑ نہ مانے
شیطان کے آئین کو شبیرؑ نہ مانے

وہ نور تھے انوارِ سحر مانگ رہے تھے
مایوس تھے مگر حق اپنا مانگ رہے تھے

امت کے لئے ذوقِ نظر مانگ رہے تھے
سر دے کے صداقت کا اثر مانگ رہے تھے

الحاد کے شوقین کو شبیرؑ نہ مانے
شیطان کے آئین کو شبیرؑ نہ مانے

صائم چشتیؒ

اِبتدائیہ

تحمید وتمہید

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

خُداوندِ قُدّوس ولایزال و بے ہمتا کا لاکھ لاکھ شکر اور کروڑ احسان ہے جس نے اپنے محبوب و مطلوب دانائے کُلِّ غیوب تاجدارِ انبیاء حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علَیہِ وَآلِہٖ وَسلّم کے صدقہ سے مُدتِ مدید سے دِل میں مچلنے والی آرزوں کے پُورا ہونے کا بیش بہا موقع نصیب فرمایا۔

گُذشتہ برس شہید ابن شہید حِصّہ اوّل میں دردِ دل سے کی ہوئی دُعائیں بارآور ہوکر رنگ لے آئیں اور یہ کتاب شہید ابن شہید حِصّہ دوم ایک مُستند تاریخی دستاویز کی صُورت میں زیورِ طبع سے آراستہ ہوکر ہدیۂ ناظرین ہے

اس تحمید باری تعالٰی اور اظہارِ تشکّر و امتنان کے بعد تمہید کے طَور پر جو بات ہم قارئین کرام کے ذہن نشین کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ یہ کتاب ہم نے خاص طور پر ان حضرات۔ کے لئے ترتیب دی ہے جو تاریخی تحقیق میں قدم رکھنا بھی گوارہ نہیں کرتے یہ لوگ۔ فی الحقیقت اس زُمرہ میں شامل سمجھے جائیں

گے جو ہر چمکدار چیز کو سونا سمجھ کر اس کے حصُول کی تگ ودو شروع کر دیتے ہیں۔

ہم چاہتے ہیں کہ ان مایوس کُن حالات میں ان کے سامنے ایک ایسی کسوٹی رکھ دی جائے جس سے فائدہ اُٹھاتے ہُوئے وہ زرِ خالص اور رولڈ گولڈ میں باآسانی اِمتیاز کر سکیں چونکہ ہم ان دامِ فریب میں آنے والوں کو فریب دینے والے سے کم قصُوروار سمجھتے ہیں اس لئے چاہتے ہیں کہ انہیں غلط راہوں پر گامزن ہونے سے بچانے کی حتّی المقدُور کوشش اور پُوری پُوری سعی وجُہد کی جائے اگرچہ اللہ ہی جسے چاہتا ہے ہدایت نصیب فرماتا ہے۔

تاہم تبلیغِ حق بھی ایک اہم ترین فریضہ ہے اور اِس فریضے کی تکمیل کے سلسلہ میں موجُودہ دَور کے گمراہ کُن پراپیگنڈہ کی تکذیب اور حمایت حق وانصاف کو ہم سب سے بڑی عبادت متصّور کرتے ہیں۔

ہم اُن گرفتارانِ بلا کو جو خارجیوں اور ناصبیوں کی گمراہ کُن تحریروں اور ایمان سوز تقریروں کے دام میں یا تو پُوری طرح جکڑے جا چکے ہیں اور یا منقارِ زیرِ پر ہو کر خُود کو ان کے حوالے کر دینے کے متعلّق سوچ رہے ہیں۔

ہم انہیں کم قصور وا۔ اس لئے قرار دیتے ہیں کہ ان کو منزل سے بھٹکانے کی ذمّہ داری اُن لوگوں پر عائد ہوتی ہے۔ جنہوں نے تحقیق اور حق وصداقت کے بہانے ان لوگوں کو ایسے چوراہے پر لا کھڑا کیا ہے جہاں سے متعدد راہیں مختلف ومتضاد سمتوں کی نشاندہی کرتی ہیں۔

ان حالات میں اگر ناپختہ اذہان پراگندہ ہو جائیں تو قطعی طور پر تعجب وحیرانگی کی بات نہیں کیونکہ یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ کچی مٹی کو توڑ پھوڑ کر گوندھ لینے سے ہمہ اقسام کے ظروف تیار کئے جاسکتے ہیں جبکہ اس کے برعکس مٹی کا پکا ہوا برتن ریزہ ریزہ تو کیا جاسکتا ہے مگر اس کی ہیئت کو تبدیل کر کے دوسرا برتن بنالینا ناممکنات سے ہے۔

اسی طرح وہ نوآزمودہ کار طبقہ جن کے ذہنوں کی نشو ونما کالجوں اور یونیورسٹیوں کی فضا میں ہوتی ہے اور انہیں ٹیکنالوجی اور سائیکالوجی کی باریکیوں سے تو آگاہ کیا جاتا ہے۔

مگر اسلام کی فقاہت سے دور رکھا جاتا ہے وہ حضرات جب ناپختہ ذہنوں کے ساتھ اسلام کا مطالعہ کرتے ہیں تو بجائے اس کے کہ اسلام کے بنیادی اصولوں کو سامنے رکھ کر حالات اور واقعات کا تجزیہ کریں۔ محض مستشرقین کی طرح ان آراء کو پسند کر لینے پر مجبور ہوتے ہیں۔ جو انہیں نام نہاد محققین نے خوب صورت الفاظ اور جاذب نگاہ کتابوں کی صورت میں پیش کی ہوتی ہیں:۔

حالانکہ قرآن وسنت کی متعینہ راہوں سے الگ ہو کر حقائق حاصل کر لینا نا صرف یہ کہ مشکل ہے بلکہ ناممکنات سے ہے۔

مبلغ اسلام اور شاعر مشرق حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمۃ دین کے حقائق ومعارف کے حصول کے لئے جو نسخہ پیش کرتے ہیں۔

وہ یہ ہے کہ:۔

نہ مکتب سے نہ کالج کے ہے دَر سے پیدا
دِین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا!

اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ:۔

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی!!
سکھائے کس نے اِسمٰعیل کو آدابِ فرزندی

قرآن فرماتا ہے جب تمہیں کسی بات کا حل تلاش کرنا ہو تو اہلِ ذکر سے سوال کرو۔ اور جو لوگ اہلِ ذکر اور اہلِ نظر اللہ والوں کے عقائد سے ہی متحارب و متصادم ہوں تو ان کی رہنمائی میں چلنے سے منزل مقصود پر کس طرح پہنچا جا سکتا ہے۔

ہم نے اس کتاب میں اہل اللہ اور اہلِ ذکر حضرات کی متعین کردہ راہوں کی بھی نشاندہی کردی ہے۔ اور تاریخ اسلام کو غیر مسلم مورخین کی طرح مسخ کرنے والوں کی تحریروں کو بھی بِالوضاحت پیش کردیا ہے۔

اور یہ سب کچھ بغیر عبارات کو قطع برید کیے نہایت خلوص و دیانت اور پوری ایمانداری سے پیش کیا گیا ہے۔ تاکہ اہلِ علم حضرات آسانی سے حق و باطل میں امتیاز کرسکیں۔ اور جن کی قسمت میں ازلی سعادت لکھی جاچکی ہے وہ بغیر کسی اُلجھن کے راہِ مستقیم کا انتخاب کرلیں ہمیں ایسے حضرات سے ہرگز کوئی شکایت نہیں کہ یہ بھٹکے کیوں ہیں۔

کیونکہ

ہم نے سیکھا ہی نہیں شکوے شکایت کرنا
ہم تو داغوں کو بھی سینے پر سجا لیتے ہیں

یہ الگ بات ہے کہ علوم جدید سے بہرہ وَر حضرات کا راہِ راست سے بھٹک جانا پوری قوم کے لئے ایک عظیم المیہ ہے کسی بھی طرح کم نہیں دُوسری بات یہ ہے کہ بعض لوگ ہمارے متعلق غلط گمان رکھے ہوئے ہیں۔ اِن کی خدمت میں اِستدعا ہے کہ وہ ظنّیات کی دُنیا سے نکل کر یقین و اعتماد کی دُنیا میں آجائیں۔

کیونکہ خارجیت کی تردید و تکذیب کا نام ہرگز ہرگز رافضیت نہیں بلکہ یہ اہلِ سُنّت کا اجماعی عقیدہ اور امتیازی نشان ہے کہ خوارج و روافض ہر دو کے غلط عقائد کی تکذیب کریں نیز احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کے لئے ہمیشہ سینہ سپر رہیں۔

آج کا دَور خوارج و نواصب کی ریشہ دوانیوں کا سب سے ہولناک دور ہے ارضِ پاک میں یہ لوگ مُختلف ہتھکنڈوں سے ایک طرف تو اہلِ اِسلام سے عشق رسولِ ہاشمی عَلَیہِ الصّلوٰۃ وَالسّلَام کی لازوال دولت چھین لینے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔

اور دُوسری طرف خانوادہ رسول عَلَیہِ الصّلوٰۃ والتّسلیم کی شانِ اقدس میں شدید ترین گستاخیوں کی شرمناک جسارت کر رہے ہیں۔ ان حالات

میں اگر آپ ان گستاخان رسول اور شاتمان رسول کی زبانوں کو لگام دینے
سے پس و پیش کرتے رہے اور میدان عمل میں نہ آئے تو پھر نوٹ کر لیجئے کہ
آپ کے مقتدیوں کے ایمان خطرے سے خالی نہیں ہیں۔

کیونکہ محض ہماری اِس کتاب سے ہی یہ مشن پُورا نہیں ہوسکتا یہ تو
نشان منزل ہے خارجیت کا قلع قمع تو جمہور اہلِ سنت کی شدید گرفت سے ہی
ہو سکے گا۔ یہ الگ بات ہے کہ آپ نے اگر التفات نہ بھی فرمایا تو ہم جب
بھی زندگی کے آخری سانسوں تک اس مشن کو جاری رکھیں گے

کرو نہ غم کہ ضرورت پڑی تو ہم دیں گے
لہُو کا تیل چراغوں کی رَوشنی کے لئے

اور یہ بات بھی اچھی طرح ذہن نشین کر لیں۔ کہ

جنہیں حقیر سمجھ کے بُجھا دیا تم نے !
یہی چراغ جلیں گے تو رَوشنی ہو گی

بہر حال ہم آپ سے یہ سوال ضرور کریں گے اگر آپ فی الواقع
اہلبیت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم سے محبت رکھتے ہیں۔ اور بزعم خویش
انہی کا صدقہ کھاتے ہو تو اُن کی عزّت و ناموس پر قربان ہونا سیکھو۔

اور کچھ نہیں تو ان نفوسِ قدسیہ پر ہونے والے خارجیوں کے مکروہ ترین حملوں کی زبان کو قلم سے تو روک لو۔

تری زد میں اگر ظالم کی گردن آ نہیں سکتی
قلم کی بجلیوں سے پھونک دے اسکے نشیمن کو

اس کتاب میں ہم نے انتہائی کوشش اور پوری پوری سعی و جہد سے خارجیوں کی قلمی بددیانتیوں کا دامن چاک کر دیا ہے اور مکمل طور پر نشاندہی کر دی ہے کہ ان ننگِ زمانہ نام نہاد محققوں نے فلاں فلاں عبارت میں کس کس طرح قطع برید کر کے عوام الناس کو دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔ ہم نے یزید پلید کے حمائتیوں کے اس کھلے فراڈ کو بھی ننگا کر دیا ہے جو انہوں نے عداوت اہل بیت کے پیش نظر یزید کی حمایت میں کھیلا ہے۔

حتیٰ کہ ہم نے تاریخ کے چہرے پر ڈالے جانے والے دھوکے اور فریب کے تمام تر نقابوں کو نوچ کر رکھ دیا ہے اب آپ کا بھی فرض ہے کہ پورے اہتمام و عزم کے ساتھ ارضِ پاک سے خارجیت کا نام و نشان مٹانے کی جدوجہد میں بھرپور کردار ادا کریں۔

اب موسم بہار کو آواز دیجئے!
تاراج کر چکی ہے چمن کو خزاں بہت

اس کے علاوہ ہم خارجیوں اور خارجیت زدہ لوگوں کو یہ بھی بتا دینا چاہتے ہیں کہ اپنی زبانوں کو قابو میں رکھیں۔ اپنے قلموں کی طہارت کریں

ارضِ پاک میں رہنا ہے تو نجاست وغلاظت کا کاروبار بند کردیں۔

تمہاری خرافات و اہیات کا سلسلہ حد سے زیادہ طویل ہو گیا ہے۔
تمہارے دلوں میں خاندانِ رسولِ ہاشمی سے دشمنی ہے تو اس عداوت و دشمنی کو اپنے تک محدود رکھو۔ ہم تمہیں تمہاری ازلی شقاوت سے محروم نہیں کرنا چاہتے تم جو بھی ہو! رہو

ہمیں تمہارے اعتقادات سے کوئی غرض نہیں. لیکن دوسروں کو اپنے ذہنوں کے تعفن کی لپیٹ میں لینے کی کوشش نہ کرو غلامانِ اہلِ بیت کے دلوں پر جراحت کرنے کا حق نہ تمہیں کبھی تھا اور نہ اب دیا جا سکتا ہے۔

ابھی اے دیں فروشو وقت ہے اب بھی سنبھل جاؤ
وگرنہ غضبِ شبیری جلا کر راکھ کر دے گا

تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ تم اپنے آپ کو دھوکا دیتے ہو اور جملہ اہلِ اسلام کے ساتھ بھی فراڈ کرتے ہو اس لئے تمہیں سمجھانے کی ہرگز ضرورت محسوس نہیں ہوتی لیکن تمہیں آلِ رسول کی شان میں کی گئی گستاخیوں کے پلندے چھاپ کر مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دی جاسکتی اس مملکتِ مقدس میں غیر اسلامی نظریات پھیلانے کی ہر کوشش کو تباہ و برباد کردیا جائے گا۔

یاد رکھو کہ تم غیر مسلموں سے بدتر اور زیادہ خطرناک ہو تم نے اسلام کا لبادہ بھی اوڑھ رکھا ہے اور اسلامی اقدار کو بھی کچل کے رکھ دینا چاہتے ہو تم مسلمان بھی کہلاتے ہو اور اسلام سے بغاوت بھی کرتے ہو اسلام کے دامن میں جو بھی متاعِ عظیم ہے اسے تم جھٹک دینا چاہتے ہو۔

مسلمانوں کو اس راہ سے بھٹکا دینا چاہتے ہو۔

تم مسلمانوں کو ضربِ حیدری اور سجدہ شبیری کے ذوق سے محروم کر دینا چاہتے ہو۔ حالانکہ تصورات پاکستان کا خالق انہی دو چیزوں کو اسلام کا سرمایہء عظیم قرار دیتے ہوئے رقمطراز ہے کہ:۔

اِسلام کے دامن میں بس اس کے سوا کیا ہے
اِک ضربِ یدالٰہی، اِک سجدہ شبیری

(اقبالؒ)

مگر یہ تمہاری بدقسمتی ہے کہ تمہیں ضربِ حیدری میں بھی کمزوریاں نظر آتی ہیں شہرت حاصل کرنے کا یہ طریقہ خطرناک بھی ہے اور وحشتناک بھی مگر یاد رکھو اسلام دشمنی کے پرچار سے حاصل کی ہوئی شہرت تمہیں دونوں جہان میں ذلیل و خوار کر کے رکھ دے گی۔

شعائرِ اسلام کو مٹا کر شہرت حاصل کرنا ہولناکی نہیں تو اور کیا ہے جب کے تم خود کو مسلمان بھی سمجھتے ہو۔

میں ان کی محفل عشرت سے کانپ جاتا ہوں

جو گھر کو پھونک کے دنیا میں نام کرتے ہیں

شاتمانِ اہل بیت کو ہماری طرزِ تحریر سے تکلیف تو ضرور ہوگی مگر

حقیقت یہ ہے کہ:۔

اے صبا ایں ہمہ آوردہ تست

تم سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کی شان میں گستاخیاں کر کے رسول اللہ کو ایذا دیتے ہو جبکہ نصِ قطعی سے ثابت ہے کہ رسول اللہ کو ایذا دینا اللہ تعالیٰ کو ایذا دینا ہے۔

اور اللہ اور رسول کو ایذا دینے والے پر اللہ اور اُسکے فرشتے لعنت بھیجتے ہیں تمہیں اگر ملعون رہنا ہی پسند ہے تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے البتہ یہ بات ہم واشگاف طور پر پھر بتا دینا چاہتے ہیں کہ اب بساطِ خارجیت کو لپیٹ لو اور دوسروں کی دل آزاری کرنے کے بجائے بُغض وعناد کی آگ میں خود ہی جلتے رہو یہ آگ قیامت تک اور قیامت کے بعد تا ابد الآباد تمہارے ساتھ رہے گی۔

دشمنانِ اہلِ بیت مصطفےٰ کے لئے دائمی آگ مقدر ہو چکی ہے یہ الگ بات ہے کہ یہ آگ اپنے آپ کو تم نے خود ہی لگائی ہے۔

اور بقول:۔ خود کردہ را علاجے نیست

اب تمہارے سینوں میں بغض و عنادِ اہلِ بیت کی آگ ہمیشہ کے

لئے بھڑکتی ہی رہے گی۔

اب اپنے ہی عناد کے شعلوں میں آپ جل
کس نے تجھے کہا تھا کہ جلتی پہ تیل ڈال

آخر میں ہم ان محبانِ کرام جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے خانوادہء رسولِ معظم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت وعقیدت کی شمعیں فروزاں کر رکھی ہیں کی خدمت میں التماس کریں گے کہ اپنے جوش وعقیدت کو محض یہاں تک محدود نہ رکھیں کہ جب کسی مردود وملعون کی شیطانیت سے بھرپور کتاب مارکیٹ میں آئی تو وقتی طور پر صدائے احتجاج بلند کر کے اسے ضبط کروادیا۔ بلکہ اس کا مستقل حل سوچیں اور وہ یہ ہے کہ ان گستاخ مصنفین کی قلموں پر بین لگایا جائے۔

ان کی کتابیں نہیں بلکہ ان کی جائدادیں ضبط کروائی جائیں اگر آپ پورے عزم ویقین اور عشقِ حسین علیہ السلام سے سرشار ہو کر منظم طور پر کوئی اقدام کریں گے تو اس کے نتائج یقیناً یقیناً مثبت انداز میں ظاہر ہوں گے۔ آپ اگر اتحاد اتفاق سے صدائے احتجاج بلند کریں گے تو ان گستاخانِ رسول اور دشمنانِ آلِ رسول کو ملک بدر بھی کروایا جاسکتا ہے۔

یہ مقدس سرزمین حسین علیہ السلام کے نانا جان کے نام پر حاصل کی گئی تھی۔ یہاں نہ تو حسین علیہ السلام کو گالیاں دی جاسکتی ہیں اور نہ ہی یزید پلید کے قصیدے پڑھے جاسکتے ہیں جن لوگوں کو اسلام کی بنیادیں ہلا دینے

والی تحقیق کا شوق ہے وہ اسلام کا لبادہ اُتار کر عیسائیوں اور یہودیوں کا مذہب اپنا کر انہی کے ممالک میں رہ کر اپنے شیطانی جذبات کی تسکین کا سامان فراہم کریں اس کتاب میں ہم نے ان کی متعدد تلبیسات باحوالہ نقل کر دی ہیں تا کہ جملہ اہلِ اسلام ان کے مُطالعہ کے بعد سنجیدگی اور متانت سے ان فتنوں کو کچل دینے کا طریقہ کار وضع کریں۔

آخر میں دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ میں جملہ اہلِ اسلام کو خواریانِ یزید بننے کے بجائے غلامانِ حسین علیہ السلام بننے کی توفیق عطا فرمائے

آمین ثم آمین بجاہِ سید المرسلین

صلی اللہ تعالیٰ علیہِ وآلہٖ وصحبہٖ اجمعین

پروردۂ خوانِ اہلِ بیت رسول

صائم چشتی

۲۰ ذوالحجہ سنہ ۱۳۹۶ھ

نقلِ کُفر کُفر نباشد

اگرچہ یہ درست ہے کہ نقلِ کفر کفر نباشد مگر بعض کُفر ایسے ہوتے ہیں جن کے نقل کرتے وقت ایمان کا ضیاع تو نہیں ہوتا لیکن قلوب و اَرواح پر جراحت ضرور ہوتی ہے اور ان تکلیف دہ اور اذیّت ناک حالات سے ہمیں گزرنا پڑا ہے ہمیں خارجیوں کی ایسی ایسی مکروہ ترین عبارتوں کا اِعادہ کرنا پڑا ہے جن کے تصور سے ہی دِل خُون ہو کر رہ جاتا ہے اور جذبات تڑپ تڑپ جاتے ہیں۔

مگر اِن اکاذِیب و اَباطِیل کو نقل کرنے کے سوا اور کوئی صُورت ہی نہ تھی۔ جس سے ان کی تکذیب و تردید ہو سکتی۔

اگر خارجیوں کی تلبیسات کو قارئین کے سامنے لائے بغیر کام چل سکتا تو ہم ہرگز ایسا اقدام نہ کرتے جو ہمارے لئے بھی دِل آزاری کا باعث ہے۔۔اس وضاحت کے بعد!

ہم اپنے قارئین سے درخواست کریں گے کہ عنقریب شروع ہونے والے باب اوّل میں آنے والی تمام تحریروں کو دل پر پتّھر رکھ کر بھی پڑھ لیں

ہمیں یقین ہے کہ اہلِ محبّت کا ذوقِ نگاہ ایسی خرافات کو دیکھنا بھی گوارہ نہیں کرے گا اور ہر جُملے کو پڑھتے وقت دل پر چوٹ پڑیگی مگر اس مضمون کو پڑھنا اِس لیئے بھی ضروری ہے کہ آپ اِن لوگوں سے قطعی طور پر متنفر ہو جائیں جن کے چہرے دیکھ کر یُوں معلوم ہوتا ہے کہ جُنیدِ وقت ہیں مگر ان کے قلوب و اَرواح مکمل طور پر شیطان کے کنٹرول میں ہیں۔

یادر کھیئے:۔

کہ جس طرح اہلِ بیت رسول عَلَیہِ الصّلوٰۃُ وَالسّلام سے محبّت ومودّت رکھنا جانِ ایمان ہے اِسی طرح اہل بیتِ رسولِ صلّی اللہ عَلَیہِ وآلہٖ وسلّم کے دُشمنوں اور گُستاخوں سے عَداوت ونفرت رکھنا بھی عینِ ایمان ہے

یہ بات ہم نے قیاس کے طور پر نہیں کی اور نہ ہی یہ کسی فلاسفر کا قول ہے جس سے اِختلاف کا جواز تلاش کیا جا سکے بلکہ یہ مکینِ گُنبدِ خضریٰ کا فرمان ہے اس رسولِ صادقؐ کا فرمان ہے جس کا ہر فرمان فرمانِ خُداوندی ہے۔

سرکارِ دو عالم صلّی اللہ عَلَیہِ وآلہٖ وسلّم نے فرمایا ہے کہ جو ہمارے اہل بیت سے دُشمنی اور بُغض رکھتا ہے وہ خُدا تعالیٰ سے دُشمنی رکھتا ہے اَب آپ خُود ہی فیصلہ فرمائیں کہ دُشمنِ رسول اور مبغوضِ خُدا سے نفرت وعداوت ضروری ہے کہ نہیں؟

بہر حال بتانا یہ تھا کہ خارجیوں کی اِس خرافات وہفوات کو ہم نے بھی دل پر پتھر رکھ کر ہی نقل کیا ہے۔ اِسی طرح آپ سے جیسے بھی ہو سکے

بالاستعیاب پڑھ جائیں اس سے ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ آپ آئندہ اَوراق میں ہونے والی بحث سے پُورے طَور پر مُستفیض ومستفید ہو سکیں گے

مصنف

باب اول

یزیدیوں کے قلم سے

انصاف کا خُون

مقامِ حُسینؑ

خارجیوں وھابیوں کی نظر میں

تحریروں کے آئینے

خباثت و بے حیائی کی منہ بولتی تصویریں

حسین کی بے دینی

اِبنِ علی کو حد سے بڑھایا نہ جائے گا
اِنسان کو خُدا تو بنایا نہ جائے گا

بُنیادِ لَااِلٰہ تو ہوتا ہے خُود رسول
نانے کی جا نواسہ بٹھایا نہ جائے گا

اِک فرد حق پسند ہو اُمت ہو کُفر کوش
یہ کلمۂ نفاق پڑھایا نہ جائے گا

اَصحاب فِسق کیش ہوں معصوم ہوں حسین

یہ زہر اہلِ حقّ سے تو کھایا نہ جائے گا

حسینؓ نے اس فعل پر ناراض تھے اصحاب
تفریق کو تو دین بنایا نہ جائے گا

رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۱۳

اپنا اپنا عقیدہ

سیّدنا حسینؓ اور ابنِ زبیر ان دونوں بزرگوں کے علاوہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے صحابہ کرام جو اس وقت دُنیا میں حیات تھے جنہوں نے نزولِ وحی کے رُوح پرور نظارے اور مشاہدے فرمائے ہوئے تھے اور حضور پاک کی تعلیم سے دینِ پاک کا عکس بن چکے تھے وہ بھی کچھ رائے رکھتے تھے یا دین حق اِن دونوں بزرگوں میں سِمٹ کے رہ گیا تھا۔ جو نزولِ وحی وقت ابھی شیر خوار بچوں کی حیثیت رکھتے تھے جوان دوسرے بُزرگوں کے ہوتے ہوئے دین حق میں حجت نہیں مانے جاسکتے اور نہ ہی ان دُوسرے بزرگوں کے عمل اور مسلک کو چھوڑ کر ان کے عمل کو دین سمجھا جاسکتا ہے۔

(رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۹۶)

اسلام کے خلاف اصول

سیّدنا حسینؓ کا بیعت سے انکار کرنا اس لئے تھا کہ آپ اپنے آپ کو

امیر سے بہتر سمجھ کر خلافت کو اپنا حق سمجھتے تھے۔ جس کا ثبوت کتاب ہذا میں

کافی زیادہ پہنچا دیا گیا ہے۔ لہٰذا یہ اصولِ اسلام کے خلاف ہے۔

کہ کسی ایک نیک ہستی کے ذاتی خیالات اور رائے کو جمہور امت

کے خلاف دین کا مقام دیدیا جائے۔

﴿رشید ابن رشید صفحه ۱۳۳﴾

تفرقه باز

سیّدنا عبداللہ بن عُمر نے سیّدنا ابن عباس کی موجودگی میں حضرت

حسین اور ابنِ زبیر سے فرمایا کہ تُم دونوں ابنِ زبیر اور سیّدنا حُسین خدا سے

ڈرو اور مُسلمانوں میں تفرقہ نہ ڈالو یعنی امیر یزید کی بیعت کرلو

﴿رشید ابن رشید صفحه ۱۳۳﴾

حادثۂ کربلا

مُسلم کے بھائیوں نے اصولِ اسلام کو بالائے طاق رکھتے

ہوئے مُسلم کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے قانون کو اپنے ہاتھ میں لے کر حکومت

کے دستے پر حملہ کردیا۔

لہٰذا اِن کی ناعاقبت اندیشی سے یہ حُزن انگیز واقعہ پیش آیا

﴿صفحہ نمبر ۱۹۸﴾

ضدّی حسین

ان حالات کے ہوتے ہوئے تو ہر حق پسند شخص اس نتیجہ پر پہنچے گا
یہ دونوں بزرگ (امام حسین اور عبداللہ بن زبیر) خلافت کو اپنا خاندانی حق
سمجھ کر تمام صحابہ کرام اور دوسرے مسلمانوں کے سمجھانے اور منع کرنے کے
باوجود بھی اپنی ضد پر قائم رہے۔

﴿صفحہ نمبر ۱۹۳﴾

پروگرامِ خلافت

سیّدنا حسین شروع ہی سے خلافت اپنا خاندانی حق سمجھتے تھے آپ
ابھی بچے ہی تھے کہ سیدنا فاروق اعظم کو فرماتے ہیں کہ میرے باپ کے منبر
سے اتر جایئے اور اپنے باپ کے منبر پر جا کر بیٹھئے اور پھر سیّدنا حسن کے امیر
معاویہ سے صلح اور بیعت کے موقع پر اپنے بھائی کو جنگ کی ترغیب دیتے ہیں
پھر سیدنا معاویہ سے بیعت کر لینے کے بعد کوفیوں کو کہتے ہیں اب بیعت تو
کر لی ہے اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہو معاویہ کو مرنے دو پھر اس وقت دیکھا جائے گا

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۱۹۸﴾

نا سمجھ حسین

ان اقتباسات کتب تاریخ وغیرہ سے ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا حسین
رضی اللہ عنہ حکومت کو بچوں کا کھیل سمجھتے ہوئے کسی کی پرواہ نہ کرتے تھے اور

بزرگوں کے سمجھانے کے باوجود بھی بعض اوقات جو دِل میں آتا کر گزرتے تھے

※ رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۰۴ ※

حسین صحابی نہیں

حضرت حسین رضی اللہ عنہ تو آنحضور صلعم کے سفرِ عقبیٰ کے وقت پانچ سال کے معصوم بچے تھے ان کو جلیل القدر صحابی کہنا محض غلط ہے۔

※ رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۱۵۶ ※

حسین کی وعدہ خلافی

سیدنا حسین حاکمِ مدینہ سے بیعت دوسرے روز کرنے یا لوگوں کے سامنے بلانے کا وعدہ کر کے اسی رات کو مدینہ منورہ سے امیر المومنین کے خلاف خروج کر کے مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے !

※ رشید ابن رشید صفحہ ۱۸۷ ※

علی کا تشدد یزید کا رحم

اہلِ بصیرت خوب سمجھتے ہیں کہ سیدنا حسین کا حاکم مدینہ سے دوسرے روز بلانے کا وعدہ فرما کر رات کو ہی مدینہ سے روانہ ہو جانا بیعت سے حقیقتاً انکار تھا۔ لہذا آپ کا بیعت سے انکار کر کے مکہ چلے جانا حقیقت میں امیر المومنین یزید کے خلاف خروج کا پہلا قدم تھا۔ اس سلسلہ میں اہل

انصر و سابقہ خلفاء جو اس خلافت سے بہت ہی بلند مقام رکھتے تھے اُن کا
بیعت سے انکار کرنے والوں کے ساتھ حسنِ سلوک کو مدّنظر رکھنا چاہیے اور
اس شہرِ مدینہ رسول پاک میں جب سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی بیعت ہوتی ہے تو
سیدنا علی کے فوجیوں نے بیعت نہ کرنے والوں سے جو جو سختیاں اور
زیادتیاں کی تھیں وہ بھی اہلِ علم سے پوشیدہ نہیں اور اہلِ حق یہ بھی جانتے ہیں
کہ بعض بیعت سے انکار کرنے والوں کو جان سے ہاتھ دھونے پڑے جبکہ
بیعت نہ کرنے والوں کے پاس معقول وجہ تھی۔

﴿رشید ابن رشید صفحہ ۱۸۸﴾

مرگ معاویہ کا انتظار

امیر المومنین یزید کی مخالفت کیلئے سیّدنا حسین سیدنا معاویہ کی
وفات کے منتظر تھے جونہی انہیں سیّدنا معاویہ کی رحلت کی خبر ملی تو اپنے دلی
مقاصد کی برآوری کیلئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور اس سلسلہ میں پہلا قدم اس
طرح اٹھاتے ہیں کہ حاکم مدینہ بیعت پر مجبور کرے تو اس کا جواب طاقت
سے دیا جائے اور کسی قیمت پر یزید کی بیعت نہ کی جائے خواہ جنگ کا آغاز
ابھی سے کیوں نہ کرنا پڑے نہیں سوچتے کہ نتائج کیا برآمد ہوں گے۔

لہذا آپ حاکم مدینہ سے واپس آ کر مدینہ سے مکہ اور پھر بعد میں
وہاں سے کربلا پہنچ جاتے ہیں۔

امیر کی اطاعت سے گریز اور اپنی خلافت کی طلب کے نتائج پیدا ہونے تک آپ نے جو کچھ کیا دراصل اس تمام سلسلہ کی رُوحِ رَواں ہے جسے سمجھ لینے کے بعد قارئین بآسانی اِس نتیجہ پر پہنچ جائیں گے کہ سیّدنا حسین نے خود ہی ایسے حالات پیدا کئے تھے جو بالآخر واقعہ کربلا پر منتج ہوئے

۞رشید ابن رشید صفحہ ۱۸۶۞

حسین کا بھائی یزید کا حامی

سیدنا علی کے لائق اور بہادر فرزند محمد بن حنفیہ نے سیدنا حسین کا ساتھ نہ دیا۔

اہلِ نظر کو غور کرنا چاہیے کہ محمد بن علی نے جو اولاد علی میں سے زہد و تقویٰ اور علم و فضل میں اِمتیازی شان کے مالک تھے اور شجاعت و بہادری میں تمام عرب کے شہزور جن سے کانپتے تھے، کیوں انہوں نے باوجود سیّدنا حسین کے بار بار اصرار کرنے کے بعد بھی کوفہ جانے میں آپ کا ساتھ نہ دیا۔ اہلِ بصیرت کو دیکھنا چاہیئے کہ وہ کون سی طاقت و کشش تھی جو ابنِ حنفیہ کو امیر المومنین یزید کے خلاف اُٹھنے سے روکتی تھی بلکہ امیر کی تعریفیں کرنے پر مجبور کرتی تھی۔ آپ بزدل اور کمزور بھی نہ تھے اور آپ کا ایمان بھی ہماری طرح کمزور نہ تھا کہ ڈرتے ہوئے ایسا کرتے تھے۔

۞رشید ابن رشید صفحہ ۱۷۳۞

حسین شیطان کے حصہ میں

یعنی سیدنا حسین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں میں تفرقہ پڑتا ہے تو پڑے میں اپنے ارادہ سے باز آنے والا نہیں ہوں۔

یہاں اہلِ نظر کیلئے قابلِ غور یہ بات ہے بھی ہے کہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ اپنے والدِ محترم سیدنا علی کی بھی مخالفت کر رہے ہیں کیونکہ قوم میں تفرقہ ڈالنے اور جماعت سے الگ ہونے کے بارے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے۔ جو شخص جماعت سے الگ ہو جاتا ہے وہ شیطان کے حصّہ میں چلا جاتا ہے۔

حسین خارجی ہے

جو شخص اِمامِ برحق پر خروج کرے جس پر جماعت نے اتفاق کر لیا ہو وہ خارجی کہلائے گا، چاہے یہ خروج صحابہ کرام کے دَور میں آیا ہو یا آئمہ راشدین پر ہو چاہے ان کے بعد تابعین پر الخ۔

جب سیدنا معاویہ کی وفات پر دارالحکومت دمشق میں مسلمان قوم کے کرتا دھرتا بزرگوں نے امیر یزید سے خلافت کی بیعت کر کے فیصلہ فرما دیا پھر آنحضور صلعم سے فیض یافتہ اس وقت کے بزرگ اور محترم ہستیوں سیدنا عبداللہ ابن عباس ترجمان القرآن اور شیخ الصحابہ سیدنا عبداللہ ابن عمر اور سیدنا عبداللہ بن جعفر آنحضور صلعم کے پروردہ سیدنا علی کے داماد اور سیدنا حسین کے

بہنوئی اور سیّدنا علی کے لائق فرزند محمد بن حنفیہ اور دوسرے سرکردہ مسلمانوں نے مکّہ مکرمہ اور مدینہ منوّرہ میں یزید کے لئے خلافت کی بیعت کر کے اس فیصلے پر مہر ثبت کردی اور سیّدنا علی کے ارشاد کے مطابق

توبہ و بازگشت کے لئے کہہ کر اپنا فرض پورا کرتے ہوئے حدّ سے سمجھایا خدا سے ڈرایا۔ تفرقہ ڈالنے سے روکا لیکن سیّدنا حسین پر کوئی اثر نہ ہوا!

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۲۹﴾

حکومت کا تختہ

سیّدنا حسین مدینہ منورہ میں امیر یزید کی بیعت سے گڑبڑ کر کے مکّہ مکرمہ آکر حکومت کا تختہ الٹنے کے لگاتار چار ماہ تک پروگرام بناتے رہے۔

﴿رشید ابن رشید صفحہ ۲۳۰﴾

علی سے اعلیٰ خلافت

لیکن سیّدنا حسین کوفی تفرقہ بازوں کے سہارے سرکردہ مسلمانوں

کی مرضی کے خلاف حکومت کا تختہ الٹنے کے لئے کوفہ روانہ ہوگئے۔

یہ وہ باتیں ہیں جنہیں تاریخ سے دلچسپی رکھنے والے مسلمان اچھّی طرح جانتے ہیں یہ تاریخی حالات واضح طور پر ثابت کرتے ہیں کہ امیر المومنین یزید کی خلافت سیّدنا علی کی خلافت سے بوجہ خانہ جنگی کے بدرجہا

اولی اور اتفاق کی حامل تھی۔

﴿صفحہ نمبر ۲۳۰﴾

بیس سالہ پروگرام

تاریخ شاہد ہے کہ سیّدنا حسین امیر یزید کی بیعت کے بارے میں گورنر مدینہ کو یہ کہہ کر کہ جب صُبح آپ اوروں کو بیعت کے لئے بُلائیں گے تو ہم بھی موجود ہوں گے رات ہی رات مدینہ سے مکّہ چلے آئے اور راستہ میں سیّدنا عبداللہ بن عُمر اور جناب ابنِ عباس کے مَنع کرنے پر بھی نہ پلٹے تھے یہاں آکر ابنِ زبیر تو کعبۃ اللہ کے پناہ گزین بن کے آرام سے بیٹھ گئے اور آپ حسبِ پروگرام اپنی خلافت کے لئے کوشش اور راہ ہموار کرنے میں مصروف ہوگئے گویا اپنے سابقہ بیس سالہ پروگرام کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ہمہ تن مشغول ہوگئے

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۱۳﴾

ناجائز خروج

غرض یہ کہ چچا بھتیجے میں بحث ومباحثہ اِسی بنا پر تھا کہ سیّدنا حسین خروج کا غلط اقدام اُٹھا کر ہلاک نہ ہوجائیں اور ساتھ ہی سیّدنا ابنِ عباس اصولاً اس خروج کو دینی و دُنیوی طور پر ناجائز سمجھتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ اس ردّوکد کے درمیان سیّدنا حسین نے اپنے مُشفق چچا سے کہا کہ اب آپ بہت

بوڑھے ہو چکے ہیں گویا کہ جیسے ہمارے نوجوان بعض اوقات اپنے بزرگوں کو کہہ دیتے ہیں کہ آپ تو سترے بہترے ہو گئے ہیں۔ اب آپ ریٹائر ہو چکے ہیں اب یہ سوچنا سمجھنا نوجوانوں کا کام ہے اس طرح گویا سیّدنا حسین نے یہ بھی فرمایا کہ جو کچھ ہم سمجھتے ہیں وہ آپ نہیں سمجھ سکتے۔

اللہ اکبر قارئین آگے چل کر کربلا کے مضمون میں دیکھیں گے کہ سیّدنا حسین اعتراف کرتے ہیں کہ مجھے نصیحتیں کرنے والے حق پر تھے میں نے ان کی مرضی کے خلاف چل کر غلطی کی۔

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۲۰﴾

سامان حرب

جب سیّدنا حسین دارالامن کعبۃ اللہ سے تمام بزرگوں دوستوں کے سمجھانے کے باوجود اور منع کرنے کے باوجود کوفیوں کے فریب میں آ کر کوفہ روانہ ہوئے تو آپ نے اپنے نقلی شیعوں کو خط لکھا کہ میں جلد تمہارے پاس پہنچ رہا ہوں۔ تم کمر ہمت مضبوطی سے باندھ لو اور سامان جنگ تیار رکھو۔

آپ کوفیوں کے دلاسوں سے حد سے زیادہ پرامید تھے کہ آپ کوفہ پہنچتے ہی خلافت پر قبضہ کر لیں گے

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۲۳﴾

حسین کی خواہش

سیّدنا حسینؓ کا سیّدنا فاروق اعظم کو یہ کہنا کہ میرے باپ کے منبر سے اتر جایئے ثابت کرتا ہے کہ بچپن ہی سے آپ کے خیالات میں لاڈ پیار کی عادت نے گھر کر رکھا تھا اور یہی وجہ تھی کہ آپ دوسروں پر حکم چلانا اپنا حق سمجھتے تھے۔ سیّدنا حسینؓ نہیں چاہتے تھے کہ حکومت ہمارے گھر سے باہر جائے تب ہی تو آپ نے فرمایا کہ صلح سے بہتر تھا کہ میرا ناک کاٹ لیا جاتا۔

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۰۶﴾

سابقہ پروگرام

سیّدنا معاویہ کی وفات پر جب مدینہ منورہ میں آپ کو بیعت کے لئے بلایا جاتا ہے تو اپنے ساتھ چالیس مسلح آدمی لے کر جاتے ہیں کہ اگر بیعت کے لئے مجبور کیا جائے تو جنگ جیسے ہولناک اقدام سے بھی گریز نہیں کیا جائے گا۔

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۰۷﴾

سیّدنا حسینؓ کا حاکم مدینہ کو یہ کہنا کہ کل صبح لوگوں کے سامنے مجھے بلانا لیکن واپس آکر رات ہی کو مدینہ منورہ سے خروج کر کے چلے جانا اپنے سابقہ پروگرام کو عملی جامہ پہنانا نہیں تو اور کیا ہے

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۰۸﴾

تفرقہ انگیزی

جب آپ مدینہ منورہ سے چلے آئے اور راستہ میں سیّدنا ابن عباسؓ اور سیّدنا ابن عمرؓ نے فرمایا تم دونوں ابن زبیرؓ اور حسینؓ خدا سے ڈرو۔جماعت المسلمین میں تفرقہ نہ ڈالو یعنی یزید سے بیعت کرلو اگر امیر یزید میں کسی قسم کا نقص ہوتا تو یہ دونوں نیک ہستیاں آنحضرت سے تربیت اور آنحضور صلعم کی معرفت اللہ تعالیٰ سے خطاب یافتہ کسی صورت بھی امیر یزید کی خاطر ان دونوں بزرگوں کو نہ تو خدا سے ڈراتیں۔اور نہ ہی ان سے تفرقہ انگیزی کو منسوب کرتیں۔

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۰۸﴾

خط و کتابت

دارالامن مکہ مکرمہ جاتے ہی سیّدنا حسینؓ اپنے بیس سالہ طے شدہ پروگرام کو عملی پہنانے کے لئے اپنے خاندانی دشمنوں سے خط و کتابت کرتے ہیں۔ ﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۰۹﴾

حسینؑ بچہ تھا

جن کے مقابلے میں سیّدنا حسینؓ ایک بچہ کی حیثیت رکھتے تھے کیا

ان تمام مسلمانوں نے اسلام کی تعلیم کو خیر باد کہہ دیا تھا کہ ایک فاسق انسان کے ہمنوا بن کر سیّدنا حسینؓ کو اس کے خلاف اٹھنے سے روک رہے تھے اور سیّدنا حسینؓ و ابن زبیرؓ ہی اس نکتہ کو سمجھتے تھے کہ جب تک خلافت نہ ملے اسلام خطرے میں تھا۔

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۱۰﴾

سب صحابہ حسینؓ کے مخالف تھے

اہل حق قارئین حقیقت سورج کی طرح روشن ہے کہ سب خلافت حاصل کرنے کا جھگڑا ہے۔ اگر تبلیغ اسلام کا معاملہ ہوتا تو صحابہ کرام آپ کے عزیز و اقارب اور باقی سنجیدہ مسلمان جو آپ کو اس سفر سے منع کرتے تھے اور پھر آپ کے ہمراہ کسی صحابی رسول کا نہ ہونا بھی ثابت کرتا ہے کہ صحابہ کرام اس غلط اقدام کے مخالف تھے ان کی رائے کے خلاف آپ خلافت حاصل کرنے کوفہ گئے تھے اور خلافت کی آرزو میں ہی کربلا کا حادثہ پیش آیا۔

﴿کتاب مذکورہ صفحہ نمبر ۲۳۸﴾

عنوان خود قائم کریں

مولوی عبید اللہ مبارک پوری رحمانی مدارس مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ دہلی تحریر فرماتے ہیں۔

معتبر تاریخی روایات سے معمولی سمجھ کا آدمی بھی یہ نتیجہ اخذ کرنے پر

مجبور ہے کہ کربلا کا واقعہ محض اس لئے پیش آیا کہ حضرت حسینؓ نے قطعاً دور اندیشی اور تدبیر سے کام نہیں لیا۔ محض بہی خواہوں کے مشوروں کو ٹھکرا دیا حالات و وقعات سے آنکھیں موند لیں الخ

ہمارے نزدیک حضرت حسینؓ نے بے موقعہ و بے محل و بلا ضرورت یہ اقدام کر کے عظیم ترین غلطی کا ارتکاب کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ امّت میں ہمیشہ کے لئے اختلاف و افتراق اور شقاق و عداوت پیدا ہو گئے اور امت اسلامی کا شیرازہ بکھر گیا۔

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۳۵﴾

حسینؑ کا فخر خطوں پر

دور اندیش دوستوں نے آپ کی ہر طرح منّت و سماجت کی عجز و انکساری کے ساتھ سمجھایا کہ اس خطرناک منزل میں آپ قدم نہ رکھیں مگر حضرت حسین نے کسی کی بات نہ سنی اور بیشمار درخواستوں کو فخریہ دکھانے لگے۔ جو ان کے پاس کوفہ سے آئی تھیں اُن کی نسبت خوش ہو ہو کر کہتے کہ وہ دو اونٹ کا بوجھ ہے۔ حضرت حسین نے صرف ان صداؤں کو مانا جو ان کے دل سے اُٹھیں اور دوستوں کی نصائح سے دل کی صداؤں کو ماننا بہتر سمجھا اور تن بہ تقدیر کوفہ روانہ ہو گئے۔

﴿رشید ابن رشید صفحہ ۲۳۷﴾

اُلٹ پھیر

مولوی محمد قاسم نانوتوی بھی سیدنا حسینؓ کو غلطی پر سمجھتے تھے۔ اگر بالفرض اجماع کو مان لیا جائے تو وہ اجماع حضرت امام حسین کے بعد منعقد ہوا تھا لہٰذا اجماع کی مخالفت امام حسین کو کچھ مضر نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ امام حسینؓ نے اپنے زمانے میں اختلافی مسئلہ میں غلطی کی تھی۔

﴿صفحہ ۲۳۶ بحوالہ تحقیق انیق﴾

محض سیاست

علمائے دہلی بھی سیّدنا حسینؓ کو غلطی پر سمجھتے ہیں شیخ الکل حضرت العلامہ مولانا مولوی ابوسعید محمد شرف الدین ناظم مدرسہ سعیدیہ دہلی تحریر فرماتے ہیں یعنی یہ واقعہ کربلا مذہبی جنگ نہ تھی اول میں محض سیاست اور آخر میں حفظ ناموس کی تھی جو لوگ اسے مذہبی فرماتے ہیں انہیں معلوم نہیں اس میں کیا قباحت ہے۔

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۳۱﴾

یزید کی بیعت جمہور صحابہ وتابعین نے کرلی تھی پھر مذہبی جنگ کس سے کرنے چلے تھے۔ الخ۔

پہلے امام صاحب کا عزم بالجزم سیاسی تھا پھر قادسیہ پہنچ کر بعد ملاقات حر بن یزید وہ ارادہ فسخ ہوگیا اور مسلم کے بھائیوں کی خاطر بادل

نخواستہ قتل مسلم کے انتقام کے لئے کوفہ برائے انتقامی جنگ روانہ ہوئے پھر میدان کربلا میں وہ ارادہ بھی فسخ ہو گیا۔ یزید کے پاس جانے یا کسی اور طرف جانے کا اظہار کیا مگر لوگ اس بات کو نہ مانے بتائے جب اپنی جان بچا کر کسی سرحد پر جانے یا یزید کے پاس جانے کا اظہار کیا کہ اس کے پاس جا کر بیعت کروں گا یا کوئی اور صورت نکال لوں گا تو مذہبی جنگ کیسے رہی۔

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۲۳﴾

لٹیرا حسینؑ

سیّدنا حسین مکہ سے چل کر بھی ایک منزل تنعیم پر پہنچے تھے کہ آپ کو ایک قافلہ ملا جو یمن سے خروج ومحاصل وغیرہ کا مال لے کر دمشق امیر المومنین یزید کے پاس جا رہا تھا وہ تمام کا تمام مال آپ نے اس خیال سے اپنے قبضے میں کر لیا کہ کوفیوں نے آپ کی بیعت کر لی تھی اور اب گویا آپ خلیفہ بن چکے تھے

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۲۷﴾

امیر المومنین یزید کی فراخ دلی اور مروت دیکھئے کہ انہوں نے بھی اس کے متعلق کسی قسم کی باز پرس نہ کی حالانکہ آپ کو گورنر مکہ بھی اس فعل پر تنبیہہ کر سکتا تھا لیکن اس نے بھی رواداری سے کام لیا۔ اہل نظر جانتے ہیں کہ ایسے فعل کی نہ تو مذہبی قانون اجازت دیتا ہے اور نہ ہی دنیاوی قانون

یہ کونسا اصول ہے کہ کسی حکومت میں کوئی ہستی خواہ وہ کتنی ہی ممتاز کیوں نہ ہو اس کے نظم ونسق کو درہم برہم کرے۔

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۳۹﴾

اول درجہ کا منافق

نبی پاک صلعم کی کی زندگی کے بعد نہ تو کوئی بڑے سے بڑا حادثہ دین کہلا سکتا ہے اور نہ ہی کسی بڑے سے بڑے بزرگ کا عمل اور حکم دین کہلا سکتا ہے۔ اگر کوئی بات قابل قبول ہو سکتی ہے تو وہ ہے صحابہ کرام کا اجماع الخ

لہذا خلافت کے سلسلہ میں صحابہ کرام کے مسلک یا وقتی مصلحت جو انہوں نے دین اور قوم کی فلاح و بہبود کے لئے متفقہ طور پر سرانجام دی ہو گی مخالفت کرنے الا اول درجے کا منافق ہے

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۴۰﴾

اول درجے کا بے دین

آپ حضرات جب کسی شخص کے پیچھے نمازیں پڑھیں اس کہ فرمودہ خطبات سنیں اس کو عزت کی نگاہ سے دیکھیں اس کی زیر کمان دین الٰہی کی حفاظت کریں اور اسکے احکام کی پابندی کو اپنے اوپر فرض سمجھیں اس کے

ساتھ ہر طرح سے تعاون کریں۔ انہی حالات میں ایک شخص اٹھے آپ کے
امام اور امیر و راہنما کا دشمن اور اول درجے کا بے دین اس آدمی کی پگڑی
اچھالنے کی کوشش کرے تو کیا آپ اس لایعنی حرکت کو پسند کریں گے اور
برداشت کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گے

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۴۱﴾

تفرقہ باز صحابہ نے کہا

غور فرمائیں کے صحابہ کرام نے جو امیر یزید کی ولی عہدی سے لے
کر دور خلافت تک حیات تھے نیز تابعین عظام جو صحابہ کرام سے تربیت یافتہ
تھے ان بزرگوں نے اسلام کے ان احکام کے ہوتے ہوئے سیدنا حسین کا
اگر آپ خلافت کے بارے میں حق پر تھے تو کیوں ساتھ نہ دیا۔

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۴۸﴾

اگر یزید غلط کار تھے تو ان بزرگوں نے سچ کو بھی جھوٹ سے ملایا اور
ایک غلط کار کی خاطر سیدنا حسین کو تفرقہ باز کا خطاب دینے سے بھی گریز
نہیں کیا

﴿صفحہ نمبر ۲۴۹﴾

لالچی حسین

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم ہے اللہ کی ہم نہیں حاکم

بناتے اپنے پر اس شخص کو کہ مانگے ہم سے کوئی عہدہ اور اس کو حرص رکھے اس کی اور دوسری روائت میں ہے کہ فرمایا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ نہیں عامل بناتے ہم اپنے اوپر کام اپنے کے اس کو کہ ارادہ رکھے اس کا اس فرمان کے مطابق سیدنا حسین کو حکومت ملنا ممکن نہ تھا اور ارشاد نبوی کے خلاف تھا

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۸۵﴾

گویا امیر معاویہ اور یزید کو بغیر حرص و خواہش کے حکومت ملی اور حسین چونکہ حریص تھے اس لئے محروم رہے (چہ خوب۔۔۔۔

فتنہ باز حسین

اس وقت کے تمام کے تمام مسلمان اور بزرگ اسلام کے ان دونوں شہروں مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ میں سے کسی بزرگ نے بھی آپ کا ساتھ نہ دیا سوائے ان لوگوں کے جو رشتہ داری کے بندھنوں میں جکڑے ہوئے تھے یہ تو سیدنا حسین کی آنحضور سے قرابت کی وجہ تھی کہ آپ کو سب بزرگ پیار و محبت اور شفقت سے خروج سے منع کرتے رہے ورنہ اگر کوئی دوسرا شخص آپ کی جگہ ہوتا تو صحابہ کرام اپنے امیر کے خلاف اس کو فتنہ سمجھتے ہوئے آنحضور صلعم کے حکم کے مطابق اسے ختم کرنا اپنا ملی فرض سمجھتے۔ الخ

قارئین کو یہاں اس دوراہے سے ایک راستہ اختیار کرنا ہوگا یا تو وہ سیدنا حسین کے اس اقدام کو جو آپ نے صرف حکومت اور جاہ و جلال کو

حاصل کرنے کیلئے اٹھایا تھا صحابہ کرام کی طرح غلط قرار دینا ہوگا۔

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۸۷﴾

بزرگوں کا مخالف

اگر یہ واقعہ بھی حق و باطل کا معرکہ ہوتا تو مسلمان اس موقع پر بھی سیدنا حسینؓ کے موقف کی تائید میں نکل کھڑے ہوتے اور خلافت یزید کی اینٹ سے اینٹ بجا دیتے۔۔۔ بہر حال اس بات کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ سیدنا حسینؓ کو مشورہ دینے والے لوگ ہر طرح سے علم و فضل اور عمر و دیانت داری میں کسی طرح سے بھی کم نہیں تھے ان میں وہ بھی تھے جو دین داری میں آپ سے بھی بہت بلند مقام رکھتے تھے جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہجد کی نمازوں کیلئے اٹھنا باعث نجات اور فخر سمجھتے تھے اور نزول وحی کے روح پرور نظاروں کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر چکے تھے مثلاً سیدنا عبداللہ ابن عباسؓ، سیدنا عبداللہ ابن عمرؓ، اور دوسرے بزرگ جو آنحضور صلعم سے اس وقت فیض حاصل کر چکے تھے جب کہ سیدنا حسینؓ ابھی دنیا میں تشریف ہی نہ لائے تھے۔

بلکہ آپ تو آنحضور صلعم کی رحلت کے وقت بھی ابھی معصوم بچے تھے لہذا سیدنا حسینؓ کا اپنے بزرگوں و مخلص دوستوں اور ہمدرد بھائیوں کے مشورہ کو ٹھکرا کر اسلام میں تفرقہ ڈالنے والے اور سیدنا علیؓ کے قاتلوں اور سیدنا

حسن پر حملہ کر کے آپ کو زخمی کرنے اور آپ کا مال لوٹنے والوں پر اعتبار کرنا اور خلافت کی طلب کیلئے کوفے جانا آپ کی ایک عظیم اجتہادی غلطی تھی جس کے ارتکاب سے بزرگوں اور دانش وروں نے آپ کو منع کیا لیکن آپ نے عام مشوروں اور نصیحتوں کو ٹھکرادیا اور آخر کار ایسے اقدامات کا جو انجام ہوا کرتا ہے وہی ہو کر رہا۔

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۹۴﴾

سیدہ زینب کو طلاق

سیدہ زینب نے ابن جعفر کو اپنے بھائی کا ساتھ دینے کیلئے بار بار مجبور کیا اور خود بھی ساتھ جانے کے لئے بضد ہوئیں تو سیدنا عبداللہ بن جعفر نے اپنی نیک اور صالح اور جوان بچوں والی بیوی کو تو اپنا گھر ویران کر کے بھیج دیا یعنی طلاق دے دی لیکن اپنے امیر وامام یزید کے خلاف قدم اٹھانے کو گناہ سمجھتے ہوئے ساتھ دینے سے جواب دے دیا

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۹۲﴾

اسلام کے منافی اقدام

اہل بصیرت اچھی طرح جانتے ہیں کہ جب کوئی شخص ایسی غلطی کا مرتکب ہوتا ہے جس سے جانی مالی اور عزت جیسی چیزوں کے نقصان کا اندیشہ ہو یا مذہب کے بگڑ جانے کا خطرہ ہو ان اقتدار کے ختم ہو جانے کا خطرہ

ہو جو مذہب نے ضروری اور اہم قرار دی ہوں تو اس سے روکنے اور صحیح راستہ بتانے والے عوامی قسم کے انسان نہیں ہوا کرتے بلکہ یہ ایک خاص اور بلند مقام کے مالک ہوا کرتے ہیں ایسے لوگ جب کسی شخص کو کسی کام سے روکیں تو وہ یقیناً غلطی پر ہوگا۔ سیّدنا حسینؓ کا خلافت حاصل کرنے کے لئے دین میں تفرقہ ڈالے والے کوفی سبائیوں کے بلانے پر کوفے جانا نہ صرف غلط تھا بلکہ اسلام اور اسلامی مملکت اور جمیع مسلمانوں کے مفاد کے بھی سراسر منافی تھا تاریخی حالات و واقعات کے غیر جانبدارانہ مطالعہ سے ہر شخص اسی نتیجہ پر پہنچے گا کہ سیّدنا حسینؓ کا خروج ایک بہت بڑی سیاسی غلطی تھی

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۹۳﴾

خالص دنیاوی مسئلہ ناکام جدو جھد

یہ مسئلہ اسلام سے کسی طرح بھی تعلق نہ رکھتا تھا اور خالصتاً ایک دنیاوی اور سیاسی قصہ اور تخت و تاج کے حصول کے لئے ایک ناکام جدو جہد سے زیادہ کچھ بھی نہ تھا۔ تاریخ شاہد ہے کہ اس موقع پر جمیع مسلمانوں میں سے کسی ایک کا دل بھی آپ کے لئے نہ پسیجا اور کوئی ایک ذمہ دار شخص بھی اسلام کے ان دونوں متبرک شہروں مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ سے ساتھ نہ نکلا۔

﴿صفحہ نمبر ۲۹۴﴾

حسینؑ جھاد کے لئے نھیں صحابی سے

لڑنے گئے تھے

سیّدنا حسینؓ کا صحابیءِ رسول پاک سے لڑنے کے لئے نکلنا وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ سیّدنا حسینؓ کوفہ کو جہاد کرنے گئے تھے وہ بتا سکتے ہیں کہ وہ کونسا کفر گڑھ تھا جسے آپ فتح کرنے نکلے تھے اس وقت تو کوفہ میں خالص اسلامی حکومت تھی جس کے سربراہ رسول پاک کے رحمدل صحابی نعمان بن بشیر اور قاضی القضاہ سیّدنا علی کے خاص قاضی شریح تھے۔ الخ

لہذا ایسے مسلمانوں کے خلاف سیّدنا حسینؓ کا لڑنے کو نکلنا کس طرح جائز تھا۔ اور پھر سیّدنا حسینؓ کو خلافت حاصل کرنے کے لئے اسلام اور اپنے خاندانی دشمنوں کے جھانسے میں آکر کوفے جانا اور راستے میں ہی ان کے ہاتھوں قتل ہو جانے کو جہاد کا نام دینے والے بتا سکتے ہیں کہ مسلمانوں کا آپس میں جھگڑا ہو جائے تو اسے کیسے جہاد قرار دیا جا سکتا ہے۔

جب مسلمانوں کے آپس میں کسی کو جہاد قرار نہیں دیا جا سکتا تو پھر حکومت وقت کے ساتھ سیّدنا حسینؓ کے اس جھگڑے کو کس طرح جہاد قرار دیا جا سکتا ہے۔

﴿صفحہ نمبر ۲۹۷﴾

نرالی منطق

بلکہ قرآن کریم کے اصول اور اس کے حکم کے مطابق

یاایھاالذین آمنو اتقواللہ و کونو امع الصادقین

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور جو لوگ حق پر ہیں ان کا ساتھ دو۔

﴿سورۃ توبہ ۱۱۹﴾

اگر آپ اس اقدام میں حق پر تھے تو ان تمام مسلمانوں اور آنحضور صلعم کے ساتھیوں کو جو بھی اس وقت حیات تھے معہ سیّدنا حسینؑ کے چچا ابن عباس اور بہنوئی ابن جعفر اور بھائی محمد بن حنفیہ اور دوسرے تمام رشتہ داروں کو جنہوں نے کربلا جانے میں آپ کا ساتھ نہ دیا سب کو کافر قرار دینا پڑے گا صرف اسی صورت میں ہی آپ کے جھگڑے کو جہاد کا نام دیا جا سکتا ہے۔

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۹۷﴾

ایک سوال

کہا جاتا ہے کہ سیّدنا حسینؑ نے دین حق کو بچانے اور ایک ظالم حاکم کے خلاف جہاد کے طور پر یہ قدم اٹھایا تھا یہ بہت بڑا دعویٰ ہے جسے کسی نے آج تک ثابت نہیں کیا اور بلا سوچے سمجھے اس خیال کا چرچا کیا جا رہا ہے کہ آپ کی شہادت ہی سے اسلام زندہ ہوا۔

کیا اس خیال کے لوگ بتا سکتے ہیں کہ جب کوفیوں کا فریب حق

الیقین بن کر سیدنا حسین کے سامنے آ گیا تو انہوں نے مایوس ہو کر کربلا سے اجازت چاہی تو کیا اس وقت دین حق کو بچا لیا گیا تھا؟

کیا مایوس ہو کر نا کام واپس ہونے کی خواہش سے دین حق کی حفاظت کا فریضہ پورا ہو گیا تھا اور اس واپسی سے اسلام زندہ ہو چکا تھا اور بقول سبائیوں کے دین حق میں جو خرابیاں پیدا ہو چکی تھیں جو آپ نے واپسی کا قصد کیا۔

اور کیا مفروضہ ظالم کو نیست و نابود کر دیا گیا تھا۔ وہ مشن جو آپ مکہ مکرمہ سے لے کر نکلے تھے پورا ہو گیا تھا اور دین حق کی مخالفت کرنے والا اب کوئی باقی نہیں رہا تھا؟

جو آپ واپس جانے کی اجازت طلب کر رہے تھے اور جس کے خلاف جہاد کرنے نکلے تھے کیا وہ یکدم مومن ہو گیا تھا۔

جو اسکے ماتحت جہاد پر بھیجے جانے کی درخواست کر رہے تھے؟

اور کیا وہ اب نیک و انصاف پسند اور خلیفہ برحق ہو گئے تھے جو ان کی پناہ میں جا کر اپنا فیصلہ چکانے کو کہہ رہے تھے۔

اہل حق کا فرض ہے کہ ان تمام باتوں پر انصاف اور دیانت داری سے غور فرمائیں بفرض محال امیر المومنین یزید میں کسی قسم کا نقص تھا تو سیدنا حسین کو کوفہ کی طرف رخ کرنے کے بجائے دمشق پر حملہ آور ہونا چاہیئے تھا یا اس سے بھی نزدیک بصرہ پر جہاں ابن زیاد گورنر تھا حملہ کر کے داد شجاعت

حاصل کرنی چاہیے تھی

❁ رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۸۹ ❁

آخری تان اللہ سے لڑائی

دراصل دمشق اور بصرہ کو چھوڑ کر کوفے جانے کا قصد اس لئے کیا گیا تھا کہ سیدنا نعمان بن بشیر آنحضور صلعم کے بردبار اور رحمدل صحابی وہاں کے گورنر تھے جو مسلمانوں پر سختی کرنا گوارا نہ کرتے تھے اور اسی وجہ سے کوفی آپ کی نرم دلی کا فائدہ اٹھا کر بار بار سیدنا حسین کو ایسے شخص کا مقابلہ کرنے کے لئے کہتے تھے اس کا مقابلہ جو خود دین کے حق میں شیدائی تھے۔

سنت نبوی کے مطابق ہر فیصلہ کر رہے تھے اور قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغیر بات کرنا گناہ سمجھتے تھے شمع نبوت کے پروانے تھے اور آنحضرت صلعم کے حکم کے مطابق (جس کی پیروی کرو گے راہ پا جاؤ گے) کے زمرہ میں داخل تھے اور پھر آنحضور صلعم کی اس حدیث کو جو میرے اصحاب کو برا کہے گا وہ مجھے بلکہ اللہ تعالےٰ کو برا کہے گا کے مطابق ماننا پڑے گا کہ جو میرے اصحاب کے ساتھ لڑنے نکلا وہ میرے بلکہ اللہ تعالیٰ سے لڑنے نکلا دراصل سیدنا حسینؓ حصول خلافت کے سلسلہ میں کوفیوں سے امداد حاصل کر کے سیدنا نعمان بن بشیر کو کوفہ سے مار بھگانے کے بعد اپنی خلافت قائم کرنا چاہتے تھے لیکن کوفیوں کی غداری کی وجہ سے آپ کو ناکامی کا

منہ دیکھنا پڑا ❁ رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۲۹۱_۲۹۹ ❁

خرافات کا یہ نمونہ

اس شر انگیز اور پرفتن کتاب میں امام عالی مقام سیّدنا امام حسین علیہ السلام کی شان اقدس میں اور بھی بے شمار طریقوں سے شدید گستاخیاں کی گئی

ہیں جنہیں ہم بوقت ضرورت نقل کرتے ہی رہیں گے۔

ملعون خارجی کی ان خرافات سے بھی جو نقل کفر کفر نباشد کے تحت اب تک نقل کی جا چکی ہیں۔ قارئین کو اچھی طرح اندازہ ہو گیا ہو گا کہ یہ لوگ کس قدر دریدہ دہن اور گستاخ ہیں اور کس کس طریقہ سے حقائق کو توڑ مروڑ کر اپنی ازلی شقاوت اور جبلی خباثت کا مظاہرہ کرتے ہیں ہم آئندہ اوراق میں انشاء اللہ العزیز ان کی تمام تر فریب کاریوں اور شاطرانہ چالوں کو بے نقاب کر کے آپ کو بتائیں گے کہ ان لوگوں نے کس کس طریقہ سے تاریخ اسلام کا حلیہ بگاڑنے کی کوشش کی ہے۔

فی الحال آپ ارض پاک میں خارجیوں کے باوا آدم ملعون عباسی کی خرافات کے نمونے ملاحظہ فرمائیں حقیقت یہ ہے کہ موجودہ خوارج نے جس قدر بھی خرافات اپنے اپنے نام سے شائع کی ہیں اسی دشمن اہل بیت کی کتاب کا چربہ در چربہ ہیں۔

خلافت معاویہ ویزید

کے اقتباسات

غلط اقدام

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات اور احکام شریعت کی تصریحات سے واضح ہے کہ امیر المومنین یزید کے خلاف حضرت حسینؓ کے اقدام خروج کا مطلق جواز نہ تھا۔ جیسا کہ بعد میں خود آپ نے اس سے رجوع کر کے ثابت کر دیا صحابہ کرام جو ان سے ملے انہیں طرح طرح سے سمجھایا اور اس غلط اقدام سے باز رکھنے کی کوششیں کیں۔

﴿خلافت معاویہ ویزید صفحہ نمبر ۸۶﴾

شدید مخالفت

خود ان کے سوتیلے بھائی محمد بن علی (ابن حنفیہ) اور ان کے بہنوئی حضرت عبداللہ بن جعفر نے اس اقدام کی شدید مخالفت کی تھی حضرت ابن جعفر امیر یزید کے خسر بھی تھے

﴿صفحہ نمبر ۹۱﴾

گرفتار کر لیا

یمن کا ایک سرکاری قافلہ امیر المومنین کی خدمت میں یمن کا محاصل لے کر جا رہا تھا حضرت حسین نے اسے گرفتار کر لیا۔

﴿صفحہ نمبر ۹۱﴾

خروج کی تیاری

مکہ میں حضرت حسین چار مہینے سے زیادہ عرصے تک مقیم رہے اور

اس تمام مدت میں عراقیوں کی تحریرات اور ان کے وفود آتے جاتے رہے خروج کی تیاریاں ہوتی رہیں مگر حکومت نے کوئی اعتراض نہیں کیا

﴿خلافت معاویہ ویزید صفحہ نمبر ۹۲﴾

حضرت حسین نے بیعت کرلی تھی

تیسرے شعر کے مضمون سے ثابت ہے کہ حضرت حسین نے امیر معاویہ کی زندگی میں ہی امیر یزید کی ولیعہدی کی بیعت کرلی تھی

﴿صفحہ نمبر ۹۳﴾

☆ لغزش

☆ خطائے ذھنی ھلاکت

☆ عھد شکنی باغی

یہی کیفیت اخلاف کی (حسین) کے متعلق ہے جو ان کو ایک ظالمانہ جرم کا کشتہ خیال کرتے ہیں ایرانی شدید تعصب نے اس تصویر میں خدوخال بھرے اور (حضرت حسین) کو بجائے ایک معمولی قسمت آزما کے جو ایک انوکھی لغزش و خطائے ذہنی اور قریب قریب غیر معمولی حبِّ جاہ کے کارن ہلاکت کی جانب تیز گامی سے رواں دواں ہو ولی اللہ کے روپ میں پیش کیا ہے۔

ان کے ہم عصروں میں اکثر و بیشتر انہیں ایک دوسری نظر سے دیکھتے تھے وہ انہیں عہد شکن اور بغاوت کا قصوروار خیال کرتے تھے اس لئے کہ انہوں نے حضرت معاویہ کی زندگی میں یزید کی ولی عہدی کی بیعت کی تھی اور اپنے حق اور دعویٰ خلافت کو ثابت نہ کر سکے تھے

﴿بحوالہ عیسائی مورخ صفحہ نمبر ۹۵﴾

کوئی ساتھی نہ بنا

قطع نظر اس امر کے کہ حضرت حسین نے امیر یزید کی ولائت عہد کی بیعت مثل دیگر صحابہ اور تابعین کرام کے کی تھی یا نہیں

یہ حقیقت ثابت ہے ان کے اس اقدام کی تائید میں مدینہ منورہ یا مکہ معظمہ یا حجاز کا ایک متنفس بھی سوائے ان کے نوجوان عزیزوں کے ساتھ نہ ہوا

﴿صفحہ نمبر ۹۹۶﴾

کسی بھائی نے ساتھ نہ دیا

ان کے اپنے گھر کی بھی یہ کیفیت تھی کہ حضرت علی کے منجملہ پندرہ صاحبزادوں کے اس زمانہ میں حیات تھے صرف چار اپنے بھائی کے ساتھ گئے اور گیارہ برادران حسین نے ان کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا۔

﴿صفحہ نمبر ۹۹۶﴾

صاف انکار

محمد بن حنفیہ جو فرزندان علی میں علم وفضل ورع وتقویٰ میں امتیازی شان رکھتے تھے جسمانی قوت اور شجاعت میں اپنے باپ کے صحیح جانشین تھے اس مہم میں ان کا ساتھ دینے کے لئے بہت زور ڈالا یہاں تک کہ اگر خود ساتھ نہیں دیتے تو اپنی اولاد کو ہی کہہ دیں کہ میرے ساتھ چلیں مگر انہں نے صاف انکار کر دیا۔

﴿صفحہ نمبر ۹۶﴾

خروج کے مخالف

حضرت حسین کے ایک دوسرے بھائی عمر الاطراف بن علی بن ابی طالب بھی حضرت حسین کے اقدام خروج کے مخالف تھے۔

﴿صفحہ نمبر ۹۹﴾

کوئی بزرگ ساتھی نہ بنا

حضرت حسین کے مقام خروج کے وقت جیسا کہ پہلے ضمناً ذکر ہو چکا ہے حجاز دعراق و دیگر ممالک اسلامیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام کی بزرگ ومقدس ہستیاں موجود تھیں مگر کسی صحابی نے بھی متفق علیہ خلیفہ کے خلاف خروج میں حضرت حسین کا ساتھ نہیں دیا۔

﴿صفحہ نمبر ۱۰۰﴾

خاندان نبوت نے یزید کی بیعت کر لی

غرض یہ کہ خاندان نبوت کے یہ سب افراد خلیفہ وقت (یزید) کی بیعت پر مستقیم رہے حضرت حسین کے صاحب زادے اولی الامر امیر المومنین کی حمائت میں سب لوگوں کے ساتھ تھے۔

﴿صفحہ نمبر ۱۰۸﴾

تین سال کا حسینؑ

حضرت فاطمہ کی شادی کے بعد غزوہ احد ہونا بھی بعض روایات سے ثابت ہے اس اعتبار سے حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ کی رسول اللہ صلعم کی وفات کے وقت چار اور تین سال کے ہوتے ہیں۔

سخت مزاج ☆ تخت کا بھوکا

حضرت حسین کا امیر یزید سے بیعت نہ کرنا اور کوفی سبائیوں کی دعوت پر خروج کا اقدام حضرت موصوف کا انفرادی فعل تھا یہ بھی واقعات سے ثابت ہے کہ ان دونوں بھائیوں حسن و حسین کی مزاجی کیفیت یکساں نہ تھی دونوں کے نکتہ نظر میں نمایاں فرق تھا آنحضرت صلعم کی وفات کے وقت حضرت حسن کی عمر چھ سات سال کی تھی حضرت حسن ہمیشہ جتھہ بندی سے علیحدہ رہے اور صلح و مصالحت کے لئے کوشاں برخلاف اس کے ان کے

چھوٹے بھائی کا واقعہ خود انہی کی زبانی اصحاب تاریخ نے بیان کیا ہے۔

حضرت حسین فرماتے ہیں ایک دفعہ حضرت عمر فاروق جب اپنے زمانہ ءخلافت میں مسجد نبوی کے منبر پر خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے تو میں نے ان سے کہا کہ آپ میرے نانا کے منبر سے اتر جایئے۔

﴿صفحہ نمبر ۱۱۰﴾

حسین کی غلطی کا وبال امّت پر پڑا

حضرت حسین نے اپنے خروج میں خطا و غلطی کی جس سے امّت میں اختلاف وافتراق کا وبال پڑا اور آج کے دن تک محبت والفت کے ستون کو جھٹکا لگا۔

﴿بحوالہ محمد الخضری خارجی صفحہ نمبر ۱۱۶﴾

حسینؑ کو نانا کی کوئی بات یاد نہ تھی

ابن عباسؓ اہل بیت نبوی صلعم کے اکابر میں سے تھے اور ان سب میں تفسیر قرآن کے سب سے بڑے عالم تھے ایسے ذی مرتبت واعلم واعقل اہل زمانہ بزرگ نے جو متفق علیہ خلیفہ ءوقت کی بیعت میں خود بھی بطیب خاطر داخل تھے اور دوسروں کو بھی جماعت سے وابستگی کی اور تفرقہ سے محترز رہنے کی ہدایت فرماتے۔

اولی الامر کی اطاعت اور اس کے خلاف خروج جواز وعدم جواز کے

بارے میں احکام شریعت حضرت حسینؓ کو یقیناً اسی طرح بتاتے اور سمجھاتے تھے جس طرح دوسروں کو سمجھاتے اور بتاتے تھے۔

کیونکہ یہ چھوٹے نواسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت پانچ ساڑھے پانچ سال کے اتنے صغیر السن اور کم عمر تھے کہ ان کو اپنے مقدس اور ہادی برحق نانا کے نہ حالات و معمولات کی کوئی بات یاد نہ تھی نہ زبان مبارک سے سنا ہوا اسلامی سیاست کا کوئی ارشاد یاد۔

﴿صفحہ نمبر ۱۲۰﴾

فریضہء حج ترک کر دیا

معمولی حالات میں تاریخ روانگی کا فرق قابل لحاظ نہ ہوتا لیکن یوم حج سے ایک دن پہلے حضرت حسین اور ان کے ساتھیوں کا جن کی تعداد سو نفوس کے لگ بھگ تھی فریضہ حج ترک کر کے مسافت بعیدہ کے لئے چل پڑنا ضرور استعجاب کا موجب تھا۔

﴿صفحہ نمبر ۱۳۸﴾

کذابین

اگر کردار خلیفہ میں کوئی ایسی برائی تھی۔ کیا اس کو معزول کرنا یا اس

کے خلاف خروج کرنا احکام شریعت کے اعتبار سے جائز تھا جیسا کے کذابین باور کرانا چاہتے ہیں تو اسکا بہترین موقع مکہ معظّمہ میں تھا جہاں مملکت اسلامی کے گوشہ گوشہ سے دیندار مسلمانوں کا اجتماع عظیم موجو تھا نہ کہ صحرا و بیابان کی تیس منزلیں طے کر کے کوفہ میں۔

﴿صفحہ نمبر ۱۳۵﴾

حسب نسب کوئی چیز نہیں

مسلمانوں کے حقوق اور ذمہ داریاں یکساں ہیں رشتہ اور نسبتی تعلقات کی کوئی تخصیص سرور عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نسبتاً ہاشمی و مطلبی ہیں لیکن قرآن میں متعدد جگہ اس کی تحدید کی ہے کہ آپ کو صرف رسالت کے زاویہ نگاہ سے دیکھا جائے

﴿صفحہ نمبر ۱۵۳﴾

آپ کی ذات ولا صفات کو پابندیوں میں نہیں لایا جا سکتا نہ آپ نے اپنے خاندان کو اس کی اجازت کہ آپ سے تعلق رشتہ کی بنا پر وہ امت پر مسلط ہونے کی کوشش کریں

﴿خلافت معاویہ ویزید صفحہ نمبر ۱۵۴﴾

سب افراد ملت کے حقوق یکساں ہیں ایک کو دوسرے پر نسبتاً کوئی فضیلت نہیں۔

﴿ص ۱۵۴﴾

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے بھی قطعی طور سے ثابت کر دیا ہے کہ حقوق وفرائض میں ہر امتی کی حیثیت یکساں ہے آپ کے نسبتی رشتہ کے کچھ حقوق ایسے ہوتے جن کی پاسداری آپ کی عظیم دعوت اور شریعت کے تحت فرض ہوتی تو یقیناً اس کا کچھ نہ کچھ ظہور تو آپ کی زندگی میں ہوتا۔

﴿خلافت معاویہ ویزید صفحہ ۱۵۶﴾

سادات کے لئے صدقہ کیوں حرام ہوا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں اتنا اہتمام تھا کہ آپ کے رشتہ داروں پر صدقہ اور زکوۃ کا مال لینا حرام قرار دے دیا۔

اقوام عالم کا شعار ہمارے سامنے ہے کہ کس طرح لوگ نسلی برتری کی بنا پر عوام کے صدقات کو اپنا حق سمجھتے ہیں اور اپنی بارگاہ میں نذر نیاز اس کا نام دیتے ہیں۔

﴿خلافت معاویہ ویزید صفحہ نمبر ۱۵۸﴾

حکومت اسلامیہ کے مستقل ذرائع آمد میں بنو ہاشم کا کوئی امتیازی حصہ نہیں

﴿صفحہ نمبر ۱۵۸﴾

بنو ھاشم اور ھندو

خمس اور فے کا یہ حصہ کوئی امتیازی حیثیت نہیں رکھتا اور بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب اس کو اپنا حق نہیں سمجھ سکتے جیسا کہ مثل برہمنوں کا ہندوؤں میں ہے۔ اسلام میں امتیاز پست وبالا کا تصور نہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل کہ آپ نے سیاسیات اسلامیہ میں رشتہ کی بنا پر ہاشمیوں کے متولی ہونے کا سد باب کر دیا اور ادنیٰ درجہ میں بھی کوئی بات قولاً یا فعلاً نہیں کی جسے بعد کے لوگ حجت پکڑ سکیں۔

﴿صفحہ نمبر ۱۵۹﴾

سخت مخالفت

حضرت عبداللہ بن جعفر کی عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت دس اور گیارہ برس کے درمیان تھی یعنی سن تمیز میں شرف صحابیت حاصل تھا تیرہ حدیثیں ان سے مروی ہیں وہ حضرت حسین کے خروج کے سخت مخالف تھے۔

﴿صفحہ نمبر ۱۶۶﴾

عون و محمد سوتیلے بیٹے

اور اگر یہ دونوں خود اپنی طبیعت سے یا اپنے عزیزوں کے جبر سے قافلہ کے ساتھ چلے گئے تو سیدہ زینب کے سوتیلے بیٹے تھے اپنے بیٹے نہیں

تھے۔

﴿صفحہ نمبر ۱۶۷﴾

حسین کا سن تمیز

اتنی چھوٹی عمر سن تمیز کی نہیں ہوتی بعض آئمہ نے تو ان کے بڑے بھائی حضرت حسن کو جو ان سے سال بھر کے قریب بڑے تھے، زمرۂ صحابہ کی بجائے تابعین میں شمار کر لیا ہے

﴿صفحہ نمبر ۱۷۰﴾

جوش انتقام

برادران مسلم کے جوش انتقام نے مجبور کیا کہ سفر جاری رکھیں۔

﴿خلافت معاویہ ویزید﴾

یہ حضرات جوش انتقام سے اگر اس درجہ مغلوب نہ ہوتے کہ صورت حال کا صحیح جائزہ بھی نہ لے سکے اور اس قتل کا جو سیاسی مناقشہ کے حالات میں واقع ہوا تھا ذاتی جھگڑا قرار دے دیا۔

حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تو حجۃ الوداع کے خطبہ میں ابن عم ابن ربیعہ ابن حارث بن عبدالمطلب کا خون بھی معاف کر کے ذاتی انتقام لینے کی رسم کو مٹا دیا تھا افسوس ان کی ضد نے معاملہ کو نازک تر بنا دیا۔

﴿صفحہ نمبر ۱۸۹﴾

پناہ گزین بھولا گورنر

مدینہ کے ضرورت سے زیادہ سریع الاعتقاد اور بھولے گورنر کی نگرانی سے بچ کر حسین بمعیت عبداللہ بن زبیر مکہ کی سرزمین میں پناہ گزین ہوئے تھے۔

﴿صفحہ نمبر ۱۹۴﴾

ناعاقبت اندیش اور شیخی باز

حسینؓ کے دور اندیش دوستوں نے لاکھ منت سماجت کی کہ ایسی خطرناک مہم کے اندر ناعاقبت اندیشانہ اپنے آپ کو جوکھم میں نہ ڈالیں مگر حسینؓ نے حب جاہ کی مہلک ترغیبات پر کان دھرنے کو ترجیح دی اور ان لاتعداد خطوط کی فخریہ طور پر نمائش کرتے رہے اور ان کی تعداد جیسا کہ شیخی سے کہتے تھے کہ ایک اونٹ کے بوجھ کے مساوی تھی۔

﴿صفحہ نمبر ۱۹۵﴾

مروان کی حسین سے محبت

اس مکتوب کے الفاظ ہی ظاہر کر رہے ہیں کہ حضرت حسینؓ کی ذات سے حضرت مروان کو کیسی الفت تھی

﴿صفحہ نمبر ۱۹۹﴾

یزید کے ہاتھ میں ہاتھ

جب حضرت حسینؓ کو مدعیان وفاداری کے دعاوی کی حقیقت اچھی طرح واضح ہوگئی اور خروج پر آمادہ کرنے والوں کا پتہ چلا کہ کہاں ہیں اور کیا ہوئے تو آپ نے جان لیا کہ امیر المومنین یزید کی خلافت پر تمام امت متفق ہوچکی ہے اور جماعت کے فیصلے یا عمل کا استحقاق ممکن ہی نہیں تو آپ نے دمشق جانے کے لئے باگ موڑ دی تا کہ آپ اپنے ابن عم یزید کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیں

﴿صفحہ نمبر ۲۰۴﴾

بہر حال حضرت حسین کی طہارت طینت کی برکت تھی کہ آپ نے بالآخر اپنے موقف سے رجوع کرلیا

﴿صفحہ نمبر ۲۰۵﴾

حضرت حسین کی یہ سعادت کبریٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خروج الجماعت کے شر سے محفوظ رکھا اور بالآخر اس کی توفیق ارزانی فرمائی کہ جماعت کے فیصلے کی حرمت کو کو برقرار رکھنے کا اعلان کر دیں اقدام خروج میں آپ نے غلطی کی تھی مگر آخر پر وہی کیا جو آپ برادر بزرگوار حضرت حسنؓ کے منشا کے مطابق خیر خواہوں اور ہمدردوں کی رائے کے موافق اور کتاب وسنت کی روشنی میں واجب تھا

قتل حسین جائز تھا

امیر المومنین یزید جو متفق علیہ خلیفہ تھے جن کا پرچم تمام عالم اسلام پر لہراتا تھا اس کے مجاز کیوں نہیں کہ اپنے خلاف خروج کرنے والوں کا مقابلہ کریں حضرت علی مرتضٰی کی تلوار حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ زوجہ محترمہ حبیبہ رسول صلوٰۃ اللہ علیہا کے خلاف بے نیام ہو سکتی ہے تو حضرت حسین کے خلاف تلوار کیوں نہیں اٹھائی جا سکتی۔

ایک خطرناک مکالمہ

یزید نے محمد حنفیہ کو بلایا اور اپنے پاس بٹھا کر ان سے کہا حسین کی موت پر خدا تمہیں اور مجھے اجر عطا فرمائے بخدا حسین کا نقصان جتنا تمہارے لئے بھاری ہے اتنا ہی میرے لئے بھی ہے اور ان کی موت سے جتنی اذیت تمہیں ہوئی ہے اتنی ہی مجھے بھی ہوئی ہے۔ اگر ان کی موت کا معاملہ میرے سپرد ہوتا اور میں دیکھتا کہ ان کی موت کو اپنی انگلیاں کاٹ کر اپنی آنکھوں میں دے کر ٹال سکتا ہوں تو بلا مبالغہ دونوں ان کے لئے قربان کر دیتا مگر انہوں نے میرے ساتھ بڑی زیادتی کی اور خونی رشتہ ٹھکرا دیا تھا تم کو ضرور معلوم ہو گا کہ ہم پبلک میں عیب جوئی حسین کی کرتے ہیں بخدا یہ اس لئے نہیں کہ عوام میں خاندان علی کو عزت و حرمت حاصل نہ ہوئی بلکہ اس سے

ہم لوگوں کو بتانا چاہتے ہیں کہ حکومت وخلافت میں ہم حریف کو برداشت نہیں کر سکتے۔

یہ باتیں سن کر ابن الحنفیہ نے کہا کہ اللہ تمہارا بھلا کرے اور حسین پر رحم فرمائے اور ان کے گناہ معاف فرمائے یہ معلوم کر کے مسرت ہوئی کہ ہمارا نقصان تمہارا نقصان اور ہماری محرومی تمہاری محرومی ہے

﴿بحوالہ بلاذری صفحہ نمبر ۲۰۸﴾

معرکہء کربلا حضرت زین العابدین کی نظر میں

حضرت حسین کے ناکام اقدام خروج پر ہر فریق نے اپنے اپنے نقطہ نظر سے اظہار خیال کیا لیکن ان کے صاحب زادے حضرت علی بن الحسین زین العابدین کا اس بارے میں جو رویہ رہا۔ اس سے بخوبی ثابت ہے کہ ان کے اہل خاندان اس واقعہ کو ایسا سیاسی اقدام سمجھتے تھے جو مناسب نہ تھا۔ ﴿صفحہ نمبر ۲۰۹﴾

میدان کربلا

کربلا کی سرزمین سرسبز وشاداب زمین تھی اس میں متعدد پانی کے چشمے بہتے تھے اس کے علاوہ ذرا سی زمین کھودنے سے آب زلال وگوار یہاں باآسانی حاصل ہو سکتا ہے

❁صفحہ نمبر ۲۱۷❁

جب کربلا کی صحیح وجوہ اس کے محل وقوع اور حسینی قافلہ کے موقع پر دس محرم سے پہلے نہ پہنچ سکنے کی مندرجہ بالا نا قابل تردید واقعات وحالات کو پیش نظر رکھا جائے تو محرومی آب کی یہ سب فرضی داستانیں بے حقیقت اور وضعی ثابت ہوتی ہیں

آیت تطہیر میں حسینؑ شامل نہیں

انم یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس
اھل البیت ویطھر کم تطھیرا

اس آیت میں ازواج نبی کے جن بیوت یعنی گھروں کا ذکر ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مسکونہ گھر تھے وہ ہی تو مہبط وحی تھے۔ وہیں تو آیات قرآنی کا نزول ہوتا تھا۔ وہی تو فرشتوں کے اترنے کی جگہ تھے۔ ان ہی بیوت میں آپ کے ساتھ سکونت رکھنے والی آپ کی ازواج مطہرات ہی تو تھیں جن کو اہل بیت کہہ کر آئت تطہیر میں مخاطب کیا گیا ہے۔ آپ کے مسکونہ گھروں میں نہ آپ کے چچا عباس رہتے تھے اور نہ ہی آپ کے داماد علی اور نہ ہی ان کی بیٹی اور نہ ہی ان کی اولاد۔

صاحب روح المعانی نے صحیح کہا ہے کہ اہل بیت البیت میں الف لام عوض مضاف الیہ کے آیا ہے یعنی بیت النبی اور اس سے مراد صاف طور پر مٹی اور لکڑی کے بنے ہوئے گھر تھے نہ کہ قرابت ونسب کے گھرانے۔

﴿مقدمہ خلافت معاویہ ویزید صفحہ نمبر ۳۶﴾

غرضیکہ آئت تطہیر محض اور صرف ازواج مطہرات کے بارے میں ہے اور رجس کے بارے میں ہے اور رجس سے پاکی کا وعدہ ان ہی امہات المو منین سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی دوسرے نسبتی قرابت دار کو خواہ وہ چچا ہو یا داماد رجس سے پاک کرنے کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے نہ کوئی وعدہ فرمایا ہے اور نہ اس آئت کا اطلاق ان میں سے کسی پر ہے اور نہ ہو سکتا ہے

﴿صفحہ نمبر ۳۷﴾

آئت مباھلہ میں حسینؑ شامل نھیں

سیّد رشید رضا نے تفسیر لقرآن میں آیت مباہلہ کے سلسلے میں وضعی روایتوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ان روایتوں کا منبع ومصدر شیعہ ہیں ان روایتوں کی اشاعت حتی الامکان کی گئی ہے یہاں تک کہ اہل سنّت میں سے بھی کثیر تعداد متاثر ہوئی مگر ان روایتوں کو وضع کرنے والوں میں اس آیت پر تطبیق عمدگی کے ساتھ نہیں کی کوئی عرب نساء کا لفظ اور کلمہ اپنی زبان پر اس طرح نہیں لاسکتا کہ مراد اسکی اس لفظ سے بیٹی سے ہو خاص کر جب اس بیٹی کے شوہر بھی موجود ہوں اور نہ ان کی لغت میں اس لفظ کا یہ مفہوم پیدا ہو سکتا ہے۔

اوراس سے بعد بات یہ ہے کہ **انفسنا** سے مرادعلیؑ کی ذات سے لی جائے علاوہ بریں یہ بات یہی ہے کہ نجران کے عیسائی وفد کے ساتھ جن کے بارے میں میں کہا جاتا ہے کہ یہ آیت نازل ہوئی نہ انکی بیویاں تھیں اور نہ ان کے بیٹے اور اولاد نہ مباہلہ ہوا نہ مباہلہ کی شرائط کہ عیسائی جب تک اپنی بیویوں اور بیٹوں کو نجران سے نہ بلالیتے پوری ہوتیں تو آپ اپنی ازواج مطہرات اور اپنے فرزند ابراہیم کو ساتھ لیتے نہ کہ بیٹی اور نواسوں کو جن پر اس آیت کے لفظ **نساء نا و ابناء نا** کا اطلاق نہیں ہوسکتا جیسا کہ مفتی محمد عبدہ اور علامہ رشید رضا نے فرمایا ہے **نساء** کا لفظ کوئی عرب بیٹی کے لئے استعمال نہیں کرسکتا اور ابن کا لفظ نواسہ کے لئے نہیں ہوسکتا

﴿مقدمہ خلافت معاویہ ویزید صفحہ نمبر ۳۸﴾

خارجی اپنے آقا و مولا یزید کے حضور میں

کتاب رشید ابن رشید کے اقتباسات

امیر المومنین سیدنا یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ وصلی اللہ امیر المومنین یزید

﴿رشید ابن رشید صفحہ اول﴾

اجماع ہوا اصحاب کا خلافت یزید پر
اب کلمہ اختلاف اپنا یا نہ جائے گا

امیر و امام تھے وہ اصحاب رسول کے
رحمت کا یہ نشان مٹا یا نہ جائے گا

سالار فوج مغفور لھم کا مرتبہ
کوئی بھی ہو کسی سے گھٹایا نہ جائے گا

محبوب اہل بیت ہیں ابن معاویہ
پرچم کسی سے ان کا گرایا نہ جائے گا

ابن سبا کی نسل سن لے یہ واشگاف
نام یزید ان سے مٹایا نہ جائے گا

﴿کتاب مذکورہ صفحہ نمبر ۳﴾

صحابہ کا امام

صحابہ کرام کے بعد امیر المومنین یزید کی ذات اس کی بہت ہی زیادہ مستحق ہے کہ آپ کو رضی اللہ تعالیٰ کہا اور لکھا جائے صحابہ کرام کی شان و بزرگی کے پیش نظر اور ان کے بزرگوں کے مرتبے اور عزت کی خاطر ان کے امیر و امام (یزید) کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنا بے حد لازمی ہے ورنہ ان بزرگوں کی شان میں گستاخی ہوگی۔

محد ثین پر تھمت

اس حقیقت اور پر تمام محد ثین اور اہل حق متفق ہیں کہ امیر المومنین یزید نے جہادوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور پھر ان آیات اور آنحضور کی بشارت **مغفور لهم** کے پیش نظر کیوں نہ صحابہ کرام کے امیر کو رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا جائے۔

﴿کتاب مذکورہ صفحہ نمبر ۴۔۵﴾

اقبال پر بھتان

اس کتاب کے صفحہ نمبر ۷ا پر جلی قلم سے ایک عنوان لکھا ہے حکیم الامت ڈاکٹر محمد اقبال صاحب اور واقعہ کربلا [illegible] لکھا ہے:۔

ذرا سی بات تھی اندیشہ عجم نے اسے
بڑھا دیا اسے فقط زیب داستاں کیلئے

﴿اقبال﴾

یزید حق پر تھا

امیر المومنین یزید حق پر اور سیّدنا حسینؓ کے قتل سے راضی تھے تمام صحابہ جو اسوقت دنیا میں تشریف فرما تھے۔سب نے بخوشی یزید کی بیعت قبول کی تھی اس وقت کے تمام مسلمان مع حسینؓ اور ابن زبیر [illegible] خاندان

نبوّت کا ہر فرد امیر المومنین یزید کو نیک کردار اور دیندار سمجھتا تھا۔

حضرت علی اور یزید کا موازنہ

سیّدنا علی کی خلافت پانچ سال کے قریب ہے اور امیر امومنین کی

خلافت بھی تقریباً چار سال ہے اگر ان دونوں خلفاء کے عہد خلافت کا بچشم انصاف مطالعہ کیا جائے تو اندازہ ہو سکے گا کہ آیا باعتبار اجتماع اتحاد واخوت کے نیز بلحاظ تحفظ نفوس مسلمین اور دشمنان اسلام کے مقابلہ میں جہادی سرگرمیوں کے ملّت اسلام کو سیّدنا علی کے زمانہ کی خانہ جنگیوں اور اندوہناک خون ریزیوں سے تقویت پہنچی یا امیر المومنین یزید کے حسن انتظام سے۔

﴿کتاب مذکورہ ۲۲۔۲۳﴾

اس سے آگے چل کر لکھا ہے !

کہ بدیں وجہ اگر کوئی شخص میری اس تالیف سے سیّدنا علی اور امیر یزید کی شان کا تقابل سمجھے تو وہ تعصب سے کام لے گا۔

آل رسول

امیر المومنین یزیدؒ اور تمام تابعین عظام اور تبع تابعین اور باقی تمام نیک مسلمان جو گزر چکے ہیں اور جو آنے والے ہیں سب آل میں داخل ہیں جب آپ کہیں گے اللهم صلی علیٰ محمد وآل محمد تو یہ سب کے

ئے نیک سفارش ہوگی۔

گستاخ

جولوگ صحابہ کرام کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں وہ بھی صحابہ کرام کے امیر (یزید) کی شان میں گستاخیاں کرتے ہیں۔

﴿کتاب مذکورہ صفحہ نمبر ۳۸﴾

بیعت یزید کرنے والے

سیّدنا عباسؓ سیّدنا عمر فاروقؓ سیّدنا جعفر طیارؓ سیّدنا علیؓ بلکہ سیّدنا حسینؓ ان سب بزرگوں کی اولاد نے امیر المومنین یزید کی بیعت کی۔

اور حکومت کے کام میں ہر قسم کا تعاون فرمایا اور دنیاوی فوائد حاصل کئے یہ بزرگ امیر کے خلاف کسی قسم کی گستاخی سننے کو تیار نہ تھے۔

﴿کتاب مذکورہ صفحہ نمبر ۳۸﴾

واقعہ کربلا

کوفیوں اور مسلم بن عقیل کے بھائیوں کے ناعاقبت اندیشانہ جذبے سے یہ دل دہلا دینے والا واقعہ پیش آیا جس نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے فتنوں کے سیلاب بہادیئے۔

﴿کتاب مذکورہ صفحہ نمبر ۳۹﴾

یزید پاک

امیر المومنین یزیدؒ جن کو اللہ تعالٰی نے رہبر اعظم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان مبارک سے پاک فرمایا ہے

﴿صفحہ نمبر ۴۲﴾

یزید پر اعتراض کا مطلب

امیر المومنین یزید پر اعتراض کرنے کا واضح طور پر مطلب یہ ہے کہ ہم صحابہ پر اعتراض کر رہے ہیں

﴿صفحہ نمبر ۷۸﴾

صحابہ پر بهتان

یہ تو اللہ تعالٰی کی مہربانی اور کرم نوازی ہے کہ اس نے اسلام کی بہتری کیلئے صحابہ کرام کے دلوں میں یہ بات پیدا کر دی ہے کہ آئندہ سیدنا معاویہ کے بعد خلافت کا اگر ابھی سے فیصلہ کر دیا جائے تو یہ بہت ہی بہتر ہوگا ان حالات کے مدنظر آنحضور صلعم کے جانثاروں نے یزید کو ولی عہد کے لئے منتخب فرمایا۔

﴿کتاب مذکورہ صفحہ نمبر ۸۳﴾

یزید کی ولی عهدی ابن کثیر سے دهوکا

ن عہدی کے سلسلہ میں حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ تمام اسلامی دنیا نے متفقہ طور پر امیر یزید کی بیعت کر کے ثابت کر دیا تھا کہ امت مسلمہ امیر المومنین یزید کی خلافت پر خوش تھی۔

لکھتے ہیں کہ تمام اسلامی علاقوں میں لوگوں نے بلا کسی اختلاف کے بیعت کی اور وفود ہر جگہ سے تو کید بیعت کے لئے امیر یزید کے پاس حاضر ہوئے۔

﴿صفحہ نمبر ۸۰ جلد نمبر ۸ البدایہ والنہایہ﴾

اسے بے ایمانی اور بے حیائی کی انتہا کہہ لیجئے کہ اصل عبارت کا ایک جملہ بھی نہیں لکھا اور ترجمہ جو جی میں آیا لکھ دیا اور جو جی میں آیا نتیجہ نکال لیا۔

یزید سب سے افضل

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام صحابہ امیر یزید کے انتخاب پر متفق تھے۔

﴿صفحہ نمبر ۹۱﴾

امیر المومنین یزید کا خلیفہ ہونا ضروری تھا۔

﴿صفحہ نمبر ۹۲﴾

امیر المومنین یزید اس وقت کے تمام لوگوں سے علم و حلم اور رائے

میں افضل تھے۔

﴿صفحہ نمبر ۹۳﴾

مسلمانوں کی بہتری اور رفاہیت امیر یزید کو خلیفہ بنانے میں ہی تھی

﴿صفحہ نمبر ۹۳﴾

امیر المومنین یزید کو نامزدگی پر شرعی حجت قائم ہو چکی تو اس پر اعتراض کیوں۔

﴿صفحہ نمبر ۹۴﴾

امیر المومنین یزید کو خلیفہ نامزد کرنے میں صحابہ کرام نے اتفاق فرمایا اور کسی نے بھی اس پر کسی قسم کا اعتراض نہیں کیا۔

﴿صفحہ نمبر ۹۴﴾

یزید نہ ہوتا تو تبلیغ اسلام ختم ہو جاتی

ان حالات سے ثابت ہوا کہ امیر المومنین یزید کے علاوہ کسی دوسرے کو مسند خلافت پر لایا جاتا تو قوم میں وہ خانہ جنگی ہوتی کہ جمل صفین کی دل دہلا دینے والی خانہ جنگیوں سے بھی زیادہ مسلمان قوم تباہ برباد ہوتی اور اسلام کی تبلیغ کے تمام ذرائع مسدود ہو کر رہ جاتے۔

﴿صفحہ نمبر ۹۵﴾

یزید کی شان میں قرآن

امیر المومنین یزید کی امارت اللہ تعالیٰ کا انعام تھا اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے

وعدالله الذین آمنو منکم وعملو الصلحت
یستخلفنهم فی الارض الی آخر الایة

ترجمہ!

اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے انہیں یقیناً اللہ تعالیٰ حکومت عطا فرمائے گا۔ (الخ)

﴿صفحہ نمبر ۹۷﴾

امھات المو منین پر بھتان

آنحضور صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کی ازواج مطہرات امیر یزید کی خلافت پر متفق تھیں۔

اصحاب عشرہ مبشرہ پر بھتان

اصحاب عشرہ مبشرہ بھی امیر یزید کی خلافت پر خوش تھے سیّدنا سعد بن ابی وقاصؓ آپ آنحضور صلعم کے ماموں ہیں آپ نے سیّدنا علی کی بیعت نہیں کی لیکن امیر یزید کی ولیعہدی سے اتفاق کیا۔

﴿صفحہ نمبر ۹۹﴾

ابو ایوب انصاری پر بھتان

سیدنا ابو ایوب انصاریؓ آپ جلیل القدر صحابی اور میزبان رسولؐ پاک ہیں اور قسطنطنیہ کی مغفور فوج میں امیر یزید کی قیادت میں شریک تھے امیر یزید کی ولیعہدی پر متفق تھے۔

﴿صفحہ نمبر ۱۰۰﴾

اقبال کا ایک شعر

انہیں فتوحات کی خوشی میں ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم اپنے سابقون اسلاف کا نام فخریہ طور پر لیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

(آگے چل کر لکھا کہ) اس کا سہرا امیر المومنین یزید کے سر ہے کیونکہ یہ مہم آپ ہی کی خلافت آپ ہی کی خواہش اور آپ ہی کے مقرر کردہ جرنیل کے ہاتھوں سرانجام پائی۔

﴿صفحہ نمبر ۱۱۹﴾

واقعہ کربلا سبائیوں کی شرارت ہے

امیر المومنین یزید کی مدت خلافت پونے چار سال ہے جس میں واقعہ کربلا اور واقعہ حرہ کے سوا کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی۔ جس میں حادثہ کربلا خانہ جنگی یا بغاوت کسی صورت بھی نہیں کہا جاسکتا کیونکہ یہ اسلام دشمن سبائیوں کی

شرارت کا نتیجہ تھا۔

﴿صفحہ نمبر ۱۲۰﴾

واقعہ حرّہ اھل مدینہ کی شرارت ہے

رہا واقعہ حرّہ تو اس میں کوئی بھی ذمہ دار بزرگ شامل نہ تھا سیّدنا علی کے خاندان سے ایک فرد بھی اس کی تائید میں نہ نکلا۔ نہ ہی کوئی بنی عباس اور نہ کوئی فاروقی و ہاشمی اس فتنہ میں مبتلا ہوا۔

﴿صفحہ نمبر ۱۲۱﴾

اس ہنگامہ میں اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے بہت ہی معمولی جانی نقصان ہوا بقول جلال الدین سیوطی کے کل تین سو ساٹھ مسلمان واقعہ حرّہ میں مارے گئے اہل نظر جانتے ہیں کہ اتنے بڑے ملک میں ایک شہر (مدینہ منورہ) کے چند ہزار لوگوں کی شرارت کو بغاوت یا جنگ کا نام نہیں دیا جا سکتا ان دونوں حادثوں میں زیادہ سے زیادہ چھ سو کے قریب مسلمان کام آئے

﴿خلافت معاویہ یزید﴾

حصہ دار

آپ کے عہد میں اسلامی فتوحات کا سیلاب بڑھتا ہی چلا گیا اور اسلام کامیابی سے دنیا میں پھیلتا ہی چلا گیا اور یہی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک کی مرضی تھی۔

سیدنا ابو ایوب انصاریؓ آپ جلیل القدر صحابی اور میزبان رسولؐ پاک ہیں اور قسطنطنیہ کی مغفور فوج میں امیر یزید کی قیادت میں شریک تھے امیر یزید کی ولیعہدی پر متفق تھے۔

﴿صفحہ نمبر ۱۰۰﴾

اقبال کا ایک شعر

انہیں فتوحات کی خوشی میں ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم اپنے سابقون اسلاف کا نام فخریہ طور پر لیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

دشت تو دشت ہیں دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحر ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

(آگے چل کر لکھا کہ) اس کا سہرا امیر المومنین یزید کے سر ہے کیونکہ یہ مہم آپ ہی کی خلافت آپ ہی کی خواہش اور آپ ہی کے مقرر کردہ جرنیل کے ہاتھوں سرانجام پائی۔

﴿صفحہ نمبر ۱۱۹﴾

واقعہ کربلا سبائیوں کی شرارت ہے

امیر المومنین یزید کی مدت خلافت پونے چار سال ہے جس میں واقعہ کربلا اور واقعہ حرہ کے سوا کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی۔ جس میں حادثۂ کربلا خانہ جنگی یا بغاوت کسی صورت بھی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ یہ اسلام دشمن سبائیوں کی

شرارت کا نتیجہ تھا۔

﴿صفحہ نمبر ۱۲۰﴾

واقعہ حرّہ اہل مدینہ کی شرارت ہے

رہا واقعہ حرّہ تو اس میں کوئی بھی ذمہ دار بزرگ شامل نہ تھا سیّدنا علی کے خاندان سے ایک فرد بھی اس کی تائید میں نہ نکلا۔ نہ ہی کوئی بنی عباس اور نہ کوئی فاروقی و ہاشمی اس فتنہ میں مبتلا ہوا۔

﴿صفحہ نمبر ۱۲۱﴾

اس ہنگامہ میں اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے بہت ہی معمولی جانی نقصان ہوا بقول جلال الدین سیوطی کے کل تین سو ساٹھ مسلمان واقعہ حرّہ میں مارے گئے اہل نظر جانتے ہیں کہ اتنے بڑے ملک میں ایک شہر (مدینہ منورہ) کے چند ہزار لوگوں کی شرارت کو بغاوت یا جنگ کا نام نہیں دیا جا سکتا ان دونوں حادثوں میں زیادہ سے زیادہ چھ سو کے قریب مسلمان کام آئے

﴿خلافت معاویہ یزید﴾

حصہ دار

آپ کے عہد میں اسلامی فتوحات کا سیلاب بڑھتا ہی چلا گیا اور اسلام کامیابی سے دنیا میں پھیلتا ہی چلا گیا اور یہی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاک کی مرضی تھی۔

آپ کے عہد کی فتوحات نے ثابت کیا کہ امیر المومنین یزید دین حق کو دنیا میں پھیلانے کے پورے پورے حصہ دار ہیں

﴿صفحہ نمبر ۱۲۴﴾

پیدائشی جنّتی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق کہ قیصر روم کے شہر قسطنطنیہ پر میری امت کی جو پہلی فوج جہاد کرے گی وہ مغفور ہے امیر یزید اس فوج کے سالار تھے۔ اسلئے آپ پیدائشی جنّتی ہیں۔

﴿صفحہ نمبر ۱۱۳﴾

امیر المو منین

تمام صحابہ جو اس وقت دنیا میں حیات تھے سب نے امیر خلافت کی بیعت کی اور امیر کو امیر المومنین کے لقب سے یاد کیا۔

﴿صفحہ ۱۳۱﴾

حق بجانب

امیر المومنین یزید وہ خوش قسمت انسان ہیں کہ خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایک ادنیٰ غلام ہونے کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک ایسی صفت سے نوازا جس پر آپ بجا طور پر فخر کرنے پر حق بجانب ہیں کہ سیّدنا ابو بکر صدیقؓ آپ کے نائیوں کے دست حق پرست پر

خلافت کی بیعت کر کے ان کو اپنا امیر و امام تسلیم کرنے والوں میں ایک بھی شخص ایسا نہ تھا جو ان بزرگوں سے کسی طور پر بھی افضل ہو لیکن امیر المومنین یزید کی بیعت کر کے آپ کو امیر و امام تسلیم کرنے والوں میں بہت ہی بلند مقام رکھنے والی اکثر ذیشان ہستیاں موجود تھیں۔

﴿صفحہ نمبر ۱۳۲﴾

افسانہ تراشی

امیر المومنین یزید دین حق کے خادم اور امت مسلمہ کے خلیفہ بنے اور لوگوں پر خدا کے حکم کو نافذ کیا۔ دنیا کی اصلاح میں حصہ لیا اور اسلام کو دنیا میں پھیلایا گویا اللہ کے بندوں کو فیض پہنچایا۔ اسلامی سرحدوں کو وسیع کیا لہٰذا قرآن کریم کے اصول کے مطابق فلاح و نجات پانے والے وہی لوگ ہیں جو حق کا بول بالا کرتے ہیں رہا کربلا کے مظالم اور بداعمالیوں کا معاملہ تو یہ کوئی تفرقہ بازوں کی افسانہ تراشی ہے۔

﴿صفحہ نمبر ۱۳۲﴾

مدینہ منورہ سے یزید کی محبت

اہل نظر کیا یزید کے ایسے سلوک سے یہ نتیجہ برآمد نہیں ہوتا کہ آپ کو مدینہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حد سے زیادہ انس اور محبت تھی وہ لوگ جو آپ پر تہمتیں لگاتے ہیں انصاف سے کہیں کہ امیر المومنین یزید کو

مدینہ رسول اور اہل مدینہ سے کس قدر محبت تھی۔

﴿صفحہ نمبر ۱۶۹﴾

باپ نے جان دے دی بیٹے نے بیعت کر لی

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق لکھتا ہے کہ آپ نے امیر المومنین یزید کی اہلیت اور صلاحیت اور ان کے حسن سلوک و پدرانہ شفقت اور ملی ضروریات کو مدنظر رکھتے ہوئے بیعت خلافت کی تھی۔

کوفیوں کا کردار آپ کے سامنے تھا اس لئے انہیں ساری عمر منہ نہ لگایا حالانکہ کوفی جناب زین العابدین کو اپنے دام میں پھنسانے کے لئے حد سے زیادہ زور صرف کرتے رہے یہ سب باتیں تاریخ اسلام سے اچھی طرح ثابت ہیں۔۔۔آپ نے امیر المومنین یزید سے خلافت کی بیعت کر کے ہر طرح سے تعاون فرمایا ور واقعہ حرہ میں بلوائیوں سے علیحدہ رہے اور بغاوت سے پہلے امیر المومنین کو ہر بات سے باخبر رکھا اور اپنے آپ کو باغیوں سے ہر طرح سے علیحدہ رکھا۔

﴿صفحہ نمبر ۱۷۷﴾

عمر بھر دعائیں دیتے رہے

مزید لکھا ہے!

بلکہ امیر المومنین یزید کا حسن سلوک اور پدرانہ برتاؤ دیکھ کر عمر بھر

دعائیں دیتے رہے۔

﴿صفحہ نمبر ۱۷۵﴾

یزید کی تعظیم

ثابت ہوتا ہے کہ علیؓ بن حسینؓ (امام زین العابدین) امیر یزید سے نہایت تعظیم اور عزت سے پیش آیا کرتے تھے۔

رشتہ داری

امیر المومنین یزید اپنا پیوند ابی طالب کے گھر بھی جوڑنے میں کامیاب رہے مثلاً سیدنا عبداللہ بن جعفر طیار بن ابی طالب آنحضور صلعم کے منہ بولے بیٹے اپنی دختر نیک اختر سیدہ ام محمد کا نکاح امیر المومنین یزید سے کرتے ہیں۔

ہردلعزیزی

امیر المومنین یزیدؒ کو عوام میں مقبولیت اور ہردلعزیزی حاصل تھی۔

﴿صفحہ نمبر ۱۵۷﴾

خلیفہ برحق

جس نے خانہ کعبہ پر دیبائے خسروی کا غلاف چڑھانے کی مبارک رسم کی ابتداء کی وہ امیر المومنین یزید ہی تھے ان کے خلیفہ برحق ہونے میں

کوئی کسر باقی ہے۔

﴿صفحہ نمبر ۱۶۴﴾

عبد اللہ بن جعفر طیّار پر بھتان

آپ سیّدہ زینب بنت علی کے خاوند ہیں جو واقعہ کربلا میں موجود تھیں۔ابن جعفر نے امیر المومنین یزید سے پہلے ولیعہدی کی پھر خلافت کی بیعت کی اور آخری دم تک اس پر مستحکم رہے آپ نے ایک دفعہ امیر المومنین یزید سے واقعہ کربلا کے بعد فرمایا تھا کہ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں؛

﴿صفحہ نمبر ۱۶۹﴾

عیسا ئیوں کا یزید

یزید حد درجہ حلیم وکریم سنجیدہ ومتین غرور اور خود بینی سے مبّرا اپنی ذات میں زبردست رعایا کے محبوب تزک واحتشام شاہی سے متنفر عام شہریوں کی طرح سادہ زندگی بسر کرنے والے مہذب انسان تھے۔

﴿صفحہ نمبر ۱۳۷ بحوالہ عیسائی موئرخ﴾

مجسمہء خصائل

امیر یزید کی ذات میں بہت اچھی خصلتیں حلم وکرم فصاحت وشعر گوئی اور شجاعت وبہادری کی تھیں نیز حکومت کے معاملات میں بہت عمدہ رائے رکھتے تھے۔

﴿صفحہ نمبر۱۳۸﴾

نا محمود عباسی کے قصیدے یزید کی شان میں

قارئین کو ہم بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ ابن یزید کی کتاب رشید ابن رشید کے تمام تر حوالہ جات جو آپ ابھی ابھی پڑھ چکے ہیں نا محمود عباسی کی کتاب خلافت معاویہ و یزید کے صفحہ نمبر ۴۵ سے صفحہ نمبر ۷۶ سے اخذ کئے ہیں صرف انداز تحریر جاہلانہ ہے باقی سب کچھ وہی ہے جو عباسی نے لکھا ہے۔

اس لئے ہم ان حوالہ جات کا دوبارہ اعادہ نہیں کریں گے البتہ جب ان پر بحث ہوگی تو پھر یہ سب کچھ سامنے لانا ہی پڑے گا یہاں پر عباسی کے شان یزید (لعین) میں لکھے ہوئے عربی قصائد کے کچھ حصہ کا ترجمہ پیش کریں گے اور یہ ترجمہ بھی اسی کا ہے جن سے قارئین کو معلوم ہو جائے گا کہ ان لوگوں کی نگاہ میں خدا اور رسول کے بعد اگر کوئی مقام ہے تو وہ یزید پلید

کے لئے مخصوص ہے، چونکہ ان قصائد کا ہر جملہ بذات خود ایک عنوان ہے اس لئے متعدد عنوانات قائم کرنے کی بجائے صرف یہی ایک عنوان رکھا جاتا ہے

قصیدے یزید کے

☆۔ ہم نے عید کی خوشی سے اس قدر لطف اٹھایا جس طرح امیر یزید نے سخاوت و بخشش سے۔

☆۔ کیا مشک کی خوشبو یزید کے شیریں اور خوشبو دار اخلاق سے زیادہ خوشگوار ہے۔

☆۔ غیر مغلوب یزید میدان جنگ سے اموال غنیمت ہی لیکر لوٹتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور ثناء آپ لوگوں کے حق میں عفو و مغفرت کی بشارت دی ہے۔

☆۔ وہ لوگ جن کی ساری خطائیں دو نہروں (دجلہ و فرات) میں ڈھل گئیں۔

☆۔ آپ لوگوں نے کفرستان کو منور کرنے کے باعث اپنے اوپر فردوس واجب کرلیا۔

☆۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جنہوں نے امیر یزید کی قیادت میں

جہاد کیا۔

☆۔ ان پاک طینت مجاہدین میں حضرت حسین بھی تھے۔

☆۔ تمام بڑے بڑے ائمہ وقت نمازوں اور مقدموں میں ہمیشہ امام وفیصل بناتے۔

☆۔ یزید سے بڑھ کر مظلوم کوئی نہیں۔

☆۔ یہاں تک کہ تمام لوگوں نے بے چون وچرا تہہ دل سے آپ کی ولی عہدی کی بیعت کی۔

☆۔ زمین کی ولی عہدی کے دس سالہ دور میں آپ نے سارے فخر کمالات حاصل کر لئے۔

☆۔ ایک جماعت ان کی فطری خوبیوں سے بیزار ہو کر بے وفائی پر آمادہ ہوگئی۔

☆۔ آپ عرب کے پرہیزگار شہسوار اور قوم کے محبوب ہیں۔

☆۔ آپ کی خلافت میں شک کرنے والا خلفائے راشدین کی خلافت میں شک کرنے والے کے مشابہ ہے۔

☆۔ ان کے والد محترم نے جمہوریت سوزی کے اندیشہ سے ان کی ولائت کو پسند کیا۔

☆۔ اس شہسوار عرب کی ولائت میں اڑھائی سو سے زیادہ صحابی تھے۔

☆۔ امیر المومنین یزید حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے مساویانہ برتاؤ فرماتے تھے۔

☆۔ ان کے عزائم پہاڑ کی طرح اٹل اور ہمتیں فضا کی طرح وسیع تھے۔

☆۔ اپنے پرہیزگار آباؤ اجداد کی طرح داد و دہش میں بحر تلاطم کے مشابہ ہیں۔

☆۔ آپ کے پاس وفود آتے اور گلہائے مراد سے دامن بھرپور واپس لے جاتے۔

☆۔ جبکہ غبی الطبع خراٹے بھرتے ہیں وہ ہشیار جاگتا رہتا ہے۔

☆۔ تحمل اور بردباری پھول اور مقابلے میں زمانے کی طرح تیز رفتار۔

☆۔ درحقیقت بنو حرب کے تم ہی پر امید فرد ہو جنہوں نے بڑے بڑے لوگوں کے خواب جھٹلا دیئے۔

☆۔ آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، ان کے خاندان اور صحابیوں سے عاشق کی طرح سے محبت تھی جو محبت کے حق کو پورا کر دیا کرتا ہو۔

☆۔ اس لئے آپ حضور کے گھر کے پڑوسیوں پر قربان تھے۔

☆۔ بڑوں کے بادشاہ یزید کی طرح دنیا مدینہ پر قربان ہو جائے (اور میں بھی) اس مسند نشین شیر کی طرح اس بہترین سرزمین پر قربان

ہو جاوں۔

☆۔ آپ کے پاس بیوہ اور مکاتب غلام اور لونڈیاں پناہ پاتے تھے۔

☆۔ بنوسہم، بنوجمح، اور بنوعدی آپ پر قربان تھے۔

☆۔ امیرالمومنین اپنے ہاتھوں سے ڈول کی طرح علی ابن حسین رضی اللہ عنہ کو نوازا کرتے تھے اور علی بن حسین (زین العابدین) بھی یزید سے حد درجہ مانوس تھے اور دشمنوں کی پراسرار شرارتوں کی اطلاع آپ کو پہنچایا کرتے تھے۔

☆۔ امیرالمومنین یزید بچوں والی ماں کی طرح ان لوگوں سے لاڈ پیار کرتے تھے۔

☆۔ امیرالمومنین لوگوں کو اتنا کھلاتے پلاتے اور دلجوئی کرتے کہ لوگ انہیں کمزور سمجھنے لگے۔

☆۔ چلچلاتی دھوپ میں امیرالمومنین کا صحت پرور سایہ پناہ بخش تھا۔

☆۔ بزرگان صحابہ کی طرح آپ حد درجہ خوددار پروقار کریم النفس اور شریف الطبع تھے۔

☆۔ امن و جنگ ہر حالت میں آپ بزرگی و شرافت کی بہترین مثال تھے۔

☆۔ آپ پر لعن طعن کرنے والوں کے ساتھ مجدی منافقوں جیسا

برتاؤ ہونا چاہئے۔

☆۔ قلب مومن کے نور ایمانی کی طرح اے امیر المومنین یزید آپ ہمیشہ منور رہیں گے۔

☆۔ آپ نے بحیثیت امیر لوگوں کو تین دفعہ حج کرایا، آپ پر امیر و غریب سب قربان ہوں۔

☆۔ آپ زبردست عالم، فقیہ اور حافظِ قرآن تھے۔ آپ نے پاک نصوص سے روائتیں کی ہیں۔

☆۔ آپ سنگین سے سنگین معاملات میں حلم و بردباری کے پیکر تھے۔

☆۔ آپ نے بدترین ہجو کرنے والوں کو بھی ہلاکت کی سزا دینا گوارا نہیں فرمائی، بلکہ آپ نے ابن حسان و ابن ہبان جیسے ہجو گویوں کے عطیات دگنے کر دیئے۔

☆۔ آپ وقت مقابلہ شیر رحم دل انصاف پرور اور موتیوں کی بارش کرنے والے ہیں۔

☆۔ اعمال میں تقویٰ کی فضیلت کی طرح آپ حکومت، کے سر براہوں میں افضل ترین ہیں۔

☆۔ آپ امت اور امور مملکت کے بہترین منتظم اور مدبر ترین انجینئر ہیں۔

☆۔ پاکیزہ نفسوں کی طرح آپ زہد و تقویٰ کا ایثار کرتے۔

☆۔ تعجب ہے کہ صحابی جیسی شخصیتوں کو فاجر بنا دینا دین کی بنیاد قرار پاتا ہے۔

﴿ماخوذ، خلافت معاویہ و یزید صفحہ ۵۴۶ تا ۵۶۰﴾

تین کانے

ہمارے سامنے خوارج اور نواصب کے متعدد ٹریکٹ اور کتابچے بکھرے پڑے ہیں جن کا ایک ایک جملہ عداوت اہلبیت کا غماز ہے اور ایک ایک لفظ سے بغض و کینہ کی بو آتی ہے ہماری تحقیق کے مطابق یہ تمام تر متعفن مواد نا محمود عباسی کی شر انگیز کتاب خلافت معاویہ و یزید سے ہی حاصل کیا گیا ہے۔ اس لئے ہم نہیں چاہتے کہ ان تمام جہلا کی تحریروں کو سامنے لایا جائے، کیونکہ ان سب میں ایک ہی ابلیسی روح کارفرما ہے۔ البتہ دو کتابیں مزید ایسی ہیں جن کی چند عبارات پر توجہ دینا ضروری سمجھا گیا ہے اور اس کی کچھ وجوہات بھی ہیں ان میں سے ایک کتاب کا نام رشید ابن رشید ہے جس کے کئی حوالے آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں اس کے مصنف یا مولف نے خود کو ابو یزید کی کنیت سے متعارف کرایا ہے حالانکہ یزید پلید سے اس کی والہانہ عقیدت کا تقاضا یہ تھا کہ وہ خود کو ابن یزید لکھتا۔

بہر حال ہم اس کی اس بھول چوک کو معاف کرتے ہیں اور خود اسے

ابن یزید ہی کے نام سے یاد کریں گے۔

اگرچہ اس کی کتاب کا متعدد بہ حصہ ناممحمود عباسی ہی کی تحریروں کا چربہ ہے تاہم اس نے کچھ خوفناک اضافے بھی کئے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اپنے اسلاف خوارج کی طرح قطعی طور پر بے محل اندھادھند قرآن مجید کی مقدس آیات نقل کرتا چلا گیا ہے اور پوری کتاب میں ایک آیت بھی ایسی نہیں پیش کی گئی جس سے اسکے استدلال کو تقویت ملتی ہو بہر حال یہ انکشاف ہم کسی دوسرے مقام پر کریں گے کہ کس طرح خارجی اپنے ابتدائی دور میں قرآن مجید کی آیات مقدسہ کو بلاوجہ اور بے محل پیش کیا کرتے تھے۔ اور کس طرح اس نے اپنے آباء اجداد کی تقلید میں قرآن کریم کو کھلونا بنانے کی کوشش کی ہے علاوہ ازیں اس نے ترجمان اہلسنت علامہ اقبال کے کلام کو بھی کہیں کہیں گواہ بنانے کی کوشش کی ہے اور خاص بات اس میں یہ ہے کہ اس کتاب پر خارجی وہابیوں اور خارجی دیوبندیوں کے چند مولویوں کے بھی تصدیقی دستخط ہیں۔

دوسری کتاب جس کے چند نمونے ہم پیش کرنے والے ہیں کا نام سادات بنوامیہ ہے اور اس مولف کا نام محمد سلیمان ہے یہ کتاب اس نے کسی محبِّ اہل بیت کی تردید میں لکھی ہے اور انداز تحریر انتہائی کریہہ اور سوقیانہ ہے ہم اس کتاب کو زیر بحث کبھی نہ لاتے اگر اس کا تعارف ناممحمود عباسی نے نہ لکھا ہوتا۔

چونکہ فتنہ عداوت اہلبیت کا محرک محض عباسی ہے اور پاکستان و ہندوستان میں یہی پہلا فتنہ انگیز اور مرکز شر وفساد ہے اس لئے بالواسطہ یا بلا واسطہ ہمارا مخاطب یہی رہے گا اس کو فتنہ باز اول ہم محض قیاسی طور پر ہی نہیں کہہ رہے بلکہ اس کی اپنی عبارت ہی سے مترشح ہوتا ہے کہ پاکستان میں عداوت آل رسول اور حمائت یزید پلید کا بیڑا اول اول اسی ملعون نے اٹھایا تھا چنانچہ یہ اپنی تلبیسات میں رقم طراز ہے کہ ہز ہائی نس سر آغا خان نے اپنی ایک تحریر میں فرمایا تھا کہ !

پاکستان بنا ھی یزید کیلئے ھے

دنیائے اسلام کی صدیوں کی تباہی کے بعد پاکستان بحیثیت سب سے پہلی عظیم ترین اسلامی مملکت کے عالم وجود میں آیا ہے اس لئے یہ موزوں ترین وقت ہے کہ اسلامی تاریخ کے اس عظیم الشان دور یعنی بنو امیہ کے درخشاں دور صد سالہ کی سچی تاریخ لکھ کر پبلک کے سامنے پیش کی جائے ،مصر وشمالی افریقہ میں تو اس قسم کی تالیف کی اس سے بہت کم ضرورت ہے کیونکہ مصر اور شمالی افریقہ کے (مسلمانوں) نے اس تشکیلی دور کی عظمت کو فراموش نہیں کیا۔

﴿خلافت معاویہ ویزید صفحہ نمبر ۵۹۔۶۰﴾

آگے چل کے لکھا ہے راقم الحروف کو اپنی کم بضاعتی کا اعتراف ہے

اور مدت دراز سے اس دور کے بعض اہم واقعات کی تحقیق و تفتیش میں ہمت مصروف رہی محترمی ڈاکٹر عبدالحق بابائے اردو کی فرمائش سے کتاب الحسین پر مختصر تبصرہ رسالہ اردو۔ جنوری ۱۹۵۶ میں شائع ہوا پھر یہ تبصرہ رسالہ تذکرہ کراچی میں دو سال تک شائع ہوتا رہا اور اس سلسلہ میں بارہ قسطیں راقم الحروف کی شائع ہوئیں چند ہی قسطیں شائع ہونے پر پاکستان اور بھارت کے ہمت افزا اور ستائشی خطوط بکثرت آنے شروع ہوگئے جن میں سے اکثر میں یہ تقاضا تھا کہ ان مضامین کو کتابی صورت میں شائع کیا جائے۔

﴿خلافت معاویہ ویزید صفحہ نمبر ۶۳﴾

(شمالی افریقہ وغیرہ چونکہ خوارج ونواصب کا شروع ہی سے مرکز رہا ہے اس لئے وہاں اس کتاب کی کیا ضرورت ہوسکتی ہے ؟ (مصنف)

مختصر یہ کہ پاکستان میں فتنہ خارجیت کا بانی نا محمود عباسی ہی کو قرار دیا جاسکتا ہے اور یہی پہلا شخص ہے جس نے بذریعہ تحریر اظہار بغض اہلبیت کا بیڑا اٹھایا اور باقی اس کی تمام تر ذریت اس کی مقلد ہے۔

ہم پوچھتے ہیں ؟

بات دور نکل جانے کا خوف نہ ہوتا تو ہم تلمیذ ابلیس پر یہ سوال بڑی وضاحت سے کرتے کہ پاکستان اسی لئے معرض وجود میں آیا تھا کہ یہاں صدیوں کے بعد فتنہ خارجیت کو پنپنے کا موقع مہیا ہو جائے گا۔

کس قدر ڈھٹائی اور بے حیائی ہے کہ جو ملک صرف اور صرف عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور محبان اہل بیت کرام کی بے مثال قربانیوں سے منصۂ شہود پر آیا اس میں اہلبیت رسول پر گستاخانہ حملوں اور زبان درازیوں کا اہتمام کیا جائے۔

جس ارض مقدس کے حصول کیلئے جذبہ حسینیت کے نام پر مسلمانوں کو مجتمع کیا گیا ہو اس مقدس سرزمین کے حاصل ہو جانے پر جذبہ حسینیت کو کچل دینے کے پروگرام مرتب کئے جائیں، نواسہ رسول کو ننگی گالیاں دی جائیں جس کی شہادت کے اثرات نے اہل اسلام کو ذوق شہادت کی لذات وکیفیات سے آشنا کیا اس کو باغی کا خطاب دے کر اس پر طعن وتشنیع کے تیر برسائے جائیں۔ (معاذ اللہ)

یہ سب تمہاری فریب کاری اور خرافات ہے۔ یاد رکھو پاکستان کی تاریخ کو بنو امیہ کا دور کوئی درخشندگی نہیں دے سکتا۔ تم لوگ یزید پلید کے فرضی کارنامے بیان کر کے پاکستان کی بنیادیں ہلا دینا چاہتے ہو ارض مقدس کی بہاریں خون شبیر کی رنگینیوں کی مرہون منت ہیں۔

کیا تم اور تمہاری ذریّت ایک لمحے کے لئے بھی یہ ثابت کر سکتی ہے کہ پاکستان کو یزید کی قصیدہ خوانی اور اس کے عظیم کارناموں کو بیان کر کے حاصل کیا ہے ؟

کیا تم لوگ اہل پاکستان کو یہ باور کرا سکتے ہو کہ مملکت خدا داد پاکستان امام حسین علیہ السلام کو باغی اور سرکش قرار دے کر حاصل کی گئی ہے اور اگر ایسا نہیں ہوا تو جو ملک بنوامیہ کی تاریخ روشن ہونے سے پہلے دنیا کے نقشہ پر بصد حسن و رعنائی جلوہ گر ہوتا ہے۔ تو اس کو یک بیک اس صد سالہ روشن ترین تاریخ کی تاریخ کی ضرورت کیوں محسوس ہونے لگی ۔

جس میں خاندان نبوت کو اجاڑا گیا اور گلستان نبوت کے ہر پھول کو مسل دیا گیا۔ مدینۃ الرسول کو تاراج کیا گیا۔ بیت اللہ شریف پر منجنیقوں سے پتھر برسائے گئے۔ کعبۃ اللہ پر آگ کی بارش کر کے غلاف کعبہ کو جلایا گیا۔ حضرت عبداللہ بن زبیر کو حرم محترم کے احاطہ میں ذبح کر دیا گیا۔

اور پھر محمد بن قاسم اور طارق بن زیاد جیسے جاں باز مجاہدین اسلام کو بھی تہہ تیغ کروا دیا گیا۔

بنوامیہ کی روشن تاریخ بیان کرنا تھی تو عمر بن عبدالعزیز کے دور کی بات ہوتی ہے اور ان کی اصلاحات کو سامنے لا کر دنیا کو بتایا ہوتا کہ انہوں نے کس مجاہدانہ انداز سے عوام الناس کو بنوامیہ کی چیرہ دستیوں اور نت نئے مظالم سے محفوظ کیا۔

اصلی مجرم

بات پھر دور جا رہی ہے اس لئے انہیں الفاظ پر اکتفاء کرتے ہوئے ہم اپنے موضوع کی طرف رجوع کرتے ہیں اصل بات یہ تھی کہ پاکستان میں کارخانہ خارجیت کو متحرک کرنے والا پہلا شخص نا محمود عباسی ہے، جس کا اندازہ قارئین کو اس کے اپنے بیان سے بھی ہو گیا ہوگا اور ویسے بھی یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ باقی تمام تر کتابچے اسی مبغوض کی کتاب کے چربے ہیں

اب ہم جس کتاب کے چند اقتباسات ہدیہ قارئین کرنا چاہتے ہیں اس کے متعلق ہم بتا آئے ہیں کہ اس کا نام سادات بنوامیہ ہے۔ اور اس کا تعارف اسی نا محمود عباسی کا لکھا ہوا ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس تعارف کے چند جملے ہدیہ قارئین کر دیئے جائیں تا کہ آئندہ اوراق میں آنے والے متعدد واقعات کو سمجھنے میں آسانی رہے۔

چور کا گواہ قاتل

اس سے پیشتر کہ ہم سادات بنوامیہ کے مولف کی اہلبیت کرام کی شان میں کی گئی گستاخیوں اور شان یزید پلید میں لکھے گئے قصائد کی فہرست ہدیہ قارئین کریں اس تعارف کے چند جملے پیش خدمت کرتے ہیں جو اس کتاب اور مولف کے بارے میں نا محمود عباسی نے تحریر کیا ہے۔

چنانچہ وہ لکھتا ہے !

جواں سال و جواں ہمت مصنف محمد سلیمان سلمان کو خدا جزائے خیر

دے کہ انہوں نے اپنی اس تصنیف میں غائت تحقیق سے روائتاً درائتاً ان تمام اتہامات اور بہتان تراشیوں کا پردہ اس طور سے چاک کر دیا کہ تارِ عنکبوت کی بھی سکت ان اکاذیب میں باقی نہ رہی تاریخ کے اوراق ابن الوقت بہروپیوں، زندیقوں اور روافض کی نشان دہی کرتے ہیں جو اپنے ذلیل مقاصد سے سنیت کا چولہ پہن کر لوگوں کو گمراہ کرتے رہے ہیں

﴿سادات بنوامیہ۔ تعارف عباسی﴾

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے باوجود شوکت وقوت کے حضرت امیر معاویہ کو خلافت سپرد کی تھی تو ان کے چھوٹے بھائی (حضرت حسین رضی اللہ عنہ) نے کیوں امیر یزید کی وعید سے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے باضابطہ ولی عہد تھے اور تمام مسلمان ان کی وعید میں شامل تھے، منکر ہو کر یہ مصیبتیں کیوں اپنے سر مول لیں جس کا رونا یہ رافضی روتے ہیں۔

﴿سادات بنوامیہ۔ تعارف عباسی﴾

نامحمود عباسی کی ان چند سطور کا تذکرہ یہاں اس لئے ضروری تھا کہ قارئین پر واضح ہو جائے کہ یہ کتاب بھی اسی ناہنجار کے ایمان پر لکھی گئی ہے، اور اسی کے شیطانی ذوق کے سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ بہر حال۔ اب ہم اس کتاب کے چند ملے جلے اقتباسات ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔

حدیثوں کا کارخانہ

سیاسی رقابت

حضرت امیر معاویہ، یزید، مروان کے خلاف جو احادیث گھڑی گئیں ان کا منشا سیاسی رقابت تھی۔

بنو عباس نے پولیٹکل اغراض کی تکمیل اور سیاسی جذبات کی تسکین کیلئے اپنے سیاسی حریفوں کے خلاف کذاب اور کرایہ کے چمچوں سے خرافات تصنیف کرائیں جنہیں سبائیوں نے اور بے خبر فریب خوردہ مسلمانوں نے ان خرافات کو حدیث اور افسانوں کو تاریخ سمجھ کر قبول کر لیا جب حدیث اور سیر کی روایات کا یہ حال ہے تو تاریخ کی حقیقت ہی کیا ہے۔

﴿سادات بنوامیہ۔ صفحہ نمبر ۲۵﴾

ھماری تاریخ

بہر حال یہ ہماری تاریخ نہیں البتہ بحث و مذاکرہ اور درس و مطالعہ کے لئے کثیر مواد ضرور ہے۔

﴿سادات بنوامیہ صفحہ نمبر ۲۸﴾

سب اھل بیت باغیوں کا ٹولہ ھے

تاریخ سے معمولی تعلق رکھنے والے حضرات بھی اس بات کو جانتے ہیں کہ اولاد علی رضی اللہ عنہ پر فخر کرنے والے اور انا اھلبیت کا فخریہ نعرہ

لگانے والے علویوں نے ہمیشہ اپنی ہی اہل بیت کو اپنے دماغ میں رکھ کر دوسروں کو امارت اور حکومت کا نااہل تصور کرتے ہوئے حکومتِ وقت کے ساتھ باغیانہ انداز میں بغاوت کی ہے۔

﴿سادات بنوامیہ صفحہ نمبر ۵۲﴾

حسینؑ کو شہید کہنا جرم ہے

خاندان رسول کو ننگی گالیاں

ہمارے پڑھے بے پڑھے سنی حضرات جن کے دماغوں میں ایک ہزار سال سے ایک فتنہ پرداز گروہ نے ان باغیوں کی اہلیت اور اہلبیت اور مظلومیت کا رونا رو کر یہ کوٹ کوٹ کر بھر دیا ہے، یہ علویوں کا خروج حکومت وقت کے خلاف بغاوت نہ تھی بتایئے کہ یہ حکومت کرنے کا اور اہلبیت ہونے کا خناس جو علوی دماغوں میں گھسا ہوا تھا۔

میں پوچھتا ہوں علویوں نے کوئی پرمٹ حکومت کی ٹھیکیداری کا اللہ کے رسول سے حاصل کیا تھا اور یہ بھی دریافت طلب ہے کہ **انا اہلبیت رسول اللہ** کے باغی مدعیان نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخرالزمان سے کہیں یہ بھی سنا تھا کہ نسلی نسبی غرور میں ہمیشہ سرشار رہنا اور جب تک رسول کی نسل سے ایک متنفس بھی دنیا میں باقی نہ رہے خبردار کسی کو تخت حکومت پر نا جمنے دینا اور بغاوت کرتے رہنا حق تمہارا ساتھ دے گا مگر تاریخ گواہ ہے کہ

حق کے ان باغیوں کا ساتھ دینے کی بجائے الٹے حق انہیں کے گلے پڑ گیا اور ان جھوٹے مدعیوں اور باغیوں کو اپنے کیفر کردار کی سزا ملی اور موت کے گھاٹ اتارے گئے۔ جن کے لئے شہید کئے گئے کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ نعوذ باللہ امیر وقت کا باغی اگر قتل کیا جاتا ہے جس کی سزا سارے ادیان میں یہی قتل ہے اس کو شہید کہا جائے یہ غضب نہیں تو اور کیا ہے

﴿ سادات بنوامیہ صفحہ نمبر ۵۲ ﴾

اهلبیت کو قتل کرنا جائز ھے

اس لئے جمہور علمائے اہل اسلام نے اتفاق کیا ہے کہ خلیفہ خواہ اہل ہو یا نا اہل لیکن اگر اس کی حکومت قائم ہے تو جو اس پر خروج کرے گا اس کا حکم باغی ہوگا خواہ کتنا ہی افضل اور جامع ہو اس سے لڑنا اور اس کی جماعت کو قتل کرنا جائز ہے۔

﴿ سادات بنوامیہ صفحہ نمبر ۵۴ ﴾

شهید نهیں باغی کهو

حسین پر الله کا عتاب هوا تها

جن کے لئے آپ نے شہید ہونے کا لفظ استعمال کیا ہے وہ اس حکم کے مطابق باغی تھے یا نہیں۔ اگر تھے اور یقیناً تھے تو کیا باغی شہید ہوتا ہے ؟ اور وہ عند اللہ باثواب ہوگا ؟ سن لیجئے کہ باغی کے لئے حکم ہے کہ

اس کو اور اس کی جماعت کو قتل کر کے ویسے ہی کسی گڑھے میں ڈال کر دبا دیا جائے یا ویسے پڑا رہنے دیا جائے چیل کووں اور دوسرے درندوں کے لئے کیونکہ عنداللہ معتوب کی یہی سزا ہے

﴿سادات بنوامیہ صفحہ نمبر ۵۵﴾

قتل حسین ہزاروں انسانوں کے قتل سے بہتر

جب بنوامیہ کی حکومت قائم ہوئی تو صحابہ کرام کو اپنے طرز عمل میں ذرا بھی تذبذب نہیں ہوا۔ اور پوری یکسوئی کے ساتھ اس پر عمل کیا اور اسی پر اجماع امت کی مہر لگ گئی مصلحت و حکمت اس حکم کی ظاہر ہے اگر روز اول سے ہی ان دعویداروں کا دروازہ بند نہ کر دیا جاتا تو کوئی بہتر سے بہتر اسلامی حکومت بھی خروج اور شورش سے محفوظ نہ رہ سکتی۔

نتیجہ یہ نکلتا کہ ہمیشہ کشت خون کا بازار گرم رہتا اس لئے ایسے شخص کا خروج باغیانہ خروج ہے وہ باغی ہے اور ایسے انسان کا قتل ہزاروں انسانوں کے قتل سے زیادہ بہتر ہے۔

﴿سادات بنوامیہ صفحہ نمبر ۵۵﴾

اہلبیت رسول کیلئے جہنم کی سزا

بنوامیہ کی حکومت کے خلاف خاندان رسالت کی شورشوں اور بغاوتوں کی کہانی آپ خارجیوں کی زبانی ملاحظہ فرما چکے ہیں اور یہ بھی آپ

پڑھ ہی چکے ہیں کہ ان بغاوتوں اور خروج کی سزا جو کہ اہل بیت رسول کے لئے عند اللہ ہے۔ وہ خارجیوں کے عقیدہ کے مطابق کتنی ہولناک اور اذیت ناک ہے۔

خانوادۂ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس قدر جی بھر کے کوسنے کے باوجود ملعون خارجی کا دل ٹھنڈا نہیں ہوا چنانچہ یہ سب کچھ لکھنے کے بعد اب وہ ایسی روایات کو اہل بیت کے خروج پر چسپاں کرنے سے بھی باز نہیں آیا جن کے مطابق تمام خانوادۂ رسول کو جہنمی قرار دے دیا جائے (معاذ اللہ) چنانچہ اہل بیت رسول کے خروج و بغاوت کا ذکر کرنے کے بعد وہ استدلال کے طور پر اس خروج کی دنیاوی سزا کے بعد آخری سزا کے طور پر یہ روائت پیش کرتا ہے۔

جاہلیت کی موت

جس نے جماعت کا ساتھ چھوڑ دیا اور خلیفہ کی اطاعت سے باہر ہو گیا اور اسی حالت میں بغیر توبہ کئے مر گیا تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہو گی۔ اگر کوئی شخص اپنے امیر کو ایسی بات کرتے دیکھے جو اسے پسند نہ آئے تو چاہیئے کہ صبر کرے اور اس کی اطاعت سے باہر نہ ہو کیونکہ جو کوئی سلطان اسلام کی اطاعت سے بالشت بھر بھی باہر ہو گیا اور اسی حالت میں مر گیا تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہو گی۔

بچاؤ کی کوئی صورت نہیں

جس نے خلیفہ کی اطاعت سے ہاتھ کھینچا یعنی اطاعت نہ کی تو قیامت کے دن وہ اللہ کے سامنے حاضر ہوگا۔ اور اس کے لئے بچاؤ کی کوئی صورت نہ ہوگی اور جو مسلمان دنیا سے اس حالت میں گیا کہ خلیفہ کی بیعت و اطاعت کے حلقہ سے اس کی گردن خالی ہوئی تو یقین کرو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔

دوزخ کا ٹھکانہ

جو خلیفہ کی اطاعت سے باہر ہوا اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔

﴿سادات بنو امیہ صفحہ نمبر ۵۶﴾

کیا جہنم آل رسول کے لئے ہی بنایا گیا ہے

قارئین!

اندازہ فرمائیں کہ جن مقتدر اور برگزیدہ ہستیوں کو جنت الفردوس کا مالک و مختار قرار دے دیا گیا ہو۔

جن پر جہنم کی آگ حرام قرار دی جا چکی ہو۔

جن میں بعض کو جنت کے نوجوانان جنت کی سرداری کا منصب عطا فرما دیا گیا ہو۔

جن کا جنتی ہونا اور جنت میں بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے مکان میں رہنا منصوص ہو ان ساکنان جنت الفردوس پر ان روایات کو منطبق کرنا اور ان کو ان وعیدوں کا مصادق قرار دینا جو دوزخیوں کے لئے آئی ہیں حقیقت کا منہ چڑانا نہیں تو اور کیا ہے۔ کیا کوئی صحیح الدماغ انسان ان خرافات کو تحقیق کا نام دے سکتا ہے؟

ہرگز نہیں۔ یہ تحقیق نہیں حقائق سے روگردانی ہے۔ جہنم آل رسول کے لئے نہیں آل رسول کے دشمنوں کے لئے ہے۔

یہ کینہ پرور اور بغض وعناد کے پیکر بوقت ضرورت یہ کلیہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ جن لوگوں کی عظمت قرآن وحدیث سے منصوص ہے ان کے خلاف اگر کوئی تاریخی روایت یا حدیث موجود ہو تو اہل اسلام کو چاہیئے کہ اسے مسترد کر دیں۔

لیکن یہ کس قدر ظلم عظیم ہے کہ جب اہل بیت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معاملہ آتا ہے تو خود ہی اس کلیہ کے پرخچے اڑا دیتے ہیں اور اندھا دھند ایسی روایات کو ان کے حق میں نقل کرتے چلے جاتے ہیں جن کو کسی بھی صورت میں ان کے حق میں ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

سادات بنوامیہ کے خارجی مصنف کی ہفوات وخرافات اور اہلبیت مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کھلی بغاوت اور بغض وعناد کی واضح ترین تصویر آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

یہ محض چند اوراق سے اخذ کیا ہوا نمونہ تھا۔ کتاب کے باقی حصہ میں

وہ سب کچھ موجود ہے جو ناممحود عباسی اور ابن یزید کی کتابوں کے اقتباسات کی صورت میں آپ پڑھ چکے ہیں۔

ہمیں معلوم ہے کہ ان تحریروں کے اعادہ پر محبان اہل بیت کرام کی دل آزاری یقیناً ہوتی ہوگی مگر ان کی خرافات کا جواب بغیر ان کو سامنے لائے ہوئے کس طرح دیا جاسکتا ہے؟

تاہم ہم نے کافی اختصار سے کام لیتے ہوئے محض نمونہ پیش کرنے پر ہی اکتفا کیا ہے اور اب اس کے محض تین حوالے اس مقام پر درج کرنے کے بعد ہم ان تمام تر خرافات کا ابطال کرنے کے لئے نصوص شرعیہ اور تاریخی حقائق کی روشنی میں مضبوط ترین استدلال پیش کریں گے تا کہ حقیقت پسند حضرات حق و باطل میں امتیاز کر سکیں،

یہ تین حوالے یہ ہیں:۔

حسین کس شمار میں ہے

اگر سوائے نبی کے کوئی معصوم ہوتا تو حضرت بتول سے یہ نہ فرمایا جاتا کہ فاطمہ نیک عمل کر و یہ نہ سمجھنا کہ میرا باپ نبی ہے۔

سنو میں قیامت کے دن تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا پھر بھلا نواسے اور دیگر حضرات کس شمار میں ہیں۔

﴿ سادات بنوامیہ صفحہ نمبر ۶۲ ﴾

فیصلہء خداوندی

شیعی پروپیگنڈہ کے تحت یزید کو فاسق وفاجر اور قاتل حسین تصور کر لینے کے بعد ان لوگوں کا جی کسی طرح نہیں چاہتا کہ یزید کی مغفرت کا فیصلہ خداوندی ٹھنڈے دل سے تسلیم کرلیں۔

﴿سادات بنوامیہ صفحہ نمبر ۶۸﴾

ایں گلے دیگر شگفت

حضرت حسینؓ ابن علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے یزید سے زیادہ خداترس، شب بیدار خدا سے ڈرنے والا اور اچی جنگی مہارت سے مجاہدین کو لڑانے والا اور کسی کو نہیں دیکھا۔

﴿سادات بنوامیہ صفحہ نمبر ۲۷﴾

جوابات

خارجیوں کی اس لائق آتش دان تحقیق سے جو باتیں ثابت ہوتی ہیں وہ یہ ہیں۔

نمبر ۱:۔ واقعہ کربلا شیعہ مؤرخین کا من گھڑت ہے۔

نمبر ۲:۔ امام حسینؓ پر کوئی ظلم نہیں ہوا اور نہ ہی آپ کا پانی بند کیا گیا کیونکہ آپ دو محرم کو نہیں بلکہ دس محرم کو کربلا پہنچے تھے اور جاتے ہی لشکر یزید پر حملہ آور ہوکر قتل ہو گئے۔ نیز یہ کہ کربلا میں تو جگہ جگہ چشمے جاری تھے

کیونکہ ارضِ کربلا کوئی ریگزار نہیں بلکہ سرسبز و شاداب لالہ زار ہے۔

نمبر ۳:۔ امام حسین نے یزید کی بیعت نہ کر کے سخت غلطی کی تھی مگر وقت شہادت آپ نے اس غلطی سے رجوع کر لیا اور یزید کی بیعت کے لئے تیار ہو گئے تھے۔

نمبر ۴:۔ یزید انتہائی رحمدل، عابد، زاہد، متقی، پرہیز گار، عالم دین، محدث، اور خلیفہ برحق تھا اس کے برعکس، امام حسینؓ لالچی، لٹیرے، ضدی، جذباتی، بے علم، بے دین، اور باغی تھے اور اپنے حسب ونسب پر مغرور تھے۔ حالانکہ حسب نسب کوئی چیز نہیں۔

نمبر ۵:۔ یزید کی بیعت کو تمام صحابہ نے برضا و رغبت قبول کیا تھا اور امام کے خروج کے سخت خلاف تھے اور دین میں تفرقہ انگیزی سے سخت منع کرتے تھے۔ اس لئے کہ وہ یزید کے تقویٰ وطہارت کے پورے طور پر معترف تھے مگر امام حسینؓ کو تخت کے لالچ نے جرم بغاوت سے باز نہ رہنے دیا۔

نمبر ۶:۔ یزید پیدائشی جنتی تھا کیونکہ حضور نے قسطنطنیہ پر جہاد کرنے والوں کے جنتی اور مغفور ہونے کی بشارت دی ہے۔

نمبر ۷:۔ امام حسینؓ اپنے نانا کے وصال کے وقت ۳۔۴ سال کے تھے انہیں اپنے نانا کے ارشادات کا کیا پتہ ہو سکتا ہے جبکہ یزید نے متعدد صحابہ کی صحبت سے علم دین حاصل کیا تھا نیز یہ کہ مجاہدین کے حق میں آپ نے

والی آیات میں یزید شامل ہے مگر آیت تطہیر اور آیت مباہلہ میں حضرت حسین شامل نہیں ہیں۔

نمبر ۸:۔ واقعات حرہ بہت معمولی قصہ ہے، جسے غالی رافضیوں نے بڑھا چڑھا کر بیان کیا ہے اور اس کے بھی ذمہ دار مدینہ منورہ کے شرارتی لوگ ہیں یزید نہیں۔

ان آٹھ موٹی موٹی باتوں کے علاوہ خارجیوں کے دیگر سینکڑوں کذبات ہیں جن کا جواب ضمناً انہیں ابواب میں دیا جائے گا۔

انشاء اللہ العزیز

باب دوم

آئینۂ تاریخ

کیا واقعہ کربلا شیعہ مؤرّخین کا من گھڑت ہے ؟

ایک طویل مگر انتہائی ضروری بحث

ہم قارئین کرام سے اس خشک مگر انتہائی ضروری بحث کی طوالت کی معذرت بھی طلب کرتے ہیں اور یہ بھی باور کرانا چاہتے ہیں کہ بغیر اس معلوماتی مضمون کے نہائت یکسوئی سے مطالعہ کرنے کے آپ خارجیوں کی پیدا کی گئی الجھنوں سے گلو خلاصی نہیں کرا سکیں گے۔

ان کے دامن فریب کی کڑیاں کا محض یہی ایک ذریعہ ہے کے سب سے پہلے آپ پر یہ منکشف ہو جائے کہ جن متعدد بھاری بھاری عبارتوں سے استشہاد کرتے ہوئے انہوں نے تاجدار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس و مطہر خاندان کو حدف تنقید بنایا ہے ان عبارات کو وضع کرنے والے کون لوگ ہیں۔ اگر ان لوگوں کے عقائد جمہور اہل اسلام کے مطابق ہیں تو پھر ان کی عبارات کو سمجھنے کی کوشش کرنا پڑے گی اور اگر وہ لوگ جمہور علمائے دین کے نزدیک قابل گرفت ہیں اور ان کی تصنیفات پہلے ہی محل نظر ہیں تو ان پر اعتماد و یقین کر لینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

چنانچہ اس سلسلہ میں ہم ناصحمود عباسی کے ان ماخذ کے مولفین کا تعارف کرا دینا از حد ضروری سمجھتے ہیں۔ جن پر اس نے اپنی شرانگیز تالیف کی بنیاد رکھی ہے۔

اگر چہ یہ بحث طویل بھی ہے اور خشک بھی،

تاہم بقول اقبال !

زہر بھی کبھی کرتا ہے کار تریاق

لھٰذا اب آپ ان ان مورخین و مصنفین کا تعارف حاصل کریں جنہیں اساس تاریخ و تحقیق ٹھہراتے عباسی نے شہزادۂ گلگوں قبا سیدالشباب اھل الجنه سید نا امام حسین علیہ السلام پر طعن و تشنیع کے تیر برسائے اور یزید پلید عنید شدید کی مدحت سرائی اور منقبت خوانی کی ہے۔

ساڑھے چار غیر شیعہ اور ثقہ مورخ

ہمارے قارئین ساڑھے چار کے ہندسہ کو شائد طنز و مزاح سے تعبیر کریں مگر حقیقت میں ایسا نہیں بلکہ جن خارجیوں کی کتابیں زیر بحث ہیں ان کے مطابق فی الواقع ساڑھے چار مورخ یا مصنف ہی حق گو ثقہ اور غیر شیعہ ہیں اور ان کی تفصیل یہ ہے۔

نمبر ۱ — ابن حزم ثقہ اور غیر شیعہ

نمبر ۲ — ابن تیمیہ ثقہ اور غیر شیعہ

نمبر ۳ — ابن خلدون ا بٹا ۲ ثقہ اور غیر شیعہ ا بٹا ۲ غیر ثقہ اور شیعہ

نمبر ۴ — ابن کثیر ا بٹا ۲ ثقہ اور غیر شیعہ ا بٹا ۲ غیر ثقہ اور شیعہ

نمبر ۵ — ابو بکر ابن عربی ا بٹا ۲ ثقہ اور غیر ا بٹا ۲ غیر ثقہ اور شیعہ

نمبر ۶ — البلاذری ثقہ اور غیر شیعہ

مندرجہ بالا مصنفین جو تعداد میں چھ اور ثقاہت وغیرہ کے لحاظ سے ساڑھے چار بنتے ہیں کی کتابوں کے حوالوں سے ہی زیادہ تر مواد حاصل کرکے عباسی وغیرہ نے اپنی شرانگیز کتابوں کی بنیاد رکھی ہے

تمام علمائے امت میں یہی عناصر ستہ ان لوگوں کے معیار پر پورا اتریں گے اور ان میں بھی تین بیچارے تو ایسے ہیں جو کبھی غیر شیعہ اور ثقہ ہوتے ہوئے بھی کوئی سچی بات نقل کرنے کے جرم میں ثقاہت کے زینہ سے چھلانگ لگا کر رافضیوں کی صف میں آ کھڑے ہوتے ہیں۔ بہر حال مناسب یہی ہے کہ قارئین ان عناصر ستہ کے اجزائے ترکیبی سے روشناسی حاصل کریں۔ چنانچہ عباسی کے پہلے مہرے پورے غیر شیعہ اور ثقہ مصنف کا تعارف پیش خدمت ہے۔

ابن حزم

خارجی عباسی نے اس شخص کی کتاب جمرۃ الانساب کی متعدد عبارتیں اپنی کتاب میں نقل کی ہیں جن کا مقصد صرف یہ ہے کہ خاندان رسول ہاشمی میں یزید پلید کی شادیاں کرائی جائیں اور یہ ثابت کیا جائے کہ فلاں فلاں شخص اہلبیت رسول سے خارج ہے اور فلاں فلاں شخص اہل بیت رسول میں شامل ہے۔

اس کے بعد ابن تیمیہ ہے جو خارجی عباسی کے نزدیک قطعی طور پر

ثقہ اور غیر شیعہ ہے اس کی کتاب منہاج السنہ کے اقتباسات جو خلافت معاویہ ویزید میں نقل کیے گئے ہیں، سینکڑوں سطور پر مشتمل ہیں۔

ان دونوں کے بعد پھر ابن خلدون، ابن کثیر وغیرہ کا نمبر ہے۔ بہر حال بات ابن حزم کی ہو رہی تھی۔ اس کے متعلق پہلے ہم اس کے مداح خاص ابوزہرہ مصری کی کتابوں کے چند حوالے پیش کریں گے۔

کیونکہ وہابی، خارجی ابوزہرہ مصری کی تحقیق کو نہائت عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور ان کی متعدد تصانیف کے ترجمے بھی انہوں نے کیے ہیں اور اس کی تحقیق کو خراج تحسین بھی پیش کیا ہے جس کی تفصیل ابن تیمیہ کے تعارف میں پیش کی جائے گی۔

قاضی ابوزہرہ مصری ان لوگوں کے بیشتر عقائد سے ذہنی ہم آہنگی کا اقرار کرتے ہیں تاہم ان کے بے لاگ تبصرے ایک محققانہ ذہن کی ترجمانی کرتے ہیں۔

بہر حال ابن حزم کا عقیدہ و مقام اس کے مداح کے قلم سے بیان کرنے کی غرض صرف یہ ہے کہ قارئین کو صحیح نتیجہ اخذ کرنے میں دقت نہ ہو۔

خارجی اور ابن حزم

خوارج اولین لوگ تھے جنہوں نے ظواہر کتاب وسنت سے وابستہ

رہنے کی بنیاد ڈالی اور یہ امر خوارج اور ابن حزم کے مابین مشترک طور پر پایا جاتا ہے۔

خوارج کے تذکرہ کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ابن حزم نے کتاب و سنت کی تشریح و توضیح میں خالص ظاہری مسلک اختیار کیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ حضرت علی (علیہ السلام) کے بارے میں لاحکم الا اللہ کہہ کر خوارج نے ظاہری اندازِ فکر کا سنگ بنیاد رکھا تھا۔

﴿حیات ابن حزم صفحہ نمبر ۱۹۰﴾

ظاہری مسلک

ابن حزم نے ظاہری مسلک و منہاج کو اس لئے اختیار کیا کہ اس سے اجتہاد کا دروازہ چوپٹ کھل جاتا ہے۔ **الخ**

اور یہ ان کا انداز دیگر علمائے مجتہدین سے جداگانہ نوعیت کا ہے۔

﴿حیات ابن حزم صفحہ نمبر ۲۰۷﴾

ابن حزم کی تکفیر بازی

ایک بات جو عام طور سے ابن حزم کے متعلق مشہور ہے اس کی طرف اشارہ ناگزیر ہے اور وہ اختلافی مسائل میں اس کی تلخ بیانی ہے ۔ بلاشبہ دوسروں کے افکار بیان کرنے میں اس کا لہجہ تند و تیز ہے یا اس کے الفاظ میں سبک سری اور خفت کا مظہر ہے مثلاً جہاں تکفیر کا موقعہ نہیں ہوتا وہ

وہاں دوسروں کی تکفیر سے گریز نہیں کرتا جو سبک سر نہیں ہوتا اسے وہ عیب سے داغدار کرتا ہے اور دوسرے فقہا کی نسبت ایسی تعبیرات سے وہ احترام نہیں کرتا۔

﴿حیات ابن حزم صفحہ نمبر ۲۹۶﴾

تنگ ظرفی

وہ ایک شدید بیماری میں مبتلا ہوا تھا جس کی بنا پر اس کے مزاج میں چڑ چڑا پن تنگ ظرفی اور قلت صبر کے عوارض پیدا ہو گئے تھے۔

﴿حیات ابن حزم صفحہ نمبر ۲۹۷﴾

ننگا خارجی

ابن حزم حضرت معاویہ کی غلطیوں کا ذمہ دار حضرت علی کو ٹھہراتا ہے حالانکہ حضرت امیر معاویہ نے دین میں تفریق پیدا کی تھی۔

﴿حیات ابن حزم صفحہ نمبر ۳۷۶﴾

جمہور فقہا کا مخالف

ابن حزم طہارت کے ایک مسئلہ میں جمہور فقہا کے خلاف ہے وہ جنبی، حیض دار اور نفاس والی عورت کیلئے قرآن کو چھونا اور پڑھنا جائز قرار دیتا ہے، بے وضو کیلئے تلاوت قرآن تو بالاولی جائز ہو گی

﴿حیات ابن حزم﴾

حکومت کے زیر سایہ

ابن حزم نے اندلس میں ظاہری فقہ کا درس لیا اس کے شیوخ اس کی حمایت و مدافعت کا فریضہ انجام دیتے تھے، یہ اساتذہ اس دور کی حکومت میں بھی بڑا اثر ورسوخ رکھتے تھے اور داؤد بن علی کے مذہب کی مدافعت میں بھی انہوں نے بڑا اہم کردار ادا کیا،

ابن حزم کا استاد نامہ

داؤد بن علی کے متعلق فاضل محقق رقمطراز ہے کہ فقہ ظاہری میں ابو سلیمان بن داؤد، علی بن خلف، جو بغداد میں سکونت پزیر تھا اور نسبتاً اصبہانی تھا ابن حزم کا پیشرو تھا

﴿حیات ابن حزم صفحہ نمبر ۳۸۳﴾

داؤد پہلا شخص تھا جس نے ظاہری نصوص سے احتجاج کیا

﴿صفحہ نمبر ۳۸۶﴾

داؤد ظاہری کا ایک ہم عصر لکھتا ہے۔

كان عقله اكثر من علمه

یعنی اس کی عقل اس کے علم سے زیادہ تھی

﴿تاریخ بغداد جلد نمبر ۸ صفحہ نمبر ۳۷۱﴾

چونکہ اسے اپنے معتقدات پر کامل یقین تھا لہذا وہ دانش مند ہونے

کے باوجود یہ کہا کرتا تھا کہ قرآن حادث اور مخلوق ہے

امام احمد بن حنبل کو جب پتہ چلا تو اس وقت بوڑھے ہو چکے تھے

داؤد ابھی نوجوان تھا امام احمد بن حنبل نے اسے سخت ناپسند کیا

کیونکہ یہ وہی بات تھی جس کی مخالفت میں آپ قید و بند کی صعوبتیں جھیل چکے

تھے داؤد آپ کے سامنے زانوئے ادب طے کرنا چاہتا تھا مگر امام احمد ایسے

شخص سے ملاقات کے خواہاں نہ تھے۔

﴿حیات ابن حزم صفحہ نمبر ۳۸۴﴾

کُھل کھیلا

سعود بن سلیمان جس کا ذکر ابن حزم استاد کی حیثیت سے کرتا ہے

ابن حزم کا بڑا محبوب و مطلوب تھا، ابن حزم کے زمانہ میں اس فقہ کو حکومت کی

بھی سرپرستی حاصل تھی، اسلئے ابن حزم اپنی طاقت سے بھی زیادہ کُھل کھیلا۔

خارجیت ورثے میں ملی ھے

ان میں نمایاں ترین شخصیت منظر ابن سعید تھا وہ اعلانیہ

ظاہری فقہ کی حمائت کرتا تھا خلیفہ ناصر اور اندلس کے عوام اس کو بڑی قدر و

منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے انہیں ممتاز فقہا میں مسعود بن سلیمان تھا جس

سے ابن حزم نے استفادہ کیا مسعود بن سلیمان کے بعد فقہ ظاہری کا یہ ورثہ

ابن حزم کی طرف منتقل ہو گیا۔

☆ حیات ابن حزم صفحہ نمبر ۳۹۶ ☆

ان واضح تصریحات کے بعد قارئین کو یہ حقیقت سمجھ لینے میں قطعاً کوئی دشواری نہیں کہ ابن حزم اس کے اپنے مداحوں کی نظر میں بھی مانا ہوا خارجی تھا اور تمام عمر اپنے علم سے خارجیوں ہی کے نظریات کی تقویت کا سامان پیدا کرتا رہا اب اس شخص سے جو بلا جھجک حضرت معاویہ کی غلطی کو بھی حضرت علی کی غلطی قرار دیتا ہو، یہ امید کس طرح کی جا سکتی ہے کہ وہ اہلبیت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معاملہ میں مخلص ہوگا اور یزید لعین کی حمایت و نصرت میں زمین آسمان کے قلابے نہیں ملائے گا

(ب) آپ ابن حزم کے متعلق دیگر علمائے امت کے ریمارکس ملاحظہ فرمائیں۔

یہ مضمون ہم فوائد جامعہ بر عجالہ نافعہ کتاب سے نقل کر رہے ہیں جسے مشاہیر امت کی کتابوں کے ماخذ سے ترتیب دیا گیا ۔ ملاحظہ ہو،

علی نام ابو محمد کنیت اور ابن حزم عرف ہے۔ سلسلہ نسب یہ ہے علی بن احمد بن سعید بن حزم الاموی الیزیدی۔

مورخ اندلس ابو مروان بن حیان کا بیان ہے

كان ابن حزم جامل فنون من حديث وفقه و
نسب وادب مع المشاركة فى انواع التعاليم
القديمة وكان لا يخلوا في فنون من غلط

بجرأتة فی السوال علی کل فن۔

ترجمه!

ابن حزم فنون حدیث وفقہ انساب وادب کا جامع تھا اور دیگر اصناف علوم میں بھی اس کو مناسبت تھی مگر وہ کسی فن میں بھی غلطی سے خالی نہیں گو اس نے اپنی بیباکی کی وجہ سے ہر فن میں سوال اٹھائے ہیں۔

﴿فوائد جامعہ برعجالہ نافعہ صفحہ نمبر ۲۶۲﴾

فتمال علیہ فقہاء عصرہ و اجمعوا علی تضلیلہ وشنعوا علیہ وحذروا اکابرھم من قبیلہ و فھوا عوامھم عن الا قتراب منہ فتفوا یعصونہ وھو مصر علی طریقہ حتی کمل لہ من تصانیفہ وقر بعیر لم یتجاوزا کثرھا عتبۃ بابہ لزھد العلماء فیھا حتیٰ لقد احرق

ترجمه!

اس زمانہ کے فقہا اس پر پل پڑے اور اس کی گمراہی پر اتفاق کرلیا اور اس کو بہت برا بھلا کہا اور ان کے اکابر نے ان کو اس کے قبیل سے بچایا اور عوام کو اس کے پاس جانے سے روکا، چنانچہ وہ برابر اس کی مخالفت کرتے رہے، اور وہ اپنے طریقہ پر اٹل ہوگیا یہاں

تک کہ اس کی تصنیف ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر ہو گئیں۔ اور بیشتر اس کے دروازے سے باہر نہ نکل سکیں کیونکہ علماء کو ان کتابوں سے بیزاری تھی حتیٰ کہ وہ جلا دی گئیں۔ ﴿فوائد جامعہ صفحہ نمبر ۲۶۳﴾

مما یزید فی بغض الناس له تعصبه لبنی امیه ما فیهم وبا قیهم واعتقاده بصحة امامتهم حتیٰ نسب الی النصب.

ترجمہ!

اس کے متعلق بغض کی زیادتی کا سبب اس کا سلف و خلف بنوامیہ کی بے جا حمائت کرنا ہے اور اس کا ان کی امامت کی صحت پر اعتقاد رکھنا ہے اسی وجہ سے اس کو ناصبی تک کہا گیا ہے۔

﴿فوائد جامعہ صفحہ نمبر ۲۶۳﴾

علامہ ابن کثیر لکھتے ہیں

وکان ابن حزم کثیر الوقیعه فی العلماء بلسانه وقلمه فاورثه ذالک حقدا فی قلوب اهل زمانه والعجب کل العجب منه انه کان ظاهریا حائرا فی الفروع لا یقول من القیاس لا الجلی ولا غیره وادخل علیه خطاء کبیرا فی نظره وتصرفه وکان مع هذا اشد الناس

تاویلا فی باب الاصول وآیات الصفات
واحادیث الصفات

﴿البدایہ والنہایہ جلد نمبر۱۲ صفحہ نمبر۹۳﴾

﴿فوائد جامعہ باعجالہ نافعہ صفحہ نمبر۲۶۴﴾

ترجمہ!

ابن حزم زبان وقلم دونوں سے علماء کی شان میں بہت
گستاخ تھا۔ اسی بات نے اس کے معاصروں کے
دل میں اس کی طرف سے کینہ پیدا کر دیا تھا اور اس
بات پر سخت تعجب ہے کہ وہ ظاہری تھا اور فروع میں
بھی اس کی یہی روش تھی۔ وہ قیاس جلی اور خفی سے بھی
کوئی بات نہیں کہتا تھا۔

یہ وہ بات ہے جس نے علماء کی نظر میں اس کا رتبہ گھٹا
دیا تھا اور اسی چیز نے اس کے فکر ونظر کو بڑی بڑی
غلطیوں میں ڈالا۔ بایں ہمہ وہ اصل کے باب میں
باری تعالیٰ کی صفات میں اور آیتوں اور حدیثوں میں
سب سے زیادہ تاویلیں کرتا تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شارح بخاری لکھتے ہیں۔

انتقل الی مذهب الظاهر وتعصب له وصنف

فیـه ورد عـلی مخالفیه وکان واسع الحفظ جدا
الا انه لثقـه حافظته کان یهجهم کا القول فی
التعدیل والتجریح وتبیین اسماء الرواة فیقع له
من ذالک اوهام شنیعة ومما یعاب به ابن حزم
وقـوعه فی الائمه الکبار باقبح عبارة وشنع رد
و قد وقعت بینه وبین ابی الولید الباجی
مناظرات ومنافرات قال ابو العباس بن
العریف الصالح الذاهد لسان ابن حزم وسیف
الحجاج شقیقان

﴿لسان المیزان جلد چہارم صفحہ نمبر ۱۹۸﴾

مصنف علامہ ابن حجر عسقلانی

﴿فوائد جامعہ صفحہ نمبر ۲۶۵﴾

ترجمہ!

اس نے ظاہری مذہب اختیار کیا اور سخت
ظاہری بن گیا اس میں اس نے کتابیں لکھیں اور اس
کی مخالفت کرنے والوں کی تردید میں قلم اٹھایا
زبردست حافظ تھا بلکہ وہ اپنے حافظہ کے بل بوتے پر
بہت سی باتیں کہہ گزرتا تھا۔

مثلاً جرح وتعدیل میں کلام کرنے اور راویوں
کے نام بیان کرنے میں اس سے بڑے اوہام ہوئے

ہیں اور وہ باتیں جن کی وجہ سے ابن حزم پر نکتہ چینی ہوئی ہے۔

وہ اس کا بڑے بڑے ائمہ کرام کی شان میں برے الفاظ لکھنا اور ناشائستہ طریقہ پر تردید کرنا ہے۔

اس کے اور ابو ولید باجی کے درمیان مناظرے اور مباحثے ہوئے ہیں ابن عریف صالح کا بیان ہے کہ ابن حزم کی زبان اور حجاج بن یوسف کی تلوار ایک ہی درجہ کی چیز ہیں یا دونوں سگی بہنیں ہیں۔

امام عبدالوہاب شعرانی ابن حزم کے متعلق فرماتے ہیں۔

والیحذر کل الحذر من مطا لعة کتب ابن حزم الظاهری الا بعد التضلع من علوم الشریعة لا سیما ما فیها مما یتعلق با صول الدین وقوائد العقا ئد والمعانی والحقائق لا نه لم تکن ید فی هذه العلوم وانما اخذها با لفهم فلم یحسن کلامه فیها

☼ لطائف المنن صفحہ نمبر ۳۲۰ ☼

ترجمہ!

ابن حزم ظاہری کی کتابوں کے مطالعہ سے مکمل طور پر کلی احتراز کرنا چاہیئے البتہ جب علوم شریعت میں

کمال حاصل ہو جائے خاص طور پر علوم شریعت کی ان
باتوں میں جن کا تعلق اصول دین عقائد معانی اور
حقائق سے ہے کیوں کہ اس کو ان علوم میں پوری
دستگاہ حاصل نہ تھی ان کو اس نے محض اپنی سمجھ سے نکالا
ہے اسی وجہ سے ان میں اس سے اچھا کلام نہیں ہوا

مولفہ امام عبد الوہاب شعرانی

ابن حزم کے عقیدہ کی آخری کڑی بھی ملاحظہ فرمالیں

خدا کا بیٹا

ابن حزم کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا بیٹا بنانے پر قادر ہے اگر
قدرت نہ مانو گے تو عاجز ہوگا

﴿سجان السبوح صفحہ نمبر ۳۷﴾

**انہ تعالیٰ قادر ان یتخذ ولد اذ لولم یقدر ہ
لکان عجزا**

﴿الفصل بین الملل والنحل﴾

امام مالک کاذب

**صدق رسول اللہ وکاذب مالک اول من قاس
ابلیس**

﴿حیات ابن حزم صفحہ نمبر ۲﴾

ابن حزم ابن خلدون کی نظر میں

اب آخر پر ان اصحاب ستہ میں سے ہی ایک کی زبان سے دوسرے کا تعارف ملاحظہ کریں۔ ابن خلدون نے لکھا ہے خارجیوں کا بھی یہی حشر ہوا ان میں سے فقہ میں ہر ایک کی کتابیں اور عجیب وغریب رائے ہیں آج ظاہریہ کا مذہب بھی مٹ مٹا گیا ہے کیونکہ اس کے امام ختم ہو گئے اور جو یہ مذہب اختیار کرتا ہے اس پر جمور کی وجہ سے لعن طعن پڑتی ہے اب یہ مذہب کتابوں میں ہے کہیں اور نہیں بہت سے طلبہ جو ان کے مذہب کا مطالعہ کرنا چاہتے ہیں اور ان کی کتابوں سے انکی فقہ اور مذہب سیکھنا چاہتے ہیں وہ اپنا وقت ضائع کرتے ہیں اور اس سے جمہور کی مخالفت اور ان کے مذہب سے انکار بھی لازم آتا ہے۔

ہو سکتا ہے کہ وہ اس مذہب کی وجہ سے بدعتیوں میں شمار کر لئے جائیں۔ کیونکہ وہ اساتذہ کی چابی کے بغیر کتابوں سے علم نقل کر رہے ہیں۔

ابن حزم نے ایسا ہی کیا تھا حالانکہ حفظ حدیث میں ان کا بہت ہی اونچا مقام ہے۔ یہ ظاہریہ مذہب کی طرف لوٹ گئے اور اس میں ہوشیار اور ماہر ہو گئے کہ اپنے زعم میں ان کے اقوال میں اجتہادی درجہ حاصل کر لیا اور امام داؤد کی مخالفت بھی کی اور بہت سے مسلمان اماموں پر بھی لے دے کی علماء کو ان کا یہ رویہ برا معلوم ہوا اور انہوں نے اس مذہب کی پوری تفصیل سے تردید کی اور

برائی بیان کی اور ان کی کتابوں کا بائیکاٹ کر دیا اور بازاروں میں ان کی خرید و فروخت بند کر دی، بلکہ کبھی کبھی انہیں پھاڑ بھی دیا جاتا۔

❀ مقدمہ ابن خلدون جلد دوم صفحہ نمبر ۳۹۸ ❀

بہر حال! نا محمود عباسی کا پہلا ثقہ اور غیر شیعہ مورخ یزیدی بھی ہے اور خارجی بھی اور بقول جمہور علمائے امت ناصبی بھی ہے اور دشمن علی بھی۔ بنو امیہ کا ناجائز حمائتی بھی ہے اور جمہور آئمہ اسلام کا گستاخ بھی بلکہ اس کی کتابوں کی تعلیمات کا اکثر حصہ باطل عقائد پر مبنی ہے اور اس کی تصنیفات جلا دینے کے قابل ہیں اور بقول علمائے امت اس نے انساب وغیرہ علوم پر بھی کام کیا ہے مگر وہ اس معاملہ میں جاہل بھی ہے اور کاذب بھی، خاص طور پر راویوں اور نسب کے معاملہ میں وہ شدید غلطیوں کا ارتکاب کرتا ہے ان حالات میں اگر اس کی کتاب جمہرۃ الانساب خارجی عباسی کے معیار پر پوری اترتی ہے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔

بلکہ ابن حزم کے نزدیک تو بنو ہاشم اور خاندان علی کرم اللہ وجہہ الکریم مع حضرت علی کے مجموعہ اغلاط اور بنو امیہ کا ہر فرد فرشتہ ہے۔

ان حالات میں اس کی تصنیفات کے خود ساختہ بیانات پر کس طرح اعتماد کیا جا سکتا ہے جبکہ علمائے امت ان کے مطالعہ سے بھی منع کرتے ہیں۔

قارئین کرام ہمارے اس موقف کی یقیناً حمائت کریں گے کہ اس قسم کے کھلم کھلے خارجی اور ناصبی کی تحریروں کو زیر بحث لا کر اوراق سیاہ کرنا

سوائے تضیع اوقات کے اور کچھ نہیں ہے۔

اسلئے ہم خلافت معاویہ ویزید کی ان تمام تحریروں کو باطل قرار دیتے ہیں جو اس نے جمہرۃ الانساب کے خارجی مصنف ابن حزم کے حوالہ سے پیش کی ہیں البتہ ہم دیگر کتب انساب وتواریخ سے اس کی خودساختہ عبارتوں کی تردید ضرور کریں گے۔

اب اس کے بعد نامحمود عباسی کے نزدیک ثقہ اور غیر شیعہ دوسرے مصنف ابن تیمیہ کے بارے میں بھی بالوضاحت تعارفی مضمون ملاحظہ فرمائیں ۔

دوسرا ثقہ اور غیر شیعہ مصنف

ابن تیمیہ

جیسا کہ ہم سابقہ اوراق میں بتا چکے ہیں کہ نامحمود عباسی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور دیگر خانوادۂ رسول کی توہین واہانت کرنے کے لئے جس شخص کا سہارا لیا ہے وہ ابن تیمیہ ہے اس کی کتاب منہاج السنۃ پر ہی اپنی کتاب کا دارومدار رکھا ہے اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کے متعلق بھی تفصیل سے بتا دیا جائے کہ اس کے عقائد ونظریات کیا ہیں ۔اور جمہور علمائے امت کے نزدیک اس کی تعلیمات کا کیا مقام ہے۔

چنانچہ ہم سابقہ ترتیب کے مطابق پہلے اس کے خاص عقیدت مند اور ہمنوا قاضی ابوزہرہ مصری کی چند تحریریں مختلف کتب سے پیش کریں گے

اور بعد ازاں دیگر مشاہیر اسلام کی آراء پیش خدمت کی جائیں گی

اور یہ سب کچھ اس لئے بتا رہے ہیں کہ قارئین بھی اس کا تعین کر سکیں اور خود کو خارجیوں کے دامن فریب سے بچا سکیں۔

آپ اندازہ کریں کہ جب ایک شخص کو شیخ الاسلام فقیہ عصر اور امام امّت کے القاب سے متعارف کرایا جائے گا تو اس کی بات میں کچھ نہ کچھ وزن ضرور محسوس ہوگا بلکہ اس کی باتیں خلاف حقیقت بھی نظر آئیں گی تو اس کی شوکت وجلالت کے پیش نظر اس کو آسانی سے مسترد نہ کر سکیں گے۔ اور جب آپ کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ شخص انتہائی لچر اور کاذب اور اس کے عقائد کا جمہور علمائے امّت نے ابطال کیا ہے تو آپ اس کی غلط بات کو غلط کہتے ہوئے قطعاً نہیں ہچکچائیں گے۔ بس اسی ایک الجھن کو دور کرنے کے لئے ہمیں ان لوگوں کے عقائد کے مکروہ چہروں کو ننگا کرنے کی شدت سے ضرورت محسوس ہوئی اور آپ بھی طوعاً وکرہاً ان حنظل کے ٹکڑوں کو نگل ہی لیں گے حالانکہ خشک بحث سے مجھے خود بھی شدید کوفت ہوتی ہے۔

بہر حال آپ ابوزہرہ مصری کی ابن تیمیہ کے متعلق حقیقت افروز تحریریں ملاحظہ کریں گے بلکہ اس سے پہلے ہم آپ کو ابوزہرہ کا تعارف کرانا بھی ضروری سمجھتے ہیں تا کہ اس کی بات میں وزن پیدا ہو سکے۔ اور یہ تعارف بھی خارجیوں وہابیوں کی طرف سے ہی پیش کریں گے۔

ابوزہرہ کی کتاب ' حیات ابن تیمیہ ' کا محشی متعصب وہابی عطا اللہ

حنیف بھوجیانی اس کتاب کے پہلے صفحات پر رقم طراز ہے۔

وھابی ابو زھرہ کے حضور میں

شیخ ابو زہرہ کی اس کتاب کا اپنا خاص مقام ہے۔اس کی بڑی خصوصیات سے ایک یہ ہے کہ دور حاضر کی مقتضیات کے مطابق مخصوص اغراض سے پھیلائے ہوئے اس مغالطے کا کامیاب جواب ہے کہ اسلامی ملکوں میں دستور اسلامی کے نفاذ میں مانع صرف یہ امر ہے کہ اسلامی فقہ نئی پیدا شدہ ضروریات کا ساتھ دینے سے قاصر ہے۔اس کی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ شیخ الاسلام (ابن تیمیہ) کی دعوت توحید و سنت کو سمجھنے کے لئے اس سے مبسوط سیرت آج تک نہیں لکھی گئی۔

محترم شیخ ابو زہرہ مصر کے مشہور اہل قلم، وسیع المطالعہ، تقید مذہبی سے آزاد فقیہہ، اور امام غزالی کے طرز متکلم اسلام ہیں۔وہ گو خالص مسلک اہل حدیث سے براہ راست زیادہ واقف نہیں مگر اہل حدیث ہی کی طرح تقلیدی جمود کے مخالف اور سارے شعبہ ہائے زندگی میں احیاء و نفاذ اسلام کے متمنی اور داعی ہیں۔ ﴿حیات ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۹﴾

آپ مصر و شام کے ان علماء سے ہیں جو وہاں کے دشمنان حدیث تجدد زدہ ملحد فرقہ کی سرگرمیوں کے خلاف مصروف جدوجہد عمل ہیں۔

﴿حیات ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۱۰﴾

استاد ابوزہرہ فواد یونیورسٹی قاہرہ میں لاء کالج کے طلبائے درجہ عالیہ کے متخصصین فقہ کو اسلامی قانون پڑھاتے ہیں۔ فقیہہ ابن تیمیہ سے شدید تاثر بلکہ عقیدت کے باعث اس کی تصویر پیش کرنے میں مصنف کافی حد تک کامیاب ہیں۔

﴿حیات ابن تیمیہ صفحہ نمبر۱۲﴾

آدھا جعفری آدھا وھابی

رئیس احمد جعفری ندوی لکھتے ہیں یہ کتاب یہ کتاب شیخ ابوزہرہ کی مایہ ناز کتاب کا ترجمہ ہے مصر کے اہل علم میں ابوزہرہ مرتبہء خاص پر فائز ہیں۔ ابوزہرہ نے متعدد عنوانات پر گراں مایہ کتابیں لکھی ہیں۔ ان کی ہر کتاب تلاش وتفحص، حسن تالیف اور حسن بیان، عبارت کی روانی، شگفتگی، معلومات کی وسعت اور تحقیق وتدقیق کا شاہکار ہے

وہ متعدد علوم کے حامل ہیں ادب ومحاضرات تاریخ وسوانح منطق و فلسفہ فقہ وکلام ہر موضوع پر ماہرانہ اور مجتہدانہ نظر رکھتے ہیں تفسیر وحدیث سے بھی بقدر ضرورت واقفیت ہے انہوں نے متعدد اکابر واعاظم رجال کے حالات وسوانح کافی تحقیق وتدقیق کے ساتھ قلم بند کیے ہیں۔

اور جہاں مورخانہ کاوش سے ان کے احوال وسوانح مرتب کیے ہیں وہاں ایک دیدہ ور کی حیثیت سے ان کے فلسفہ۔ ان کی دعوت، ان کے

پیام، ان کے عمل اور ان کے کردار اور صفات کا بھی تجزیہ کیا گیا ہے اور بے لاگ نقاد کی حیثیت سے جلال وعظمت کے تمام آداب ورسوم ملحوظ خاطر رکھنے کے باوجود بڑی صفائی سے نکتہ چینی کا حق بھی ادا کیا ہے۔

ان کی مدح گستری قصیدہ کا رنگ اختیار نہیں کرتی۔ان کی نکتہ چینی فردہ گیری تک نہیں پہنچتی رائے میں ان کی غیر جانبداری سلیم الفکری، نظر کی وسعت اور مطالعہ کی قدر وقیمت ایک ایک سطر اور ایک ایک لفظ سے نمایاں ہے

ان کی تحریر ایک آئینہ ہے۔صاف وشفاف، بے زنگ، بے داغ جس میں تصویر کے تمام خدوخال واضح اور نمایاں طور پر نظر آتے ہیں خوبی کا کوئی گوشہ نظر سے اوجھل نہیں ہوتا کوتاہی کا ہر پہلو سامنے آجاتا ہے۔

﴿حیات ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۲۸﴾

وہابیوں اور ندویوں کے اس واضح ترین تعارف کے بعد پہلے ہم قاضی ابوزہرہ مصری کی چند کتابوں میں سے ابن تیمیہ کا تعارف پیش کرتے ہیں تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ ابن تیمیہ جب اپنے ایک عقیدت مند کی نظر میں اس قدر خوفناک عقائد اور نظریات کا داعی ہے تو عام منصف مزاج علماء و محققین کی نگاہوں میں اس کا کیا مقام ہوگا

چنانچہ ہم ابوزہرہ مصری کے بعد دیگران مشاہیر اسلام کی بھی چند تحریریں پیش کریں گے جن کی جلالت علمی مسلم ہے تاکہ تمام تر شکوک و

شبہات کا ازالہ ہو جائے

ابن حزم اور ابن تیمیہ کا تعلق

ابن تیمیہ ساتویں صدی کے آخر اور آٹھویں صدی کے اوائل میں آئے اور اسی دعوت کا آغاز کیا جسے ابن حزم جیسا نابغہ روزگار اپنے عصر و عہد میں شروع کر چکا تھا۔

﴿حیات ابن حزم صفحہ نمبر ۳۱۳﴾

تصنیفی شاگرد

جب ابن تیمیہ کی خصوصی دعوت یہ تھی کہ صالحین کو وسیلہ بنانا جائز نہیں تو خوب جان لینا چاہیئے کہ اس کا اولین داعی ابن حزم تھا۔

﴿حیات ابن حزم صفحہ نمبر ۳۱۴﴾

ابن حزم پہلا شخص تھا جس نے صوفیاء کو اپنی کڑی تحقیق کا نشانہ بنایا اور ابن تیمیہ آیا تو اس نے ابن حزم سے بھی سخت تنقید کی

﴿حیات ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۳۱۸﴾

بنا بر ایں ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ ابن حزم کی تصانیف کے واسطہ سے اس کا شاگرد تھا۔ ﴿حیات ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۳۱۹﴾

عقیدہ تجسیم خداوندی

فاضل محقق ابو زہرہ مصری لکھتے ہیں۔ ابن تیمیہ کی تصریحات کا یہ

خلاصہ ہے کہ کتاب وسنت میں ذات باری تعالیٰ کے متعلق جو بھی مذکور ہے
مثلاً فوق تحت ، استوی العرش یا اس کا چہرہ اور ہاتھ خدا کی محبت اور بغض
اسے بلا تاویل جوں کا توں مان لیا جائے۔ ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں
کہ حنابلہ نے چوتھی صدی ہجری میں بعینہ انہیں خیالات کا اظہار کیا تھا اور
انہیں سلف کی جانب منسوب کیا تو علماء ان کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے
۔اور کہا کہ اس سے خدا کی تجسیم وتشبیہ لازم ہے۔

﴿المذاہب السلامیہ صفحہ نمبر ۲۶۴﴾

جمھور اھل اسلام کا مخالف

ابن تیمیہ روضہ نبوی کی زیارت کے متعلق یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ ازراہ
تبرک روضۂ نبوی کی زیارت جائز نہیں مسئلہ زیر نظر میں ابن تیمیہ کا موقف
جمہور اہل اسلام کے خلاف ہے بلکہ ان کے نظریات کے خلاف ایک
زبردست چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے۔

قبور صلحا اور ان کی منّت و زیارت کے مسئلہ میں ہم ان کے شدید
مخالف ہیں۔ ابن تیمیہ نے جس اساس پر تبرکاً روضۂ نبویؐ کی زیارت کو ممنوع
قرار دیا ہے۔ وہ صنم پرستی کا خوف ہے۔ ہمارے نزدیک یہ خوف بے محل ہے
اس لئے کہ زیارت منبع توحید کے باعث تقدیس ہے۔

﴿المذاہب الاسلامیہ صفحہ نمبر ۲۸۳﴾

ابوزہرہ کی پریشانی

تجسیم وتشبیہ باری تعالیٰ کے مسئلہ میں ابن تیمیہ کے مسلک سے پریشان ہوکر ابوزہرہ لکھتے ہیں۔

ابن تیمیہ کے اصل الفاظ ہم نے پیش کر دیئے اور ہم یہ کہنے پر اپنے تئیں مجبور پاتے ہیں کہ ہماری عقل اللہ کے آسمان کے اوپر ہونے، اسکی طرف اشارہ حسیہ کرنے۔ اس کے عرش پر مستوی ماننے اور جسمیت سے تنزیہہ مطلق اور حوادث سے عدم مشابہت کے مابین تطبیق دینے سے قاصر ہے۔ حیرت ہے کہ امام صاحب ان لوگوں پر سخت برہمی کا اظہار فرماتے ہیں جو ان نصوص کی تاویل کرتے ہیں۔ لیکن اس برہمی اور سخت گفتاری اور انکار شدید کے باوجود نعیم جنت کے سلسلہ میں تمام اسماء وارده کو مجازی قرار دیتے ہیں۔

﴿حیات ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۴۱۳۔۴۱۴﴾

روضۂ رسولؐ سے عداوت

غرض ابن تیمیہ کا مسلک یہ ہے کہ وہ صالحین اور انبیاء کی قبروں کی زیارت کو جائز نہیں سمجھتے اور عمومی حکم سے تربت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی مستثنیٰ نہیں کرتے بلکہ اسے عموم میں داخل کرتے ہیں۔

﴿حیات ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۵۰۲﴾

ابن تیمیہ کے اس مسلک کی جمہور معاصرین کی طرف سے سخت مخالفت ہوئی بلکہ جمہور کے بہت بڑے گروہ کی طرف سے آج تک مخالفت کا سلسلہ جاری ہے۔ ﴿حیات ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۵۰۴﴾

جہاں تک عموماً زیارت قبور منصالحین کا تعلق ہے ہمارا میلان امام صاحب کی رائے کی طرف ہے لیکن جہاں تک زیارت قبر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعلق ہے ہمیں اس کی رائے سے پورا پورا اختلاف ہے۔ کیونکہ قبر نبی کی زیارت حقیقت و وحدانیت کا شعور پیدا کرتی ہے۔ اور اس کے معنیٰ کی تقدیس کا جذبہ ابھارتی ہے کیونکہ رسل سے جو تقدیس وابستہ ہوتی ہے وہ ان کی فکر و ہدایت پر ہوتی ہے۔

﴿حیات ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۵۰۷﴾

ہم اس معاملہ میں ابن تیمیہ کے مخالف ہیں کہ وہ حصول برکت کے لئے زیارت قبر رسول اور وہاں دعا و مناجات کا مخالف ہے۔

﴿حیات ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۵۱۰﴾

حکومت کی سرپرستی

حافظ ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ شیخ تقی الدین (امام ابن تیمیہ) سے فقہا کی ایک جماعت جلا کرتی تھی اس لئے حکومت کی نگاہ میں وہ وقار و اجلال کے حامل تھے۔

﴿حیات ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۱۰۰۔ بحوالہ البدایہ والنہایہ ۱۴۔۳۷﴾

امام صاحب نے صوفیہ کی جماعت سے بھی ٹکر لی تھی وہ امام صوفیہ اور فلیسوف اکبر محی الدین عربی پر بھی اعلانیہ نکتہ چینی اور تنقید کرتے تھے۔ اور حکام وقت کو ترغیب دیتے تھے کہ وہ ان شعبدہ گروں کے مکروہ فریب کو توڑ دیں۔

یہ لوگ نائب السلطنت کے پاس فریاد کناں پہنچے اور استدعا کی کہ امام صاحب کو ان پر نکتہ چینی سے روک دیا جائے۔

نائب السلطنت نے امام صاحب سے پوچھ گچھ کی۔ آپ نے فرمایا ان لوگوں کی یہ استدعا قبول نہیں کی جاسکتی۔

﴿حیات ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۱۰۱﴾

بد زبان، بد اخلاق

اس جگہ ہم اس بات کا ذکر ضروری سمجھتے ہیں کہ امام صاحب اپنے اخلاق اور اپنی زبان کے اعتبار سے ذرا گرم مزاج تھے کبھی کبھی ان کی زبان پر سخت اور درشت الفاظ جاری ہوجاتے۔

﴿حیات ابن تیمیہ ۱۰۲﴾

نا محمود صفت

ان میں ایک صفت ایسی تھی جسے غیر محمود کہا جاسکتا ہے۔ وہ حدت

قول یعنی گفتگو کے دوران درشت لہجہ پھر یہ تیزیٔ طبع بعض دفعہ بات کو دلیل و حجت سے نکال کر طعن کی منزل میں پہنچا دیتی ہے۔

اسی طرح اپنے اکثر مخالفین کو امام صاحب بدعتی قرار دیتے ہیں۔

جھگڑا لو

اصل بات یہ ہے کہ اس شدت وحدت کا سبب جدل ہے اس لئے کہ ہر مجادلہ آسانی سے منازلہ بن جاتا ہے اور نزال یعنی حرب و پیکار اور مقابلہ میں لہجہ سخت ہو جاتا ہے۔

﴿حیات ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۱۹۲﴾

امام ذہبی کا خیال ہے کہ یہی درشت گوئی امام صاحب کے دشمنوں اور مخالفوں میں اضافے کا سبب بنی۔

﴿صفحہ نمبر ۱۳۹﴾

خارجیوں کا ھمنوا

بنابرایں معلوم ہوتا ہے کہ ان فرقوں کا ذرا تفصیل سے ذکر کیا جائے جن سے امام صاحب کو برسر پیکار رہنا پڑا۔ اس سلسلہ میں ہم خوارج کا ذکر نہیں کریں گے کیونکہ ان سے امام صاحب کی کوئی آویزش نہیں ہوئی گو ضمناً ان کے بعض نظریات سے بھی امام صاحب نے بحث کی ہے۔

﴿حیات ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۲۵۹﴾

ابن تیمیہ کا اصل مقصد چونکہ ہر حال میں جمہور اہل سنّت کے عقائد کی مخالفت تھا اس لئے وہ خارجی نظریات رکھنے کے باوجود اپنی مقصد براری کے لئے شیعوں کے فقہی مسائل پر بھی اپنے فتویٰ کی بنیاد رکھ لیتا اس لحاظ سے تو بقول عباسی یہ بھی نصف شیعہ اور غیر ثقہ ہوسکتا ہے مگر عباسی کی نظر میں یہ صرف اس لئے غیر شیعہ ہے کہ اہل بیت رسول کے معاملہ میں اس کی خارجیت میں کوئی جھول پیدا نہیں ہوتی۔ بہر حال ابوزہرہ لکھتے ہیں پھر وہ علم کے اس درجہ پر فائز ہوئے کہ بعض مسائل میں جملہ مذاہب اربعہ کی مخالفت پر مجبور ہو گئے اور دوسرے مذاہب کی حتیٰ کہ شیعہ مذہب تک کی بعض رائیں قبول کرلیں۔

﴿حیات ابن تیمیہ صفحہ نمبر ۳۳۵﴾

محقق ابوزہراہ مصری کے ان چند حوالوں کے بعد ہم دیگر محققین اور مشاہیر اسلام کے ابن تیمیہ کے مسلک کے بارے میں چند وضاحتی نوٹ نقل کرتے ہیں

ابن تیمیہ ابن حجر مکی کی نظر میں

ذلیل اور گمراہ کنندہ

ابن تیمیہ عبد خزلہ اللہ وافعلہ واعماہ
واصمہ واذلہ وبذلک صرح لا ئمۃ الذین
بینوا فساد احوالہ وکذب اقوالہ ومن اراد

ذالک فعلیہ بمطالعہ کلام الامام المجتہد المتفق علی امامة وجلالة وبلوغة مرتبة الاجتہاد ابی الحسن سبکی وولدہ التاج والشیخ امام العز بن جماعة واہل عصرہم وغیرہم من الشافیعة المالیکة والحنفیة ولم یقصر اعتراضہ علی المتاخری الصوفیہ بل اعتراض علی مثل عمر بن الخطاب وعلی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہما کما یاتی والحاصل ان لا یقام الکلامہ وزن بل یرمی فی کل عصر ویعتقد فیہ ان مبتدع ضال ومضل جاہل غال عاملہ بعدلہ واجارنا من مثل طریقة وعقیدة وفعلہ آمین

﴿فتاوی حدیثیہ مطبوعہ مصر صفحہ نمبر ۹۹﴾

ترجمہ ﴿مولفہ امام ابن حجر مکی﴾

ابن تیمیہ اللہ تعالی نے اسے رسوا کیا۔ اندھا کیا اور بہرہ کیا اور ذلیل کیا وہ ایسا رذیل شخص تھا کہ اس کے مفسدانہ اور جھوٹے اقوال کے متعلق علمائے دین نے صراحتاً بیان کیا ہے اس کے متعلق مزید معلومات حاصل کرنا ہوں تو امام ابوالحسن سبکی جن کی امامت وجلالت پر سب کا اتفاق ہے اور جو مقام اجتہاد پر فائز

تھے اوران کے بیٹے تاج الدین سبکی اور امام العزبن
جماعت اور ان کے ہم عصر علمائے کرام اور ان کے
علاوہ دیگر علمائے کرام شافعیہ مالکیہ حنفیہ وغیرہ کے
کلام کا مطالعہ کریں ابن تیمیہ نے یہی نہیں کہ صو
فیائے متاخرین پر اعتراض کیۓ بلکہ اس نے حضرت عمر
فاروق اعظم اور حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ
عنھما کو بھی ہدف تنقید بنایا ہے جس کا بیان آگے آئے
گا۔ الحاصل اس کے کلام کو کہیں قیام نہیں اس نے محض
ایسی قیاس آرائیوں اور تک بندیوں سے کام لیا ہے
جن کا کوئی سر پیر ہے اور نہ ہی وزن ہے اس کے متعلق
یہ عقیدہ رکھنا چاہئیے کہ وہ بدعتوں کے جاری کرنے
والا جاہل اور غالی ہے اس کے عقائد اور طریقے اور
افعال جو ہم میں سے جاری کرے اللہ تعالیٰ اسے اپنی
رحمت سے دور کرے (آمین)

ابن تیمیہ کی بھیانک تصویر

اب ہم قارئین کرام کے سامنے ابن تیمیہ کی وہ تصویر لاتے ہیں جو
مشاہیر اسلام نے اس کے عقائد کے بارے کھینچی ہے۔ ملاحظہ ہو

مضمون درج ذیل ایک طویل مکتوب سے اخذ کیا گیا ہے جو مشہور محدّث اور ناقد شیخ محمد زاہد کوثری نے ذخائر القصر کے حوالہ سے ،السیف الصیقل ، میں نقل کیا ہے۔ انہوں نے عبد النافع بن عراق کی تبدیلی مسلک کا سبب بیان کرتے ہوئے ابن تیمیہ کے متعلق جو تحریر کیا ہے اس کا اردو ترجمہ فوائد جامع سے نقل کیا جاتا ہے۔

لکھا ہے کہ :۔

حافظ صلاح الدین علائی نے ان اصولی وفروعی مسائل کا ذکر کیا ہے جن میں ابن تیمیہ نے اختلاف کیا ہے چنانچہ بعض ان میں سے وہ ہیں جن کے اندر اس نے اجماع کے خلاف کیا ہے بعض وہ ہیں جن میں مذہب راجح کے خلاف کیا ہے ان میں سے ہی طلاق یمین یعنی وہ طلاق جو قسم کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے اس کے متعلق اس نے لکھا ہے کہ جس چیز پر قسم کھائی جاتی ہے۔ اس کے واقع ہونے کے بعد وہ واقع نہیں ہوتی بلکہ قسم کھا لینے والے پر قسم کا کفارہ واجب ہو جاتا ہے حالانکہ اس سے پہلے اس مسئلہ میں فقہائے امّت میں سے کبھی کوئی فقیہہ کفارہ کا قائل نہیں ہوا۔

اور اسی طرح طلاق اس طہر میں واقع نہیں ہوتی حالانکہ وہ اس سے پہلے اس مسئلہ میں مسلمانوں کا اجماع اس کے خلاف نقل کر چکا ہے نیز یہ بھی کہ جس نے اس کی مخالفت کی اس نے کفر کا کام کیا۔ پھر اس مسئلہ کے خلاف فتویٰ دیا اور بڑی خلقت کو اس مسئلہ میں پھنسا دیا۔

اور یہ بھی کہ اگر نماز کو قصداً چھوڑا جائے تو اس کی قضا جائز نہیں

اور یہ بھی کہ اگر حائضہ طواف کعبہ کرے تو اس پر کفارہ واجب نہیں طواف اس کے لئے مباح اور درست ہے۔

اور یہ بھی کہ ٹیکس لینا اس سے حلال ہے جس نے زمین کو جاگیر میں دیا ہو۔

اور اگر تاجروں سے ٹیکس لئے جائیں تو زکوٰۃ کے عوض میں ان کی طرف سے کافی ہیں اگرچہ وہ زکوٰۃ کے نام سے نہ لئے ہوں اور نہ زکوٰۃ کے دستور کے مطابق لئے ہوں۔

اور یہ بھی کہ بہنے والی چیزیں چوہیا جیسے جانور کے مرنے سے ناپاک نہیں ہوتیں۔

اور یہ بھی کہ جنبی کو رات میں نوافل تیمّم سے پڑھنے چاہئیں اور ان نوافل کو فجر کے غسل تک موخر نہیں کیا جا سکتا۔ اگرچہ وہ شہر میں ہو۔

اور یہ بھی کہ جس نے امیر کے لئے بچھونا بچھایا اور سفر کے اندر رات میں جنبی ہو گیا اور اس کو یہ ڈر ہے کہ اگر وہ فجر کو غسل کرے گا تو اس کا استاد یا افسر وغیرہ اس کو متہم کرے گا تو وہ فجر کی نماز تیمّم سے پڑھ لے خواہ وہ غسل پر قادر ہو۔

اس قسم کے فروعی مسائل کو بیان کرنے کے بعد آگے چل کر لکھا ہے کہ ابن تیمیہ جن اصولی مسائل پر اکیلا ہے وہ حسن و قبح کا مسئلہ ہے جس کے

معتزلہ قائل ہیں تو یہ بھی ہوگیا اس کی حمایت اور پر کتاب لکھی اور اس کو اللہ کا دین قرار دے دیا اور ہر اس بات کو جو اس پر مبنی ہو اس کو لازم قرار دے دیا جیسا کہ اعمال میں موازنہ کرنا ہے۔

کیا ہی اچھا ہوتا کہ جس وقت اس نے عقل کا حکم مانا عقل سلیم کو حکم مان لیتا اپنی عقل کو جس کی خرابی سے ظاہر ہے حکم نہ بناتا جس سے اس نے ذات خداوندی اور صفات الٰہیہ میں کلام کیا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے بالاتر ہے جو جاہل اس کے متعلق کہتے ہیں۔

اب آپ چند عبارات اسی مکتوب کی معہ متن ملاحظہ فرمائیں۔

خدا تعالیٰ حادث اور ھاتھ پاؤں کا محتاج ھے

واما مقالة فی اصول الدین فمنهما ان الله سبحانه محل للحوادث وانه مرکب مفتقر الی الید العین والوجه والساق ونحوها افتقار الکل الی الجزء

ترجمہ

اور مگر اس کے (ابن تیمیہ کے) اصول دین میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ سبحانہ کی ذات حوادث کے لئے محل ہے اور اللہ تعالیٰ مرکب ہے اس کو ہاتھ آنکھ چہرہ پنڈلی کی اسی طرح محتاجی ہے جس طرح کل کو جزو کی طرف

احتیاج ہوتی ہے۔

قرآن حادث و مخلوق ہے

وان القرآن محدث فی ذاتة تعالیٰ وانالعالم قدیم بالنوع ولم یزل مع الله مخلوق دائما فجعله موجبا بالذات لا فاعلا بالاختیار

ترجمه

اور یہ کہ قرآن ذاتہ حادث اور عالم قدیم بالنوع ہے مخلوق ہوکر خدا کے ساتھ اس کا تعلق دائمی ہے چنانچہ ابن تیمیہ نے اس کو موجب بالذات مانا ہے فاعل بالاختیار نہیں ۔

خدا کا جسم اور نقل مکانی

ومنها قوله بالجسمیة والجهة والانتقال وصرع بعض تصانیفه بان الله بقدر العرش لا اکبر ولا اصغر

ترجمه

اور انہی میں سے اس کا اللہ تعالیٰ کے لئے جسم وجہت اور انتقال مکانی کا قائل ہونا ہے اور اس نے اپنی بعض تصانیف میں بالصراحت لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسی قدر

ہے جس قدر عرش ہے وہ عرش سے نہ بڑا ہے نہ چھوٹا۔

خدا کا علم محدود ھے

وصنف جزا فی ان علم الله لا یتعلق بما لا یتناھی کنعیم اهل الجنة وانه لا یحیط بغیر المتناهی

ترجمه

اور ابن تیمیہ نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم لا متناہی امور سے تعلق نہیں رکھتا جیسا کہ جنتیوں کی کچھ نعمتیں ہیں اور یہ کہ وہ لا متناہی کو محیط نہیں

انبیاأ معصوم نھیں

ومنها ان الانبیاء غیر معصومین وان نبینا علیه وعلیهم الصلوٰة والسلام لیس له جاه ولا یتوسل به أحد الا وان یکون مخطئا وصنف فی ذالک عده اوراق

ترجمه

اور ان ہی باتوں میں سے یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام معصوم نہیں اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے بزرگی اور بڑائی نہیں جو کوئی آپؐ سے وسیلہ

پکڑے وہ خطا کار ہے اور اس موضوع پر کئی اوراق کا
رسالہ لکھا ہے

گنبد خضریٰ کی زیارت گناہ ہے

وان نثاء السفر لزیارة نبینا صلی الله علیه وآله وسلم معصیة لا تقصرفیها الصلوٰة وبالغ فی ذالک ولم یقل به احدمن المسلیمین قبله ہ

ترجمه

اور یہ کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کے لئے سفر کرنا معصیت ہے اس میں نماز قصر نہیں کی جا سکتی اور اس میں بڑا ہی غلو کیا ہے حالانکہ مسلمانوں میں کوئی بھی اس سے پہلے اس کا قائل نہیں ہوا ۔

دوزخیوں کا عذاب

وان عذاب اهل النار ینقطع ولا یتا بد (وجز التقی السبکی فی الرد علیه مطبوعه)

ومن افراده ایضاً التوراة والانجیل لم یبدل الفاظهما بل هی باقیة علی ما انزلت وانما وقع التحریف فی تاویلهماوله فیه مصنف

آخر ما رائت واستغفر الله من کتابه مثل هز فضلاً عن ارتقاده (انتهیٰ ما نقله ابن طولون عن الصلاح العلائی)

﴿فوائد جامعہ صفحہ نمبر ۲۴۹ تا ۲۵۱﴾

﴿بحوالہ السیف الثقیل فی الرد علی ابن زفیل، ص ۱۴۳ تا ۱۴۴﴾

ترجمہ!

اور یہ کہ اہل جہنم کا عذاب ہمیشہ ہمیشہ نہیں بلکہ منقطع ہو جائیگا (امام سبکی نے اس کی رد میں ایک رسالہ لکھا ہے جو مطبوعہ ہے) اور اس کی (جمہور اہل اسلام) سے علیحدگی ایک یہ بھی ہے۔ کہ تورات وانجیل کے الفاظ میں تبدیلی اور تحریف نہیں ہوئی۔ بلکہ یہ اسی صورت میں موجود ہیں جن پر وہ نازل ہوئی تھیں۔ اور تحریف صرف ان کی تاویل میں ہوئی ہے اور اس موضوع پر اس کی ایک تصنیف ہے جو میں نے دیکھی ہے۔ میں تو اس قسم کی باتوں کے لکھنے پر بھی اللہ سے استغفار کرتا ہوں چہ جائیکہ ان پہ اعتقاد رکھنا ﴿یہاں وہ مسائل جنہیں ابن طولون نے صلاح الدین علائی سے نقل کیا ہے ختم ہوگئے﴾

یہ بھی دیکھیں

علامہ صلاح الدین علائی کی اس طویل عبارت کے بعد ابن تیمیہ کے تفردات جو ابن رجب نے بیان کئے ہیں ان کا اردو ترجمہ یہ ہے ضرورت کی صورت میں موزوں پر مسح کرنے کی کوئی مدت نہیں غیر معزور کو وقت کے فوت ہونے نماز جمعہ یا عیدین کے وقت نکل جانے کا ڈر ہو تو وضو کے بجائے تیمّم کرنا درست ہے اور یہ کہ نہ تو حیض کی کوئی کم سے کم مدت ہے اور نہ زیادہ سے زیادہ مدت ہے۔ اور نہ ہی سن یاس کی کوئی مدت ہے باکرہ کے لئے اس تبرار نہیں چاہے وہ بوڑھی ہو سجدۂ تلاوت کت لئے وضو شرط نہیں بلا محلل کے گھوڑ دوڑ میں شرط لگانا جائز ہے۔ آخر یہ ہے۔

فكم له من شواذ ابن تيميه وقد ذكر ابن حجر الهيثمى فى فتاويالحديثية كثيراًمن شواذ ابن تيميه

یعنی اب اندازہ کریں کہ ابن تیمیہ کے کتنے تفردات ہیں اور اس کے بہت سے تفردات کو امام ابن حجر نے فتاویٰ حدیثیہ میں بھی ذکر کیا ہے۔

بے جا حمایت

اسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ نواب صدیق حسن بھوپالی نے

کافی رقم خرچ کر کے محمود آلوسی بغدادی کے بدنہاد اور ناخلف بیٹے نعمان آلوسی سے ایک کتاب ابن تیمیہ کی صفائی پیش کرنے کے لئے لکھوائی لیکن اس رسوائے زمانہ کتاب کو علماء نے اس کے منہ پر دے مارا کیونکہ وہ پوری کوشش باوجود جھو کو سچ نہ بنا سکا۔

چنانچہ لکھا ہے۔

وقد حاول الشیخ نعمان الآلوسی باشارہ صدیق حسن خان الذی کان لہ بہ صلۃ مادیۃ متینۃ الردفی جلاء العینین مترخیا تبرئتہ ساحۃ ابن تیمیۃ من غالب تلک الشواذ لکن سقط فی یدہ حیث فضحت ہذہ اطرحلۃ من الدعایۃ لابن تیمیہ بطبع کتب لہ

ترجمہ

شیخ نعمان آلوسی نے نواب صدیق کے ایما پر مالی امداد حاصل کر کے جلاء العینین میں ابن حجر مکی کے رد کا ارادہ کیا اور ابن تیمیہ کے دامن کو اکثر شواذ و تفردات سے پاک کرنے کی کوشش میں بڑا زور لگایا مگر اسے ندامت اٹھانا پڑی کیونکہ ابن تیمیہ کی کتابوں نے اس کی بے جا حمایت کو ذلیل و رسوا کر دیا۔ کیونکہ جن باتوں کی اس نے تردید کی تھی ابن تیمیہ کی کتابوں میں

اس کی تصریح موجود تھی آخر پہ لکھا ہے اللہ تعالے
دولت کے لالچ کو قتل کرے جو بھی اس کے ہتھے چڑھ
گیا اسے ذلالت ہی نصیب ہوئی۔ **لکن قاتل الله**
النمادة ما دخلت فی شئی الا اقسد ته)

﴿السیف الثقیل فی الرد علی ابن زفیل مطبوعہ مصر صفحہ ۱۴۱ تا ۱۴۴﴾

درج ذیل تاثرات بھی ابن تیمیہ کے خاص معتقدین کے ہیں
حیات ابن قیم مطبوعہ مصر میں جامعہ قاہرہ مصر کے اساتذہ عبد العظیم وغیرہ
باوجود ابن تیمیہ کے گروپ کے افراد ہونے کے اس کی طبعی شدت وحدت
اور اصل مسائل سے برگشتگی کے متعلق جو تصویر کشی کرتے ہیں اس کا نمونہ
کتاب کے ترجمہ میں پیش کیا جاتا ہے۔

تکفیر بازی

ابن تیمیہ کی مخالفت اپنی انتہا کو اس وقت پہنچی جبکہ ۷۲۶ھ میں
آپ نے یہ اعلان کیا کہ مزارات کی زیارت کرنا اور اولیاء اللہ کا وسیلہ اختیار
کرنا حرام ہے ابن تیمیہ اس مخالفانہ تحریک کے پہلے پہلے راہنما تھے جس
کے ذریعے روحانی اور اہل ذوق حضرات کے خلاف اعتراضات اور تکفیر کے
تیر برسائے گئے ان کے بعد صوفیاء کے جو مخالف افراد آئے وہ سب ابن
تیمیہ کی راہ پر گامزن رہے۔ ﴿حیات ابن قیم صفحہ نمبر ۴۵۵﴾

جوش و خروش

ابن تیمیہ کی بے باکی کے عنوان سے لکھا ہے۔ اس سے اندازہ لگا لیجئے کہ وہ اپنے حریفوں کے ساتھ کس قدر ہمت اور دلیری سے بحث کرتے ہوں گے اور ان پر کس قدر شدّت اختیار کرتے ہوں گے اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ اپنے حریف پر کفر کا الزام لگانے سے بھی نہیں چوکتے ابن تیمیہ کی طبیعت میں جوش وخروش تھا اور ابن قیم کی طبیعت میں سکون واعتدال تھا۔

﴿حیات ابن قیم صفحہ نمبر ۴۵۵﴾

تاریخ ورجال کے مشہور ماہر علامہ ذہبی ابن تیمیہ کے منہاج ومسلک سے شدید ترین متاثر ہیں اور انہوں نے ابن تیمیہ کے جو قصائد لکھے ہیں ان کے لئے متعدد صفحات درکار ہیں باایں ہمہ قصیدہ گوئی کرتے کرتے وہ بھی لکھتے ہیں۔

انا لا اعتقد فيه عصمة بل انا مخالف له فی مسائل اصلية وفرعية فانه كان مع سعة علمه وفرط شجاعته وسيلان ذهنه وتعظمه لحرمات الدين بشرامن البشر تعترية حدة فی البحث وغضب وصدمة للخصوم

﴿تاریخ الکبیر ذھبی صفحہ نمبر ۳۹۱﴾

میں اس کو معصوم نہیں سمجھتا بلکہ میں اصولی اور فروعی
مسئلوں یں اس کا مخالف ہوں۔ وہ اپنے علم کی زیادتی
،شجاعت اور تندئ ذہن اور دین کی قابل احترام
باتوں کی تعظیم کرنے کے باوجود ایک بشر تھا وہ دوران
بحث گرم ہو جاتا اور غصے میں آپے سے باہر ہو جاتا۔
آگے چل کر علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ لوگ اس کے
علم کا لوہا مانتے تھے مگر اس کے اخلاق و افعال سے
ناراض تھے۔ متن ہے

ولكن يتقمون عليه اخلاقاً وافعالاً

مندرجہ بالا تحریر میں ذہبی نے ابن تیمیہ کے ساتھ اپنے اصولی اور فروعی اختلافات کا ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ اس کے افعال و کردار اور بد اخلاقی کا نمونہ بھی واضح طور پر پیش کر دیا گویا کہ جو لوگ اس کی علمی قابلیت سے شدید متاثر اور متعدد عقائد میں اس کے ہم آہنگ ہیں وہ بھی اس کی تلبیسات اور حدت طبع پر پردہ ڈالنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔

الغرض ابن تیمیہ کے متعلق ساتویں صدی سے لے کر اب تک کے تمام علمائے امت کی تحریروں کو اگر جمع کر دیا جائے تو ہزاروں صفحات پر مشتمل کتاب تیار ہو سکتی ہے۔

قارئین کو قطعی طور پر اندازہ ہو گیا ہو گا کہ ابن تیمیہ ایک متشدد اور متعصب شخص ہونے کے علاوہ ابن حزم خارجی کا روحانی شاگرد تھا

اور ابن حزم کی اہل بیت رسول علیہ الصلوۃ والسلام سے کھلم کھلا دشمنی روز۔روشن کی طرح ظاہر ہے

ان لوگوں کا جمہور اہل اسلام سے نہ صرف یہ کہ فروعی مسائل میں ہی اختلاف ہے بلکہ اصولی مسائل میں بھی بیسیوں اختلافات ہیں۔

حتّٰی کہ یہ لوگ اللہ جل شانہُ کی ذات اقدس کے متعلق بھی اس قسم کے عقائد رکھتے ہیں جو کفر صریح پر مبنی ہیں۔

علاوہ ازیں خلاصہ کائنات فخر موجودات نور مجسّم شفیع معظم احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت کبریٰ سے انکار ان لوگوں کی دین اسلام سے برگشتگی کی بدترین مثال ہے

اس سے بڑھ کر اور غضب کیا ہو گا کہ یہ لوگ قرآن وحدیث کی نصوصِ صریحہ کا واضح ترین انکار کرنے کے باوجود بھی بعض لوگوں کے نزدیک شیخ السلام اور محقق بے بدل کے القابات سے یاد کئے جاتے ہیں۔

بہر حال جو لوگ خدا اور رسول کے بارے میں اس قدر مکروہ عقائد کا اظہار کرتے ہوں ان کے نزدیک اسلام کی دیگر بلند پایہ اور عالی مرتبت ہستیوں کا کیا مقام ہو گا۔

آئندہ اوراق میں ہم ابن تیمیہ کی تحریروں کا قرآن اور حدیث اور

اقوال آئمہ سے بھی موازنہ کریں گے اور اس کی ان تحریروں کو بھی قارئین کے سامنے لائیں گے جن سے اہل بیت رسولؐ سے عداوت کا بھی اظہار ہوتا ہے اور وہ منشائے خدا اور رسول کے بھی خلاف ہیں۔ اب آپ ابن تیمیہ اور اسکی اس کتاب کے بارے میں جس کو عباسی نے اپنے مکروہ عزائم کی تکمیل کے لئے استعمال کیا ہے۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ کا ایک فتویٰ ملاحظہ فرمائیں۔

ابن تیمیہ کی منہاج السنۃ اور شاہ عبدالعزیز

کلام ابن تیمیه فی منهاج السنة وغیره من الکتاب موحش جدانی بعض المواضع لا سیمانی تفریط حق اهل بیت وفی منع زیارة النبی علیه السلام فی انکارالغوث والقطب والا بدال وتحقیرالصوفیة وامثال ذالک وهذه المواضع منقولة موجودةعندی وقد تصدی لرد کلامه فی زمانه جها بذه علماء الشام والمغرب وابمصر ثم ان ابن القیم تلمیذه الرشید قد بالغ فی توجیه کلامه لکن لم بقبله العلماء حتیٰ ان المخدوم معین الدین السندی فی عمر سیدی الوالد طال رسالةفی رده واذا کان کلامه مردود عند علماء اهل السنة فای طعن بلهتم فی ذالک فقط

ترجمہ:۔

ابن تیمیہ کے کلام سے جو منہاج السنۃ وغیرہ کتابوں میں پایا جاتا ہے نہایت وحشت ہوتی ہے۔ خصوصاً ان باتوں سے تو انسان متوحش ہو جاتا ہے جو اس نے اہل بیت کی تفریط کے طور پر لکھی ہیں یعنی اہل بیت کی تنقیص کی ہے نیز اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے منع کیا ہے اور غوث قطب و ابدال وغیرہ کا بھی انکار کیا ہے۔

صوفیاء کرام کی تحقیر کے سلسلہ میں اس نے بہت کچھ لکھا ہے اسی طرح اس کی بہت سی باتیں ہیں، علمائے شام، مصر اور مغرب نے ابن تیمیہ کا رد اس کے زمانے میں ہی لکھ دیا تھا۔

پھر اس کے بعد اس کے شاگرد ابن تیمیہ کے کلام کی توجیہات و تاویلات بیان کی ہیں مگر علمائے اہل سنت نے ان تاویلات کو قبول نہیں کیا حتیٰ کہ ہمارے مخدوم معین الدین سندھی نے بھی ہمارے والد صاحب کے زمانہ میں ابن تیمیہ کے رد میں ایک رسالہ لکھا۔

علمائے اہل سنّت کے نزدیک ابن تیمیہ کا کلام باطل ہے۔

آخر پر ابن تیمیہ کے متعلق مورّخ اسلام علامہ شبلی کا ایک تاثر ملاحظہ فرمائیں جو انہوں نے سراج الامۃ سیّدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت میں درج کیا ہے چونکہ ابن تیمیہ سیّدنا امام اعظم کو امام الائمہ سیّدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شاگرد تسلیم نہیں کرتا اور اس ٹھوس حقیقت کا انکار صرف اس وجہ سے کرتا ہے کہ اس واقعہ میں اہل بیت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعریف وتوصیف کا پہلو ہے۔ چنانچہ ابن تیمیہ کی اس بے باکی کا جواب دیتے ہوئے علامہ شبلی رقمطراز ہیں۔

ابن تیمیہ نے اس سے انکار کیا ہے۔ اور اس وجہ سے کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے معاصر اور ہم عصر تھے۔ اس لئے ان کی شاگردی کیونکر اختیار کرتے لیکن یہ ابن تیمیہ کی گستاخی اور خیرہ چشمی ہے۔ امام ابوحنیفہ لاکھ مجتہد اور فقیہہ ہوں لیکن فضل وکمال میں ان کو حضرت امام جعفر صادق سے کیا نسبت۔ حدیث وفقہ بلکہ تمام مذہبی علوم اہل بیت کے گھر سے نکلے۔

﴿سیرت نعمان صفحہ نمبر ۶۰۔ مولفہ مورّخ اسلام علامہ شبلی﴾

ابن تیمیہ کی جہالتوں اور خباثتوں کا باب انہی الفاظ پر بند کیا جاتا ہے قارئین خود ہی اندازہ کرلیں؟ کہ ایسے شخص کی کسی عبارت کو استدلال کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے کہ نہیں۔

ہم ابن حزم ہی کی طرح اس کی خرافات کو بھی باطل قرار دیتے

ہیں اس کا کلام خام جمہور اہل اسلام کے نزدیک ہرگز ہرگز حجّت قرار نہیں پا سکتا تاہم اس کی بعض تحریروں پر آئندہ اوراق میں قرآن وحدیث کی روشنی میں تبصرہ ضرور کریں گے اور یہ بھی بتائیں گے کہ اس قدر متشدد اور متعصب شخص بھی پورے طور پر عباسی کا ساتھ نہیں دے رہا۔ خاص طور پر یزید کے بارے میں اس کی انتہائی حمایت کرنے کے باوجود یہ متعدد باتیں ایسی لکھ گیا ہے جو عباسی کے خیالی قلعوں کو زمین بوس کر دینے کے لئے کافی ہیں۔

نصف غیر شیعہ

اور

ثقہ مؤرخ ابن خلدون

ابن خلدون کون ہیں ؟

عباسی وغیرہ کے نزدیک علامہ ابن خلدون ثقہ مؤرخ ہیں اور یہ کہ وہ غالی، رافضی اور شیعہ، قسم کے بھی کوئی چیز نہیں ہیں۔ البتہ رشید ابن رشید کے چربہ ساز مؤلف ابن یزید کے خیال میں انہیں کبھی کبھی اہل بیت رسول سے عقیدت کا دورہ ضرور پڑتا ہے جس کی وجہ سے یہ وقتی طور پر یا تو ضعف بصارت کا شکار ہو جاتے ہیں اور یا بالکل ہی بصارت سے محروم ہو جاتے ہیں۔ اس لئے انہیں پورے ثقہ اور غیر شیعہ قرار دینا مشکل ہے بلکہ یہ نصف ثقہ اور غیر شیعہ اور نصف غیر ثقہ اور غیر شیعہ ہیں۔

یعنی آدھے ثقہ غیر شیعہ مورّخ۔

بہرحال عباسی وغیرہ انہیں ثقہ مورّخ تسلیم کرتے ہیں جیسا کہ عنقریب بیان ہوگا مگر ان کے ساتھ ایک بہت بڑی ٹریجڈی ہوگئی۔ ادبی سرقہ بازوں کے لئے اس قسم کی اصطلاحیں تو سنتے ہی آئے ہیں کہ فلاں شعر

چوراور فلاں کہانی چور ہے اور یہ بھی عین ممکنات سے ہے کہ کوئی کسی کی پوری کی پوری کتاب چرالے اور پھر اپنے نام سے طبع کروالے جیسا کہ حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ کی متعدد تصانیف لوگوں نے اپنے نام سے متعارف کروائیں۔

لیکن علامہ ابن خلدون کے ساتھ بالکل ہی عجیب بات ہوئی ۔انہوں نے شب وروز کی محنت شاقہ کے بعد اپنی تاریخ کے لئے چھ ایسے صفحات مرتب کیے جن میں امام عالی مقام امام حسینؓ کی غلطیوں اور یزید پلید کی شان وعظمت اور پاکیزگیءفطرت کی تصویر کشی کی گئی تھی ۔لیکن اسے عباسی کی بد قسمتی ہی کہیے کہ علامہ ابن خلدون نے مسودہ کتاب کسی رافضی کو پڑھنے کے لئے دیا اور اس نے وہی چھ کے چھ صفحات نکال لینے میں وہ ہاتھ کی صفائی دکھائی کہ کسی کو کان وکان خبر نہ ہوئی۔

خدا جانے ابن خلدون پر اس خطرناک چوری کا کیا رد عمل ہوا مگر عباسی کا یوں کف افسوس ملنا اور ان مسروقہ اوراق پر اظہار تاسف کرنا ہم سے دیکھا نہیں جاتا اس لئے مناسب خیال کرتے ہیں کہ اس پریشانی کو دور کرنے کی کوشش کی جائے چنانچہ حقیقت حال واضح کرتے ہیں۔

تاریخ ابن خلدون کے چند عربی اردو ایڈیشن ہم نے بھی دیکھے ہیں جن میں سے بعض کے حاشیہ پر یزید کی ولیعہدی کے مقام پر نشاندہی کی گئی ہے کہ اس واقعہ کے چھ صفحات غائب ہو چکے ہیں۔

یہاں تک تو یہ بات درست ہے کہ ایسا واقعہ فاجعہ ہوا ضرور ہے خواہ ابن خلدون کے زمانے میں ہوا ہو یا ان کے بعد میں ہوا ہوگا کیونکہ اگر ان کی زندگی میں ہوتا تو وہ دوبارہ اس واقعہ کو قلمبند کر سکتے تھے۔

اگر چہ دور حاضر کے ایک اور خارجی نما مولف جس کی تمام تصانیف کو پڑھنے کے بعد اس کے نظریات کے متعلق صرف یہی کہا جا سکتا ہے کہ:۔

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی۔

لکھا ہے کہ یہ واقعہ ابن خلدون نے سرے سے لکھا ہی نہیں یہ پیشہ ور مورّخ عباد اللہ اختر لکھتا ہے۔

شہادت امام حسین کا واقعہ تمام مورّخین نے لکھا ہے لیکن ابن خلدون جو ایک محقق اور مورّخ ہے خاموش ہے اس نے اس واقعہ کے متعلق ایک لفظ بھی نہیں لکھا۔ (اے)

﴿خلافت اسلامیہ حصہ اول صفحہ نمبر ۱۸ مولفہ عباد اللہ اختر﴾

عباد اللہ اختر کی اس ریسرچ کو تو ہم اس کی تاریخ سے عدم واقفیت اور حقائق سے روگردانی کا نام دیتے ہیں اور اسے مشورہ دیتے ہیں کہ طبعی عمر کے ان آخری ایام میں اپنے نظریات کا اس طرح بیڑہ نہ غرق کرے اور مورخ بننے کے شوق سے توبہ کرے۔

البتہ خارجی عباسی کا غم غلط کرنے کے لئے اسے بتاتے ہیں کہ تاریخ ابن خلدون سے یزید کے متعلق اوراق چوری کرنے والا کوئی غالی شیعہ اور را

فضی نہیں ہوسکتا ہمارے اس دعویٰ کی ٹھوس اور مضبوط ترین شہادت موجود ہے۔

اس لئے یقین رکھو کہ یہ واردات رافضیوں نے نہیں کی بلکہ یہ کسی تمہارے باواجان ہی نے کی ہے اور اس کی واضح ترین اور اخص الخاص دلیل یہ ہے کہ علامہ ابن خلدون باوجود دیگر مؤرخین پر بے اعتمادی کا اظہار کرنے کے نہ دشمن اہل بیت ہیں اور نہ ہی تمہاری طرح یزید کو معصوم فرشتہ اور مجسمہ شرافت و پاکیزگی مانتے ہیں اور نہ ہی امام عالی مقام کی شہادت عظمیٰ کو شدید غلطی اور ہلاکت خیز گناہ قرار دیتے ہیں وہ اپنے مشہور مقدمہ میں جس کی بعض تحریروں سے تم لوگ بھی ناجائز فائدہ اٹھاتے ہو میں بالوضاحت تحریر کرتے ہیں کہ امام عالی مقام سیدنا امام حسین حق پر تھے اور یزید پلید فاسق و فاجر بھی تھا اور امام حسین کی شہادت کا ذمہ دار بھی اگرچہ تمہیں یہ سب کچھ معلوم ہے تاہم قارئین پر حقیقت حال واضح کرنے کے لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام اور یزید پلید کا موازنہ کرتے ہوئے رجو کچھ بھی ابن خلدون نے مشہور مقدمہ تاریخ میں تحریر کیا ہے من وعن تحریر کردیں۔

خلافت کے مستحق نظر انداز

حضرت معاویہ نے دوسروں کو چھوڑ کر یزید کو مصلحت کے تحت چنا تھا

کیونکہ بنوامیہ کے ارباب حل وعقد کا یزید کی ولی اعہدی پر اتفاق تھا۔ کیونکہ
اس وقت بنوامیہ اپنے سوا کسی اور کے لئے خلافت نہیں چاہتے تھے بنوامیہ
قریش تھے انہیں تمام مسلمانوں کی حمایت حاصل تھی اور یہی ارباب اقتدار
تھے اس لئے انہیں میں سے ولی عہد چنا گیا اور جو بظاہر خلافت کے اہل تھے
انہیں نظر انداز کیا گیا تا کہ مسلمانوں کے اتفاق اتحاد میں جو شارع کے
نزدیک اہم ہے خلل نہ آئے

﴿مقدمہ ابن خلدون جلد دوم صفحہ ۲۷﴾

عبد اللہ ابن عمر کی کنارہ کشی

اس میں (عبد اللہ) ابن عمر نے اس لئے حصہ نہیں لیا کہ یہ اپنی
پارسائی کی وجہ سے بڑے محتاط رہتے تھے اور جائز وناجائز ہر ہر چیز سے کنارہ
کش رہا کرتے

﴿مقدمہ ابن خلدون جلد دوم صفحہ ۲۸﴾

یزید کا فسق و فجور اور ذوق غنا

یزید کی ولی عہدی کے سلسلہ میں چند مسائل ایسے بھی ہیں جن پر
روشنی ڈالنے کی ضرورت ہے مثلاً عہد خلافت میں یزید فسق و فجور میں مبتلا ہو
گیا تھا حضرت معاویہ کی شان عدالت دیکھتے ہوئے یہ گمان بھی نہیں ہوتا کہ
آپ انتہائی عادل اور صاحب فضل تھے بلکہ یزید کو اپنی زندگی میں گانہ سننے پر

برا بھلا کہتے رہتے اور اسے روکتے رہتے حالانکہ گانا سننا دوسرے گناہوں کے مقابلہ میں کم ہے۔

❀ مقدمہ ابن خلدون جلد دوم صفحہ ۲۹ ❀

علامہ ابن خلدون کے اس صراحتی بیان کے بعد اب عباسی کو ان اوراق مسروقہ کا غم بھول جانا چاہئیے جن میں اس کے زعم کے مطابق یزید لعین کو فرشتہ ثابت کیا گیا ہوگا علامہ ابن خلدون یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ جو بظاہر خلافت کے اہل تھے انہیں مصلحت کی بنا پر نظر انداز کیا گیا تھا اور حضرت عبد اللہ ابن عمر کا یزید کی موافقت و مخالفت میں حصہ نہ لینا احتیاط کے طور پر تھا کیونکہ وہ ہر جائز و ناجائز کام کرنے سے کنارہ کشی کئے ہوئے تھے۔ بقول علامہ ابن خلدون حضرت عبد اللہ ابن عمر جانبین میں کوئی کردار بھی قطعاً ادا نہیں کیا۔ لیکن تم یہ ثابت کرنا چاہتے ہو جیسے ابن فاروق اعظم یزید ہی کے ایجنٹ ہوں (معاذ اللہ) ہم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے اس اجتہاد اور آپ کی گوشہ نشینی جیسی خاموش زندگی کے بارے میں آئندہ اوراق میں بالوضاحت بیان کریں گے۔

یہاں تو صرف یہ بتانا تھا کہ ابن خلدون یزید کو فاسق و فاجر تسلیم کرتے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ آپ نے مزید لکھا ہے کہ:۔

یزید کی بیعت کی حقیقت

جب یزید فسق و فجور میں مبتلا ہوا تو صحابہ کرام نے اس کے بارے میں مختلف رائیں قائم کی کیں۔ کسی نے اس کی بیعت توڑ کر اس سے جنگ کا ارادہ کرلیا جیسا کہ اما حسین علیہ السلام اور عبداللہ بن زبیرؓ نے اور ان کے ماننے والوں نے۔ لیکن بعض یہ سوچ کر جنگ سے باز رہے کہ اس سے ملک میں فتنہ برپا ہو جائے گا۔

اور ناحق لوگوں کا کثرت سے خون ہو گا علاوہ ازیں یزید کا مقابلہ بھی آسان نہیں تھا کہ اسے نبھایا جاسکے لیکن اس وقت یزید برسر اقتدار تھا اور اس کی حمائت میں بنوامیہ ننگی تلواریں لئے کھڑے تھے اور علاوہ ازیں قریش کے ارباب حل وعقد اس کی حمایت کے لئے تیار تھے اور مضر کا سارا قبیلہ جو سب سے زیادہ طاقت ور تھا یزید ہی کے ساتھ تھا۔ جس کے مقابلہ کی ان میں تاب ہی نہ تھی چنانچہ یہ لوگ بیعت توڑنے اور بغاوت سے رکے رہے اور اللہ سے اس کی ہدایت کی دعائیں مانگتے رہے یا پھر اس سے نجات کی۔

مسلمانوں کی جمہوریت اسی خیال کی تھی۔ دونوں جماعتیں مجتہد تھیں اور دونوں میں سے کسی کو برا نہیں کہا جا سکتا کیونکہ یہ سب مسلمانوں کی خیر خواہی اور تلاش حق کے لئے کوشاں تھے۔ ان مقاصد میں ان کی مساعی لوگوں میں مشہور و معروف ہے حق تعالے ہم کو ان کی پیروی کرنے کی توفیق

عطا فرمائے۔

﴿مقدمہ ابن خلدون جلد دوم صفحہ نمبر ۳۰﴾

علامہ ابن خلدون کی اس صراحت کے بعد قاری کے لئے یہ نتیجہ اخذ کرنا ہرگز مشکل نہیں کہ تاریخ ابن خلدون سے جو اوراق اڑائے گئے ہیں ان میں خوارج کے موقف کی ہرگز تائید موجود نہیں تھی بلکہ صاف ظاہر ہے کہ ان میں خوارج کی شدید ترین تکذیب و تردید بھی کی گئی ہوگی اور یزید پلید کی بھی پوری پوری خبر لی گئی ہوگی۔

اس لئے ان صفحات کا چور سوائے خارجیوں کے اور کوئی نہیں ہوسکتا ہم چاہتے ہیں کہ خوارج کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی جائے چنانچہ مقدمہ ابن خلدون ہی سے اس مسئلہ پر واضح ترین عبارات ملاحظہ ہوں۔

شھادت حسینؑ کا ذمہ داریزید ھے

یہ بھی ذہن نشین کر لیجئے کہ یہ خیال نہیں کرنا چاہیے کہ جیسے صحابہ کرامؓ نے اپنے اجتہاد سے امام حسین کا ساتھ نہیں دیا اسی طرح آپ کی شہادت بھی اجتہاد سے واقع ہوئی ہے۔

حاشا و کلاّ یہ بات نہیں ہے آپ کی شہادت کی ذمہ داری محض یزید اور اس کے ساتھیوں پر ہے

﴿مقدمہ ابن خلدون صفحہ نمبر ۲۔۳۶﴾

یزید فاسق تھا امام حسینؑ حق پر تھے

یہ نکتہ چینی بھی نہ کی جائے کہ یزید فاسق تھا اور صحابہ نے اس کی بغاوت جائز نہیں سمجھی تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ ان کے نزدیک اس کے افعال صحیح تھے۔ کیونکہ فاسق کے مسنون افعال ہی صحیح ہوتے ہیں۔ صحابہ کے نزدیک باغیوں سے جنگ کی ایک یہ بھی شرط ہے کہ ان سے امام عادل کے ساتھ مل کر جنگ کی جائے یہاں یہ شرط نہیں پائی جاتی۔ اس لئے امام حسینؓ کی یزید سے جنگ اور یزید کی امام حسینؓ سے جنگ جائز نہ تھی بلکہ اس کے یہ کرتوت اس کے فسق میں اضافہ کا باعث ہوئے اور امام حسین علیہ السلام کے مقدر میں شہادت تھی جس کا انہیں ثواب ملا کیونکہ آپ حق پر تھے اور اجتہاد کی روشنی میں لڑے۔

﴿مقدمہ ابن خلدون جلد دوم صفحہ نمبر ۳۶﴾

یزید کا فسق متعیّن ھے

یزید کی غلطی اس کے فسق نے متعین کر دی ہے

﴿مقدمہ ابن خلدون جلد دوم صفحہ نمبر ۳۶﴾

حسینؑ سے بڑھ کر کوئی امام عادل نہ تھا

اس سلسلہ میں ابن عربی مالکی نے اپنی کتاب العواصم من القواصم

میں جو لکھا ہے کہ حسین اسلامی شریعت کی رو سے قتل ہوئے سراسر غلط ہے ۔ ابن عربی سے یہ غلطی اس لئے ہوئی کہ وہ جنگ کے لئے امام عادل کی شرط بھول گئے ۔ بھلا اس زمانے میں ہوا پرستوں سے لڑنے کے لئے امانت و عدالت میں امامؓ موصوف سے بڑھ کر کون مستحق ہو سکتا ہے لہذا ان کی شہادت ہوئی ہے نہ کہ بغاوت کی راہ سے قتل ہوا۔

﴿مقدمہ ابن خلدون صفحہ نمبر ۲۔ ۳۶﴾

امام حسین مجتھدوں کے امام تھے

دیگر صحابہ کرام جو حجاز میں اور شام و عراق میں یزید کے پاس تھے اور ان کے ماننے والے اس پر متفق تھے کہ یزید سے اگرچہ وہ فاسق ہے جنگ ناجائز ہے۔ کیونکہ جنگ باعث فتنہ وخونریزی ثابت ہوگی ۔ چنانچہ وہ جنگ سے باز رہے انہوں نے اس سلسلہ میں نہ امام حسینؓ کی موافقت کا اظہار کیا اور نہ مخالفت کا اور نہ انہیں خطا کار و گنہ گار گردانا کیونکہ امام حسینؓ نہ صرف مجتہد بلکہ مجتہدوں کے امام نمونہ تھے ۔ یہ خیال کر کے گمراہ نہ ہو جانا چونکہ ان صحابہ نے امام حسین کا ساتھ نہیں دیا اور ان کی مدد نہیں کی اس لئے یہ گنہگار ہیں کیونکہ صحابہ کی کثرت یزید ہی کے ساتھ تھی اور وہ یزید کی بغاوت کو جائز نہیں سمجھتے تھے ۔ خود امام حسینؓ اپنی فضیلت اور استحقاق خلافت پر کربلا میں انہیں صحابہ کرام کو بطور شہادت پیش کیا کرتے تھے

اور فرمایا کرتے تھے کہ میرے فضل واستحقاق کے بارے میں جابر بن عبداللہ، ابوسعید خدری، انس بن مالک، زید بن راقم، سہل بن سعد وغیرہ سے پوچھ لو۔ آپ نے اپنا ساتھ نہ دینے پر ان پر کوئی نکتہ چینی نہیں کی اور نہ آپ نے ان سے مدد کی درخواست کی کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ انکا اجتہاد میرا ساتھ نہ دینے پر مجبور کر رہا ہے اور میرے اجتہاد کا تقاضا جنگ ہے۔

﴿مقدمہ ابن خلدون صفحہ نمبر ۳۶، جلد نمبر ۲﴾

ابن خلدون کی ان واضح ترین تصریحات اور حقیقت نگاری کی تصویر کشی کے بعد اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عباسی وغیرہ کی وہ تحریریں بھی ہدیہء قارئین کر دی جائیں جن میں علامہ ابن خلدون کے متعلق مختلف تاثرات پیش کیے گئے ہیں۔

مقدمہ ابن خلدون ہی کی چند تحریریں پیش کرنے کے بعد خارجی مصنف ابن یزید بٹ لکھتا ہے۔

ایک رُخ

اہلِ بصیرت قارئین!

علامہ موصوف کی تحریر بار بار پڑھیں اور اس پر خوب اچھی طرح غور فرمائیں، علامہ صاحب نے تاریخ کو غلط رنگ میں پیش کرنے والوں کی نشاندہی کر کے واضح الفاظ میں بتا دیا ہے کہ جو تاریخ آج ہمارے پاس

ہے وہ زیادہ تر غلط اور بے بنیاد ہے اور ان میں من گھڑت فیصلوں سے متاثر ہو کر اکثر مسلمان حقیقت سے دور جا چکے ہیں اور بعض بزرگوں کی غلط عقیدت ومحبت میں انصاف اور دیانت سے ہٹ کر غلط باتوں کا شکار ہو گئے ہیں۔

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۴۷﴾

دوسرا رُخ

علامہ ابن خلدون کے حقیقت نگار قلم کے چمکدار الفاظ جو ہم نے کتاب کے شروع میں درج کئے ہیں۔ علامہ موصوف کے ان الفاظ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مندرجہ ذیل فقرے مقدمہ ابن خلدون میں کسی اور نے بڑھا دیئے ہیں اور نہیں تو اہل بصیرت حضرات کو ہر حالت میں اس بات کا اقرار کرنا پڑے گا کہ خود علامہ موصوف بھی علان حق کرتے کرتے اندھی عقیدت اور کوفی پراپیگنڈے کا شکار ہو کر رہ گئے۔

دیگراں نصیحت اور خود را فصیحت

﴿رشید ابن رشید صفحہ نمبر ۱۹۷﴾

یہ ہیں علامہ ابن خلدون کے متعلق دوہرے ریما کس جاہل اور نقال مؤلف ابن یزید بٹ خارجی کے اب ذرا آپ پڑھے لکھے اور دھوکا باز خارجی عباسی کی قلابازیاں ملاحظہ فرمائیں۔ جو اس نے علامہ ابن خلدون

کے نام کو استعمال کرنے کے سلسلہ میں کھائی ہیں۔

منفرد مورّخ

وضعی روائتوں اور مبالغات کو جو کتب تاریخ میں مذکور ہیں نقد و درایت سے جانچنے کی کوشش سوائے علامہ ابن خلدون کے کسی اور مورّخ نے نہیں کی خصوصاً دورِ اموی کے بعض مشہور واقعات:۔

﴿خلافت معاویہ ویزید صفحہ نمبر ۵۷﴾

پھر لکھتا ہے:۔

البتہ ایک منفرد مثال علامہ ابن خلدون کی ہے جنہوں نے اپنے شہرۂ آفاق مقدمہ تاریخ میں بعض مشہور روایات کو نقد و نظر کے معیار پر رکھنے کی کوشش کی۔

﴿خلافت معاویہ ویزید صفحہ نمبر ۵۷﴾

شائد غلط نہ ہو؟

علامہ موصوف نے ولائت عہد کی بحث میں امیر یزید کی ولیعہدی کے متعلق جو بیان کیا ہے وہ اسی کتاب میں دوسری جگہ درج ہے۔اس کے پیش نظر راقم الحروف استنباط شائد غلط نہ ہو تنہا وہی ایک مورّخ ایسے ہیں جنہوں نے دیگر وضعی روایات کی طرح سانحہ کربلا کی موضوعات کو تاریخی معیار پر جانچنے کی کوشش کی تھی جس کی پاداش میں ان کی کتاب کے تمام

نسخوں میں تین ورق یعنی چھ صفحے جو اس حادثہ کے بارے میں تھے آج تک
کسی بشر کو چار دانگ عالم میں دستیاب نہ ہو سکے۔

خلافت معاویہ و یزید صفحہ نمبر ۵۸

تین ورق گم نہ ہوتے تو ابن خلدون شیعہ ہوتے

صرف دو خارجیوں کی ان مختصر عبارات سے ہی قارئین کو ٹھیک طور پر
اندازہ ہو گیا ہو گا کہ درحقیقت ان کے معیار پر نہ کوئی مفسر ہے اور نہ محدّث
اور نہ کوئی مورّخ ہے اور نہ فقیہہ اگر کسی مورّخ یا محدث کی عبارت کو قطع برید
کرنے سے کام چل جاتا ہے تو اس کی عظمت و جلالت اور دیانت و
امانت کی قصیدہ گوئی شروع کر دیتے ہیں اور اگر ان کی مطلب براری کسی بھی
صورت نہ ہو سکتی ہو تو اسے غیر ثقہ رافضی، اور غالی وغیرہ کے القاب عطا کر
دیتے ہیں اور اگر یہ زبان و قلم سے کسی کو ثقہ تسلیم کر بھی لیں تو ذہنی طور پر اس کی
حقیقت پسندی کو ہرگز تسلیم نہیں کریں گے۔

جیسا کہ علامہ ابن خلدون کے بارے میں آپ ان کے تاثرات
پڑھ چکے ہیں اور یہ بھی جان چکے ہیں کہ ان کے روایت کردہ حقائق کو مان
لینے سے پہلو تہی بھی کرتے ہیں اور ان رویات کی موجودگی میں جو انہوں
نے اپنے مقدمہ میں جسے یہ خود بھی تاریخ کی صحیح ترین کتاب مانتے ہیں ایسے

صفحات کی تلاش میں سرگرداں ہیں جن میں قطعی طور پر ان کی تائید میں ایک لفظ ہونا بھی ناممکن ہے۔

بلکہ ہمارا دعویٰ ہے اگر وہ ورق ان کی کتاب میں موجود ہوتے تو انہیں پڑھ کر یہ لوگ ابن خلدون کو غالی شیعہ کے نام سے موسوم کرتے

بہر حال اس قسم کی بہت سی باتیں انشاءاللہ آئندہ اوراق میں بیان ہوں گی اور ہم مقدمہ ابن خلدون کے علاوہ تاریخ ابن خلدون سے بھی واقعات شہادت اور واقعات حرہ میں یزید پلید کا ملوث ہونا اور ابن خلدون کا طبری کی روایات محققانہ جانچ تول کے بعد قبول کرنا اور یزید کو فاسق وفاجر ظالم اور مستحق لعنت وغیرہ کہنا بالوضاحت ثابت کریں گے۔

اب آپ ابن کثیر کا تعارف ملاحظہ فرمائیں۔

۱/۲ غیر شیعہ ثقہ

اور

۱/۲ غیر ثقہ شیعہ

مورّخ

ابنِ کثیر

اِبنِ کثیر کون ہیں ؟

مورّخین کے تعارف کے سلسلہ کی ایک کڑی حافظ اِبنِ کثیر ہیں۔ ناؔمحمود عبّاسی خارجی نے اِبنِ تیمیہ کے بعد سب سے زیادہ حوالے اِنہی کی کتاب البدایہ والنّھایہ کے دیئے ہیں۔ بلکہ واقعاتِ شہادت کا سارا دارو مدار اسی کتاب پر رکھّا ہے۔

یہ الگ بات ہے کہ عبارت نقل کرتے وقت حسبِ عادت اِنتہائی چابکدستی سے کام نکالنے کی کوشش کی ہے۔ اور جہاں تک مُمکن ہوسکا تمام عبارتوں کے سیاق وسباق کونظر انداز کرتے ہُوئے محض اور محض اسی قدر ٹکڑے نقل کرنے پر اِکتفا کرتا رہا جن سے یا تو مدحتِ یزید پلید بیان کی جاسکے۔ یا امامِ حسینؑ اور اہلبیتِ کرام کی مُذمّت واہانت ثابت ہوسکے۔

البتہ بعض عبارات ایسی بھی ہیں جن کی نشاندہی یا تو دوسرے مصنّفین نے کر رکھی ہے اور یا وہ اس طریقہ سے اپنے مضمون کے ساتھ مربوط ہیں کہ اُنہیں قطع بُرید کیا ہی نہ جاسکے۔

اس قسم کی عبارتیں جب ناؔمحمود عباسی کے سامنے آتی ہیں تو وہ حیران وپریشان ہو یہ لکھنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ اِبنِ کثیر کا دامن بھی رافضیت سے پاک نہیں۔

اِس سے پہلے کہ ہم یہ وضاحت کریں کہ عباسی باوجود اِبنِ کثیر کی

کثیر روایات نقل کرنے کے اُس سے بدظن کیوں ہے ۔ یہ بتانا ضروری سمجھتے ہیں کہ ابنِ کثیر ہے کون ؟ کہ جس کی روایات کو یہ خارجی مسلسل نقل بھی کرتے جاتے ہیں اور اُس کی ثقاہت پر بھی اُنہیں اعتراض ہے۔

تو اِس سلسلہ میں اگر ہم چاہیں تو سینکڑوں کتابوں کے حوالہ جات نقل کر کے بھی یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ ابنِ کثیر اِن لوگوں کے گھر کا آدمی ہے اور ان کے امامِ دوم ابنِ تیمیہ کا روحانی و جسمانی شاگردِ رشید ہے۔

لیکن طوالت کا خوف ہمہ وقت دامنگیر رہتا ہے حالانکہ بغیر یہ سب کچھ قارئین کے علم میں لائے نہ تو واقعات کی کڑیاں ملائی جا سکتی ہیں اور نہ ہی حقیقت حال واضح ہو سکتی ہے۔ اِس لیے ہم نے قارئین کا وقت بچاتے ہوئے ابنِ کثیر کے تعارف اور اُس کے ابنِ تیمیہ سے تعلق کے بارے نہائت ہی آسان راستہ اختیار کیا ہے۔

اور وہ یہ ہے کہ وہابی خارجیوں کی وہ تحقیق پیش کرنے پر ہی اکتفا کر لیا گیا ہے جو اُنہوں نے خُد ابنِ تیمیہ اور ابنِ کثیر کے تعلق اور اُن دونوں کے ہم عقیدہ اور ہم آہنگ ہونے کے بارے میں کی ہے۔

چنانچہ حیاتِ ابنِ تیمیہ کے آخر پر کتاب کے محشّی خارجی وہابی کا بیان ہدیہءِ قارئین ہے۔

ابن کثیر اور ابن تیمیہ کا تعلّق خارجیوں کی نظر میں

حافظ عماد الدّین ابو الفداء اسمٰعیل بن ابی حفص عمر بن کثیر القرشی الشافعی ابنِ کثیر کی کنیت سے شہرت رکھتے ہیں۔

۷۰۱ء میں بصریٰ شام کے علاقہ کے ایک گاؤں مجیدل میں پیدا ہوئے اور ۷۰۳ء میں والد کے سایہ عاطفت سے محروم ہو گئے۔

۷۰۷ء میں بڑے بھائی کمال الدّین عبد الوہاب اِکو لے کر دمشق چلے گئے۔ نشو ونما تعلیم اور تربیت یہیں حاصل ہوئی پھر دمشق کے ہی ہو رہے۔

تعلیم کی ابتداء عبد الوہاب سے ہی کی جو سرپرست اور مربی بھی تھے۔ بعدہ اس زمانہ کے دستور کے مطابق تفسیر وحدیث فقہ واُصول فقہ، ادب ولُغت، عربیّت اور کلام وغیرہ سارے علوم ہر علم وفن کے اِمام سے حاصل کیئے۔

تفسیر، حدیث، فقہ اور رجال میں آپ کی مہارتِ تامہ کا بڑے بڑے اکابرِ عصر نے اعتراف کیا ہے۔ زندگی تدریس وتصنیف کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ برسوں مُتعدّد مدارس میں تعلیم کے فرائض انجام دیئے اور تفسیر، حدیث، رِجال وتاریخ میں بہترین کتابیں تالیف کیں۔ جن

میں سے **تفسیر ، البدایہ والنھایہ ، إختصار علوم الحدیث ، الفصول فی اختصار سیرۃ الرسول ، الاجتھاد فی طلب الجھاد** شائع ہو چکی ہیں۔ سب تالیفات قبولیّتِ عامہ کی سند آپ کی زندگی ہی میں حاصل کر چکی تھیں۔

اساتذہ میں سب سے زیادہ خصوصیّت آپ کو حافظ ابُو الحجاج مزی سے تھی۔ دوسرے درجے پر امام ابنِ تیمیہ سے۔

حافظ مزی نے قابل شاگرد کو اپنی لڑکی کا رشتہ بھی دے دیدیا تھا۔ مزی چونکہ ابنِ تیمیہ کے بہت گرویدہ اور ہم مسلک تھے۔ غالباً اسی وجہ سے حافظ ابنِ کثیر کا امام ابنِ تیمیہ سے تعلّق خاطر ہی نہیں سلسلۂ تلمذ بھی قائم ہو گیا اور خُوب فیض بھی حاصل کیا۔

﴿المنہل الصافی﴾

حافظ ابنِ کثیر شافعی المنتسب ہونے کے باوجود امام ابنِ تیمیہ کی تحقیقاتِ عالیہ سے شدید متاثر نظر آتے ہیں۔ مسائلِ طلاق وغیرہ کئی مسائل میں ابنِ تیمیہ کے ہمنوا تھے جس کی بنا پر اُن کو بھی بلاؤ محن اور لوگوں کی ایذاء رسائی سے دوچار ہونا پڑا۔

﴿شذرات﴾

چنانچہ اُن کی تالیفات میں بہت سے مسائل کی ابنِ تیمیہ سے ہمنوائی پائی جاتی ہے۔ اور اُن کے اصُولِ تحقیق کی جھلک نمایاں ہے۔

تفسیر کے دیباچہ کا اکثر حصّہ امام ابنِ تیمیہ کے مقدمہ اصُول تفسیر سے ماخوذ ہے۔ جس کو ساری تفسیر میں ملحوظ رکھا گیا ہے۔ بلکہ اگر یہ سمجھ لیا جائے تو شائد غلط نہ ہو کہ امام ابنِ تیمیہ کے بیان کردہ قرآن فہمی کے سادہ اور صحیح اصُول کے مُطابق بڑی حد تک اگر کوئی پُوری تفسیر لِکھی گئی ہے تو وہ حافظ ابنِ کثیر کی تفسیر ہے۔

اِس لحاظ سے ابنِ تیمیہ کے تلامذہ میں سے یہ خصُوصیّت ابنِ کثیر کے حصّہ میں آئی۔ ابنِ کثیر کی استاذ ابنِ تیمیہ سے عقیدت ومُحبت معلوم کرنی ہو تو البدایہ والنہایہ کی ۱۳، ۱۴ جلد کا مطالعہ کیا جائے۔

۷۷۴ھ میں حافظ ابنِ کثیر فوت ہُوئے اور حسبِ وصیّت دمشق کے ایک قبرستان میں ابنِ تیمیہ کے جوار میں دفن ہُوئے۔

﴿ حیات ابنِ تیمیہ ص ۷۷۰، ۷۷۱ ﴾

ابن کثیر نصف شیعہ اور غیر ثقہ کیوں ہے ؟

اب جبکہ یہ ثابت ہو چُکا ہے کہ ابنِ کثیر ابنِ تیمیہ کا شاگردِ خاص ہے۔ اور اُس نے اپنی کتابوں کی بنیاد بھی ابنِ تیمیہ ہی کے اُصولوں پر رکھی ہے۔ تو پھر وہ عباسی وغیرہ کے نزدیک نِصف شیعہ یا مائل باشیعّت کیوں ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ابنِ کثیر۔ ابنِ جریر کی تاریخی روایات پر اعتبار کرنے کے جُرم یں ملوث ہے۔

ابنِ جریر طبری چونکہ اہلِ بیت پر یزید وغیرہ کے مظالم کے واقعات بھی بیان کرتے ہیں اور ابنِ کثیر ان کو ثقہ مورّخ تسلیم کرتے ہوئے ان کی روایات کو بھی قبول کرتے ہیں۔ اور انہیں تاریخ و تفسیر کا امام بھی تسلیم کرتے ہیں۔

اِس لیے ناًمحمود عباسی وغیرہ اُن کی بیان کردہ روایات کو اچّھی نظر سے نہیں دیکھتے۔

چونکہ خارجیوں کے نزدیک ابنِ جریر غالی شیعہ اور مانے ہوئے رافضی ہیں۔ اِس لیے جو شخص بھی اُن کی بیان کردہ روایات کو درُست تسلیم کرے گا وہ ثقاہت کی حدود سے خارج سمجھا جائے گا۔

چنانچہ باوجودیکہ عباسی خارجی نے اپنی کتاب میں جگہ جگہ ابنِ کثیر ہی کتاب البدایہ والنّہایہ سے اِستنباط واِستشہاد کیا ہے تاہم وہ یہ لکھنے پر مجبور ہے کہ ابنِ کثیر روائت پرست ہے۔

وہ لکھتا ہے !

ابن کثیر عباسی کی نظر میں

وضعی روائتوں اور مبالغات کو جو کتبِ تاریخ میں مذکور ہیں نقد و درائت سے جانچنے کی کوئی کوشش سوائے علاّمہ ابنِ خلدون کے کسی اور مورّخ نے نہیں کی۔

خصوصاً ابتدائے دورِ اُموی کے بعض مشہور واقعات کے اغلات ومبالغت کے بارے میں رویت پرستی کی اُس زمانہ میں ایسی وبا پھُوٹ نکلی ہے کہ متاخرین بیشتر اپنے پیشرو موّرخین سے نقل در نقل کرنے پر ہی اکتفا کرتے رہے۔علاّمہ ابنِ کثیر نے تو بعض ایسی روایتوں کو جنھیں وہ صحیح نہیں سمجھتے تھے طبری سے نقل کرتے ہُوئے اپنی روائت پرستانہ ذہنیّت کا معناً اعتراف کیا ہے کہ اگر ابنِ جریر وغیرہ جو حفّاظ ائمہ میں سے ہیں ان کو بیان نہ کرتے تو ہم بھی ترک کر دیتے۔

﴿ خلافتِ معاویہ ویزید ص ۷۵ ﴾

خامہ انگشت بدنداں ہے کہ اِسے کیا کہیے

قارئین ! اندازہ فرمائیں کہ یا تو یہ شخص فاتر العقل اور مجنون ہے اور یا اِنتہائی شاطر اور چالاک۔

علاّمہ ابنِ خلدون کے بارے میں تو آپ پڑھ ہی چکے ہیں کہ تمام مُسلمان مُورّخین میں صِرف ایک وہی ثِقہ مُورّخ ہیں جنہوں نے تاریخی روایات کا صحیح طور پر تجزیہ کر کے تاریخ مُرتّب کی ہے مگر بد قسمتی سے یزید کی منقبت کا چھ صفحات کا کسی نے سرقہ کر لیا۔

لیکن اس ڈھٹائی اور بے حیائی کا کیا کیا جائے کہ ان کی تاریخ سے بھی زیادہ اُن کے مقدمہ کو ترجیح دینے کے باوجود اُن کی اُس پُوری بحث کو گول کر گیا جس میں یزید پلید کو فاسق و فاجر قرار دیتے ہُوئے اُنہوں نے

امامِ حُسین علیہ السلام کو حق پر قرار دیا ہے اور یزید کو آپؑ کی اور آپ کے اہل بیت کی شہادت کا ذمہ دار قرار دیا ہے۔

اور پھر بے شرمی اور بد دیانتی کی اِس سے بڑھ کر اور کیا مثال ہو گی کہ کتاب کا کثیر حصّہ ابنِ کثیر کی کتاب سے تیار کرتا ہے اور جگہ جگہ اس کی شہادتیں پیش کرتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اُس کی روایت پرستانہ ذہنیت کی داستان بھی سُنا رہا ہے۔

این تفاوت راہ از کُجا تا بکُجا است

ہم پُوچھتے ہیں ! کہ اگر وہ چھان بین کے بغیر ہی روایات کو نقل کرتا رہا ہے تو تُمہاری پیش کی گئی روایات کی صداقت کا اعتبار کِس طرح کیا جا سکتا ہے ؟ اور تُمہیں یہ حق کیسے حاصل ہو گیا کہ مُبالغہ آمیز اور پُر از اغلاط روایات کو اپنے استدلال کے طور پر پیش کرتے پھرو۔

حقیقت صرف یہ ہے کہ تُمہیں اہلِ بیتِ رسُول سے عناد ہے اور ہر وہ روایت جس میں اہلِ بیت کی شان نمایاں ہو تُم اُسے جھوٹی اور واہی قرار دو گے خواہ وہ کسی بھی کتاب میں موجود ہو۔

اور ہر وہ روایت جس میں یزید پلید کی مدح کا کوئی پہلو ہو اور خواہ وہ کام عبارت کو کانٹ چھانٹ کر ہی بن سکتا ہو تُم اُسے ثقہ قرار دو گے چاہے وہ ٹکڑا تُمہیں براہِ راست شیعوں کی کتاب سے ہی اُڑانا پڑے۔

بہر حال ہم تُمہاری اِن تمام تر بد دیانتیوں اور بے ایمانیوں کا

پردہ فاش کر رہے ہیں اور وہ تمام عبارتیں جو تُم نے قطع برید کر کے عوام کو دھوکا دینے کی کوشش کی ہے پُوری کی پُوری نقل کر کے عوام کو بتا دیں گے کہ تُمہارے دامِ فریب کی دھجیاں کس طرح فضائے بسیط میں اُڑ رہی ہیں۔

اب ہم قارئین کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

ابن جریر اور ابن کثیر

قارئین ہم بیان کر چکے ہیں کہ ابنِ کثیر اِس لیے روایت پرست اور غیر ثقہ ہے کہ وہ مشہور مفسّر و مورّخ ابنِ جریر کی روایات کو قبول کرتا ہے۔ اور یہ اقرار کرتا ہے کہ اگر یہ روایات طبری جیسے ائمہ حفاظ نے بیان نہ کی ہوتیں تو میں نقل نہ کرتا۔

گویا ابنِ کثیر کو ابنِ جریر پر اِس قدر اعتماد ہے کہ اگر اُنہوں نے یہ روایت نقل کی ہے تو درُست ہی ہوگی۔

مگر حیرت تو یہ ہے کہ جسے ابنِ تیمیہ جیسے متشدّد و متعصّب شخص کا شاگرد ابنِ کثیر ثقہ تسلیم کرتا ہے نامحمود عباسی اُسے رافضی اور غالی شیعہ قرار دیتا ہے۔ چنانچہ اس نس اپنی کتاب خلافتِ معاویہ و یزید کے متعدد صفحات اِمام طبری کو شیعہ ثابت کرنے کے لیے سیاہ کر ڈالے ہیں۔

ابن جریر طبری غالی شیعہ ھے

ھشام اور اسی قماش کے دوسرے مفتری اور کذاب لوگوں نے

ہماری تاریخ کو مسخ کردیا۔ اور طبری جیسے لوگوں نے اپنے دلوں کی بیماری کو پوشیدہ رکھ کر ان مفتریوں اور کذابوں کا تمام سرمایہ وزورِ امت کو گمراہ کرنے کے لیے جمع کردیا۔

﴿مقدمہ خلافت معاویہ ویزید ص ۵۴﴾

ایک مقام پر لکھا ہے۔ شیعہ مورخین طبری و ناسخ التواریخ نے غالی راوی ابومخنف کی روایت سے بیان کیا ہے۔

﴿خلافتِ معاویہ ویزید ص ۱۱۳﴾

طبری نے اس جیسی روایات کو ہی نہیں بلکہ اس غالی راوی اور مولف کا تمام تر مواد اپنی کتاب میں جمع کردیا ہے۔

﴿خلافت معاویہ ویزید ص ۱۲۱﴾

ایک جگہ طنز و مزاح کے طور پر لکھتا ہے !

ابنِ جریر طبری علامہء وقت تھے لیکن روائت پرستی کی بنا پر یا اپنے خاص مسلک کی وجہ سے ابومخنف کی کتاب کا شائد کل مواد بغیر کسی تنقید کے نقل کردیا ہے۔ اِن علامہ زماں کا ایک ارشاد ملاحظہ ہو۔

﴿خلافت معاویہ ویزید ص ۱۴۳﴾

اب ایک اور علامہء وقت ، مورخ و محدث ابنِ کثیر کا ارشاد بھی ملاحظہ ہو۔ جنہوں نے ایک مرتبہ یہ بھی فرمایا کہ ابومخنف کی روائتیں قابلِ

اعتبار نہیں۔ لیکن ابن جریر جیسے ائمہ حفاظ نے چونکہ ان کو نقل کر دیا ہے اس لیے ہم بھی نقل کیئے دیتے ہیں۔

❁ خلافت معاویہ ویزید ص ۱۴۴ ❁

ان ریمارکس کے علاوہ نا محمود عباسی نے با قاعدہ طور پر ابن جریر طبری کے نام سے ایک عنوان بھی قائم کیا ہے جس میں دیگر مشہور لوگوں کی عبارات کو مسخ کر کے امام ابن جریر طبری کو غالی شیعہ اور رافضی ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا ہے۔ اور مقصد صرف یہ ہے کہ جب ابنِ جریر شیعہ ثابت ہو جائیں گے تو جس مورخ نے بھی ابنِ جریر کے حوالہ سے کوئی روایت بیان کی ہوگی اُسے شیعہ قرار دینا کوئی مشکل امر نہیں۔

اور اگر اس کو شیعہ قرار دیا جا سکے تو پھر اس کی بیان کردہ روایات کو کِذب و اِفترا اور خرافات کا پلندہ کہہ دینا تو قطعی طور پر آسان ہے اور عوام النّاس کا اس فریب میں آ جانا بھی قرینِ قیاس ہے۔

چنانچہ اِسی اساسِ فریب پر نا محمود عباسی نے اپنی تلبیسات کے خیالی محل تعمیر کرنے کی کوشش کی چنانچہ وہ معجم البلدان کے حوالہ سے لکھتا ہے

ابنِ جریر طبری علم و فضل میں یگانہ روزگار علّامہ وقت تھے نسباً ایک غالی رافضی خاندان کے فرد تھے۔ ان کا حقیقی بھانجا محمد بن عباس خوارزمی بلند پایہ ادیب و ہجو گو شاعر تھا۔ اپنے ماموں کی طرح غالی رافضی تھا۔ باپ اس کا علاقہ خیوا کے نزدیک خوارزم کا تھا۔ اور ماں مورخ طبری کی

بہن جریر کے خاندان کی تھی۔

وہ اپنے ننھیال میں پلا بڑھا۔ آخر میں تو یہ جیسے غالی شیعہ اُمراء کی سرپرستی میں رہا۔

وہ اپنے ماموؤں کے رافضی مسلک ہونے کا اظہار ان اشعار میں فخریہ طور پر کرتا ہے۔

آمل میرا مولی ہے اور جریر کے بیٹے میرے ماموں ہیں اور ہر شخص اپنے ماموں کے مشابہ ہوتا ہے۔ اور سُن لو کہ میں وراثتاً رافضی ہوں اور میرے سوائے جو رافضی ہے وہ دور کے لگاؤ سے ہے۔

﴿ معجم البلدان یاقوت حموی ﴾

اس کے بعد البدایہ والنھایہ سے ابنِ کثیر کی یہ عبارت پیش کرتا ہے کہ ابنِ جریر نے بہت سے سُنّی عُلماء سے اِستفادہ کیا تھا۔ طلب علم کے لیے طویل سفر بھی کیئے تھے۔ قرآن مجید کی بڑی ضخیم تفسیر لکھی اور تاریخ میں تاریخ الامم والملوک، خم غدیر جیسے من گھڑت قصّہ کے متعلق دو ضخیم کتابیں مرتب کر ڈالیں۔ اور اسی طرح حدیث الطیر کے سلسلہ میں ایک کتاب مرتب کی۔ اور وضو میں جوازِ مسح قدمین کے قائل تھے۔ اور ان کا دھونا واجب نہ جانتے تھے۔

﴿ البدایہ والنّھایہ جلد ۱۱ ص ۱۴۸ ﴾

ابن کثیر کی صرف اسی قدر عبارت نقل کرنے کے بعد نا محمود عباسی لکھتا ہے:

امام ذہبی ابن جریر کے بارے میں یہ تو تسلیم کرتے ہیں کہ اُن میں تشیع بھی تھا۔ اور حضرت علی اور اُن کی اولاد سے موالات بھی مگر مضر نہیں۔

﴿ میزان الاعتدال ﴾

جن ائمہ رجال نے ابن جریر کو شیعہ اور رافضی کہا ہے۔ ذہبی کہتے ہیں کہ یہ اُن کا ظنِ کاذب ہے۔ اور ابنِ جریر تو مقتدر ائمہ اسلام میں سے تھے وہ دوسرے محمد بن جریر بن رستم ابو جعفر طبری ہیں جو رافضی تھے مگر اُن کی تالیف سے تاریخ کی کوئی کتاب نہیں۔

چنانچہ ابنِ جریر کے تذکرے میں ان کا بھی ذکر کیا گیا ہے لیکن ان کی یہ سخت غلطی ہے۔ اور احمد بن سلیمان جیسے بلند پایا محدث کا یہ قول ابنِ جریر کے بارے میں صحیح ہے کہ **کان یضع للروافض** یعنی ابنِ جریر طبری رافضیوں کے لیے حدیثیں گھڑا کرتے تھے۔

جن دونوں کتابوں کا ذکر ہو چکا ہے کہ خم غدیر جیسے وضعی قصہ پر اُنہوں نے جمع کیں یہ سب موضوعات ہیں اور شیعی پراپیگنڈے۔

﴿ وصائت ﴾

خاص الخاص آخران وضعی احادیث کا دو جلدوں میں جمع کرنا کس بات کی دلیل ہے۔

یہ کہنا کہ **فیہ تشیع وموالاۃ لا تضر** یعنی ان میں شیعت بھی تھی اور موالاۃ بھی مگر مُضر نہیں۔ بے معنی سی بات ہے۔

ان کی تاریخ کی ورق گردانی کیجیے۔ حضرت علی اُن کے دو صاحبزادوں اور شیعوں کے اماموں کے ساتھ شیعہ شعار کے مطابق **علیہ السلام یا صلوٰۃ اللہ علیہا** وغیرہ الفاظ اور عبارتیں ملیں گی۔ بر خلاف اس کے بعض صحابہ اور خُلفائے راشدین کے ناموں پر لعن تک تحریر ہے۔

ان کی تاریخ کی جلد نمبر ۱۳ کے سرورق پر عبارت ہے۔

من تاریخ الصحابۃ والتابعین تصنف ابی جعفر محمد بن جریر بن یزید الطبری

اس کے بعد صفحہ ۲۴ پر

فی وسط خلافۃ معاویۃ لعنت اللہ لکھ مارا ہے۔

اور صفحہ ۲۹ سطر ایک پر

فی خلافۃ یزید بن معاویۃ لعنھما اللہ درج کیا ہے۔

برٹش میوزیم لنڈن میں مخطوطات کے منتظم ﴿c rieu﴾ نے اپنی فہرست میں ابنِ جریر کے اس مخطوطہ پر ریمارک دیتے ہوئے کہا ہے کہ کٹّر سُنی ابنِ جریر کی تالیف کو اس لیے بنظرِ استحسان نہیں دیکھتے۔ کہ مورّخ مذکورہ کا میلان اور رجحان شیعت کی طرف ہے کہ شیعہ شعار کے مطابق علی و

فاطمہ اور ان کے اخلاف کے ناموں کے ساتھ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی لکھتے ہیں۔ بلکہ اکثر شیعہ روایتوں کو اپنی کتابوں میں درج کرتے ہیں۔

﴿ ضمیمہ فرست مخطوطات عربی برٹش میوزیم ص ۴۰۸ ﴾

خود ان کے معاصرین میں کتنے لوگ تھے جو ان کو مسلکاً شیعہ جانتے تھے۔ خود علاّمہ ابن کثیر نے جو ان کو احد ائمۃ الاسلام کہتے ہیں نے یہ لکھا ہے کہ جب ماہ شوال ۳۱۰ میں بغداد میں ان کی وفات ہوئی تو حنابلہ کی ایک جماعت نے ان کو مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ ہونے دیا۔ اس لیے ان کو ان کے مکان ہی میں دفن کیا گیا۔

﴿ البدایہ والنہایہ جلد ۱۱ ص ۱۴۶ ﴾

یہ تو ان کے معاصرین کی باتیں تھیں۔ آج بھی ان کی تالیفات کا دقتِ نظر سے مطالعہ کرنے سے بخوبی واضح ہے کہ ان کا میلان اور رجحان شیعّت کی جانب پر کس درجہ پر رہا ہے۔

ابومخنف وغیرہ کذابوں کی وضعی روایتوں کی اپنی کتاب میں بھرمار بھی اس کا ایک ثبوت ہے۔

پھر حضرت علی کے ساتھ جن صحابہ کا سیاسی اختلاف رہا ان کی تنقیص مین وضعی روایتوں کو اپنی کتاب میں اکثر و بیشتر درج کیا ہے خصوصاً حضرت معاویہ اور یزید بن معاویہ کی تنقیص بلکہ سب وشتم کی خرافات کو نقل کیا ہے۔ ﴿ خلافت معاویہ ویزید ص ۲۲۶ تا ۲۳۰ ﴾

کیا ابن جریر طبری شیعہ ہیں

ہم نے قارئین سے اس معاملہ میں پہلے ہی معذرت طلب کر لی تھی کہ یہ مضمون طویل بھی ہے اور شائد خشک بھی۔ مگر بغیر یہ سب کچھ عرض کیئے اصل حقائق آپ کے سامنے نہیں لائے جا سکتے۔

موجودہ دور کے خوارج و نواصب نے اپنے ابلیسی ذوق کی تکمیل کے لیے اسی دشوار گزار راستے کا انتخاب کیا ہے جس پر چلنے کے لیے ہر شخص آسانی سے آمادہ نہیں ہوتا۔ اور وہ بغیر اس وادی ذی زرع میں قدم رکھے اُسے قبول کر لیتا ہے جو اُسے پیش کیا جائے۔

عباسی وغیرہ نے تاریخ کے نام پر تاریخ کا حُلیہ بگاڑنے کی اِس لیے جرأت کی ہے کہ اس تن آسانی کے دور میں لوگ بغیر تحقیق کے چکر میں پڑنے کے اُس کی بات مان لینے ہی میں عافیت سمجھیں گے۔ اور پھر وہ کافی حد تک اس میں کامیاب بھی ہو گیا اور جن لوگوں کو وہ گُمراہ کرنا چاہتا تھا وہ آسانی سے اُس کے دامِ فریب میں آ گئے۔

وہ کون لوگ تھے جنھیں یہ گمراہ کرنا چاہتا تھا ان کی نشاندہی اجمالاً ہم کئی مقامات پر کر چکے ہیں۔ اور تفصیلاً ان کا ذکر آئندہ اوراق میں آئے گا۔

ہم قارئین کو یہ بھی بتا چکے ہیں کہ کسی بھی مورّخ کو جس حیثیت سے

پیش کیا جائے اس کی بیان کردہ روایات کے اثرات ایسے ہی ذہن پر مرتب ہونگے۔

ابنِ جریر طبری اگر شیعہ ہیں تو ان کی کسی بھی بات کو اہل سنت کے نزدیک دلیل کے طور پر پیش نہیں کیا جا سکتا۔ اور یہی حالت ہمارے نزدیک خارجیوں کی بیان کردہ روایات کی ہے۔

مسلکِ اہلسنّت کے مطابق رافضی اور خارجی واقعات بیان کرنے میں مُخلص نہیں ہیں اور محض اپنے اپنے ذہنوں کی ترجمانی کے پیشِ نظر واقعات کو خلط ملط کرنے کے جُرم میں ملوّث ہیں۔ اس لیے یہ ہمارے لیے حُجت قرار نہیں دیئے جاسکتے۔

ایک ضروری بات

ایک بات خاص طور پر ہم قارئین کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ واقعاتِ شہادتِ حُسینؓ بیان کرنے کے لیے ہرگز یہ ضروری نہیں کہ تاریخ طبری کا ہی سہارا لیا جائے۔

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر تاریخ طبری کو قطعی طور پر بھی نظر انداز کر دیا جائے جب بھی اس عظیم سانحہ کی حقیقت بیان کرنے کے لیے لاتعداد دیگر ثقہ کتابیں موجود ہیں۔ نا محمود عباسی نے محض حقائق چھپانے کے لیے ہاتھ پاؤں مارے ہیں کہ واقعہ شہادت بیان کرنے والا مورّخ ابنِ جریر طبری

ہے اور وہ غالی شیعہ ہے۔ اور اس انکشاف کو وہ خارجیت کی فتح مبین سمجھ بیٹھا ہے حالانکہ یہ سب کچھ ایک ایسا فراڈ ہے جس کی حیثیت تارِ عنکبوت سے بھی کمزور ہے۔ کیونکہ علاّمہ ابنِ جریر طبری اہلسنّت کے نزدیک قطعی طور پر ثقہ بلکہ امام المفسّرین ہیں۔

اس سے پہلے کہ ہم ابنِ جریر طبری کے متعلق ائمۂ اہلِ سُنت کی کتابوں سے چند اقتباسات پیش کریں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ عباسی کے پیش کردہ دلائل کا تجزیہ کر دیا جائے۔

دھوکا نمبر ایک

عباسی نے معجم البلدان کے حوالہ سے لکھا ہے کہ امام ابنِ جریر طبری کا ایک بھانجا تھا جو شیعہ بھی تھا اور شاعر بھی تھا۔

اُس نے اپنے شعروں میں لکھا ہے کہ میں اصلی رافضی ہوں۔ کیونکہ میری ماں اصلی شیعہ خاندان کی ہیں۔ چنانچہ ان اشعار کی رو سے ابنِ جریر طبری شیعہ ثابت ہوتے ہیں۔

معجم البلدان کی تاریخی اور شرعی حیثیت تو بعد میں دیکھیں گے۔ پہلے تو یہ دیکھنا ہے کہ اگر بفرضِ محال امام ابنِ جریر کے بھانجے نے یہ اشعار کہے بھی ہوں اور امام ابنِ جریر کا پورا خاندان شیعہ بھی ہو تو یہ کیسے ثابت ہوگیا کہ آپ بھی شیعہ ہی تھے۔

کیا کسی غالی رافضی خاندان میں کسی سُنّی کا پیدا ہو جانا ناممکنات سے ہے؟

اور دوسری بات یہ ہے کہ وہ کون شیعہ ہے جو خود کو رافضی کہنا باعثِ فخر و مباہات سمجھے گا۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ امام ابنِ جریر طبری کی تفسیر و تاریخ کا ایک ایک لفظ مذہبِ اہلِ سُنّت کا آئینہ دار ہے۔

ان حالات میں یہ باور کرانا کہ فلاں شخص چونکہ شیعہ ہے اس لیے اس کا ماموں بھی یقیناً یقیناً شیعہ ہے پاگل پن نہیں تو اور کیا ہے۔

دھوکا نمبر دو

ابنِ کثیر کا یہ لکھنا کہ امام ابنِ جریر نے تفسیر ابنِ جریر اور تاریخ الامم والملوک بھی لکھی ہیں اور **خم غدیر** اور **حدیث الطیر** پر دو من گھڑت کتابیں بھی تصنیف کر دی ہیں۔

یہ تو اُلٹا ابنِ کثیر کو ہی مشکوک کر دیتا ہے نہ کہ امام ابنِ جریر کو ؟

جبکہ ابنِ کثیر کو یہ معلوم ہے کہ ابنِ جریر من گھڑت واقعات لکھتا ہے۔ پھر ایسے شخص کی بیان کردہ روایات پر اپنی کتابوں کی بنیاد رکھنے کی ابنِ کثیر کیوں ضرورت پیش آئی۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ابنِ کثیر امام ابنِ جریر کے پورے طور پر مدّاح ہیں۔ کیا عباسی کی یہ بے ایمانی اور بد دیانتی نہیں کہ ابنِ جریر کی تعریف

وتوصیف میں لکھی ہوئی ابنِ کثیر کی متعدد عبارتوں سے قطع نظر کرتے ہوئے صرف ایک جُملہ لکھنے پر اکتفاء کیا ہے۔ اور اس ایک جملہ کو بھی قطع بُرید کر کے لکھا ہے۔

حالانکہ یہ اُن پر ایک تہمت تھی جس کا ابنِ کثیر نے رد کیا ہے۔

دھوکا نمبر تین

سب سے زبردست چالاکی عباسی نے علامہ ذہبی کی تحریر میں دکھائی ہے۔ یعنی انتہائی مُختصر عبارت نقل کر کے یہ ثابت کر دیا کہ امام ابنِ جریر کا میلان تشیع کی طرف ہے۔ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے موالات بھی ہے مگر مضر نہیں۔

اور پھر ذہبی کے اس خیال کی خود ہی تردید کر دی اور تحکم سے کام لیتے ہوئے اپنی رائے ٹھونس دی کہ مضر کیوں نہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ جب علامہ ذہبی کی رائے سے تُمہیں اتفاق ہی نہیں تو پھر اس کی عبارت پیش کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

اور پھر اس مقام پر تو عظیم شاطرانہ کمال دکھایا ہے۔ کہ ذہبی نے کہا ہے کہ ابنِ جریر طبری رافضی نہیں۔ اور اُن کی طرف رافضی ہونے کا گُمان غلط اور جھوٹ ہے۔ وہ کوئی اور ابنِ جریر ہے جو رافضی ہے۔ مگر اس کی تاریخ وغیرہ پر کوئی کتاب نہیں۔

لیکن عباسی کی چالاکی دیکھیے کہ ذہبی کی اس بات کا تو انکار کر دیا کہ ابنِ جریر طبری شیعہ نہیں اور دوسری بات کو اُچھالنے کے لیے ایک نیا شوشہ چھوڑ دیا۔ یعنی ان ابنِ جریر کے علاوہ کوئی دوسرا شخص ابنِ جریر نام کا ہے۔ جو رافضی ہے مگر اس کی تاریخ کے فن پر کوئی کتاب نہیں۔

اور پھر بڑے دھڑلے سے برطانیہ کے عجائب گھر میں رکھی ہوئی تاریخ طبری کی تیرھویں جلد کی نشاندہی کر دی۔ جس میں حضرت امیر معاویہ لعنت اللہ علیہ لکھا ہوا ہے۔ **نعوذ باللہ**۔

اور اس تیرھویں جلد پر مولف کا نام ابنِ جریر طبری لکھا ہوا ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ اس حصہ میں صحابہ اور تابعین کے حالات ہیں۔ چونکہ حضرت امیر معاویہ کے متعلق اس قسم کے الفاظ سوائے شیعوں کے کوئی نہیں لکھ سکتا اِس لیے امام ابنِ جریر غالی رافضی ہیں اور اگر یہ بات فی الحقیقت ہو جو عباسی نے لکھی ہے۔ تو پھر کون ایسا ذی شعور سُنّی ہے جو ابنِ جریر طبری کو رافضی نہیں کہے گا؟

مگر عباسی کی خرافات میں ذرّہ بھر بھی سچائی نہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اس نے ہرگز ایسی کوئی کتاب اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھی جس میں یہ عبارت موجود ہے۔

بقول اس کے بھی صرف یہ ثابت ہے کہ اس نے برٹش میوزیم میں

رکھے ہوئے عربی مخطوطات کی فہرست کا بھی ضمیمہ پڑھا ہے۔ جس میں مُرتب نے تاریخ طبری کی تیرھویں جلد کا مُختصر تعارف کروایا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ تاریخ طبری کی اگر کوئی تیرھویں جلد اس دنیا میں موجود ہے تو اس کی گیارھویں اور بارھویں جلدیں کہاں چلی گئیں۔

ہم اِس بات سے قطع نظر کرتے ہیں کہ وہ دو جلدیں کہاں ہیں۔ ہمیں صرف یہ بتا دیا جائے کہ تاریخ طبری کی ترتیب کے مطابق صحابہ کرام اور تابعینِ عظّام کے حالات و واقعات تیرھویں جلد میں کیسے چلے گئے۔ جبکہ یہ تمام واقعات چھٹی جلد سے پہلے پہلے اختتام پذیر ہو جاتے ہیں۔

حیرت ہے کہ جن واقعات کو بیان کرنے کے بعد امام ابنِ جریر مزید چار جلدیں بنو عباس وغیرہ خلفاء کے متعلق لکھ جاتے ہیں۔ انہیں واقعات کو ازسرِ نو چھ سات جلدوں کی چھلانگ لگا کر تیرھویں جلد میں جا کر لکھنا شروع کر دیتے ہیں۔

عباسی کی یہ حماقت ہے کہ محض اہلِ اسلام کو بدظن کرنے کے لیے یہ اسلام کی ایک مقتدر ہستی پر بہتان تراشی کے جُرم کا ارتکاب کرتا ہے۔ ورنہ حقیقت صرف یہ ہے۔ کہ امام ابنِ جریر سوادِ اعظم اہلِ سُنّت کے بطلِ جلیل اور رجلِ عظیم ہیں۔ اور دینِ متین کی ترقی اور ترویج کے لیے ان کی محنتِ شاقہ سے معرضِ وجود میں آنے والی ان کی تفسیر اور تاریخ ان کے ایسے عظیم کارنامے ہیں جنہیں ہر زمانے میں خراج عقیدت پیش کیا جائے گا۔

آپ نے تاریخ طبری میں کم از کم بیس ہزار مرتبہ امیر معاویہ کا نام لکھا ہے مگر کہیں ایک ایسا مقام بھی ثابت نہیں کیا جا سکتا جہاں انہوں نے نام کے ساتھ علیہ اللعنۃ وغیرہ لکھا ہو۔ یہ محض اور محض عباسی کی کذب سرائی ہے اور افتراء پردازی ہے کہ امام ابنِ جریر نے ایسا ایسا لکھا ہے۔

دھوکا نمبر چار

علاوہ ازیں عباسی نے ابنِ کثیر کا جو جملہ قطع برید کر کے لکھا ہے اگر اُسے صحیح بھی سمجھ لیا جائے تو اس ساری عبارت میں کون سا ایسا لفظ ہے جس کا مطلب یہ ہو کہ ابنِ جریر شیعہ تھے۔ کیا اس لیے کہ اُنہوں نے **خم غدیر** اور **حدیث الطیر** پر کتابیں لکھی ہیں اِس مقام پر خارجی عباسی نے ایک تیر سے دو شکار کرنا چاہے ہیں۔

ایک تو یہ **خم غدیر** اور **حدیث الطیر** کو من گھڑت قرار دے دیا جائے اور دوسرے امام ابنِ جریر کو رافضی بنا دیا جائے حالانکہ یہ دونوں واقعات حدیث کی تمام تر معتبر کُتب میں موجود ہیں اور علّامہ ابنِ کثیر نے بھی ان کو من گھڑت نہیں لکھا۔ بلکہ یہ وضاحت کی ہے کہ امام ابنِ جریر کی طرف حنابلہ نے جو یہ کتابیں منصوب کی ہیں ان میں غیر مُستند روایات جمع کی ہوئی ہیں اور یہ بھی بتا دیا ہے کہ یہ کتابیں کسی دوسرے ابنِ جریر کی ہیں۔ جو شیعہ ہے اور اہلِ بیت سے روائت بیان کرتا ہے۔

اور پھر ابنِ کثیر نے یہ وضاحت بھی کر دی ہے کہ آپ نے وضو کرتے وقت پاؤں دھونے کو ضروری قرار دیا ہے۔ تفصیل آئندہ اوراق میں آرہی ہے۔

دھوکا نمبر پانچ

امام ابنِ جریر کے متعلق ابنِ کثیر کا یہ قول کہ آپ کے ساتھ اس دور کے حنابلہ وغیرہ کو اس قدر اختلاف تھا کہ اُن کو مُسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ ہونے دیا۔ اور وہ اپنے گھر میں ہی مدفون ہوئے۔

عباسی کی بد دیانتی کی منہ بولتی تصویر ہے کیونکہ علاّمہ ابنِ کثیر کی جس عبارت کو حذف کیا گیا ہے وہ یہ ہے۔ کہ آپ پر جس قدر بھی اتہام لگائے گئے وہ ان سے بری تھے چنانچہ پوری عبارت اس طرح ہے۔

ودفن فی داره لان بعض الحنابلہ ورعاهم منعوا من دفنه نهارا ولنسبوه الی الرفض والجهلة من رماه بالالحاد وحاشاه من ذالک کله

﴿البدایہ والنہایہ جلد ۱۱ ص ۱۴۶﴾

ترجمہ !

ان کو ان کے گھر میں ہی دفن کیا گیا کیونکہ حنابلہ میں سے بعض کمینہ خصلتوں نے آپ کو دن کے وقت دفن نہ کرنے دیا۔ اور آپ کو رافضی کہتے اور بعض جہلاء

نے آپ کو ملحد بھی کہا۔ اور آپ ان تمام تہمتوں سے
پاک تھے۔

اس سے پہلے علامہ ابنِ کثیر امام ابنِ جریر کے حضور یوں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں،،

کان من اکابر ائمة العلماء ویحکم بقوله ویرجع الیٰ معرفته و فضله

﴿البدایہ والنہایہ جلد ۱۱ ص ۱۴۵﴾

یعنی امام ابنِ جریر اکابر علماء میں سے ہیں۔ آپ کے قول پر فیصلہ دیا جاتا ہے۔ اور آپ کے فضل و معرفت کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

قارئین کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ ابنِ کثیر قطعی طور پر امام ابنِ جریر کی شانِ جلالت کے معترف ہیں۔ اور خود ابنِ تیمیہ کے شاگرد ہونے کے باوجود عباسی کی بلیک لسٹ میں اس لیے آتے ہیں کہ وہ ابنِ جریر کی روایات کو قابلِ اعتماد سمجھتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ امام ابنِ جریر طبری کی عظمت و جلالت کو چیلنج کرنا ایسے ہی ہے جیسے کوئی شپرہ چشم طلوعِ آفتاب کا انکار کر دے۔

اب ہم آخر پر امام ابنِ جریر طبری کے متعلق چند علمائے اہلسنت کی آراء پیش کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔

حالانکہ اُن کے واضح ترین تعارف کے لیے سینکڑوں صفحات بھی کم ہیں۔

الا تقان

امام جلال الدین سیوطی علوم القرآن پر اپنی عظیم کتاب **الاتقان** میں امام ابنِ جریر کی تفسیر کے متعلق لکھتے ہیں!

تفسیر ابن جریر طبری ، وھو من اجل التفاسیر واعظمھا قدراً

﴿الاتقان فی علوم القرآن جلد ۲ ص ۱۷۸﴾

یعنی تفسیر ابنِ جریر طبری اپنی قدر و منزلت کے اعتبار سے تمام کُتبِ تفاسیر سے بڑھ کر ہے۔

میزان الا عتدال

علّامہ ذہبی کی جو عبارت عباسی نے پیش کی ہے اس میں بھی امام ابنِ جریر کی ثقاہت اور رافضیت سے بریت کا واضح ثبوت موجود ہے۔ ور انہوں نے صاف طور پر لکھا ہے کہ اُن پر رافضی ہونے کا گُمان ظنِ کذب ہے۔

تاهم درج ذیل مختصر عبارت میں علّامہ ذہبی نے آپ کی ثقاہت پر مُہر ثبت کر دی ہے۔ لکھا ہے !

محمد بن جریر بن یزید الطبری الامام الجلیل
المفسّر ابو جعفر ثقه الصادق

﴿میزان الاعتدال جلد۳ ص ۴۹۸﴾

یعنی محمد بن جریر بن یزید طبری جلیل القدر امام، مفسّر قرآن ابو جعفر ثقہ اور سچے تھے۔

کشف الظنون

صاحبِ کشف الظنون حاجی خلیفہ امام ابنِ جریر کے متعلق یہ ارشاد فرماتے ہیں !

فانہ بتعرض لترجیہ الاقوال و ترجیح بعضھما علی بعض والاعراب والا ستنباط فھو۔ لفوق بذالک علی تفاسیر الا قدمین
کشف الظنون

یعنی وہ (امام ابن جریر) اقوال کی توجیہ سے تعرض کرتے ہیں، بعض اقوال کو بعض پر ترجیح دیتے ہیں اور بحث کرتے ہیں۔اور استنباط مسائل سے کرتے ہیں۔لہٰذا وہ ان وجوہات کی بنا پر متقدمین کی تمام تفسیروں سے اعلیٰ و فائق ہیں۔

لسان المیزان

علّامہ ابنِ حجر عسقلانی شارح بخاری اپنی نقد و رجال کی مشہورِ زمانہ کتاب لسان المیزان میں امام ابنِ جریر کو یوں خراجِ عقیدت پیش کرتے ہیں۔

محمد بن جرير بن يزيد الطبرى الامام الجليل المفسر ابو جعفر اقذع احمد بن على السليمانى الحافظ، فقال كان يصنع للروافض كذاقال السليمانى وهذا رجم بالظن الكاذب بل ابن جرير من كبار ائمته الاسلام

﴿لسان المیزان جلد ۵ ص ۱۰۰﴾

ترجمہ!

محمد بن جریر بن یزید طبری جلیل القدر امام اور مُفسر ہیں آپ کی کُنیت ابو جعفر ہے۔ حافظ احمد بن علی سلیمانی نے آپ کے بارے میں بدکلامی کی ہے اور کہا ہے کہ آپ رافضیوں کے لیے حدیثیں گھڑا کرتے تھے۔ جیسا کہ کہا سلیمانی نے اور یہ ان کے متعلق ظنِ کاذب ہے۔ بلکہ امام ابن جریر اکبرین ائمہ اسلام سے ہیں۔

فوائد الجامعہ

شارح مسلم شریف امام نووی تفسیر ابنِ جریر کا تعارف ان الفاظ سے کرواتے ہیں۔

قال النووی اجمعت الا مة علی انه لم یصنف مثل تفسیر الطبری و عن ابی حامد اسفرائنی انه قال لو سافر رجل الی الصین حتیٰ یحصل تفسیر ابن جریر لم یکن ذالک کثیراً

﴿فوائد الجامعہ ص ۸۷﴾

ترجمہ !

نووی فرماتے ہیں کہ اُمت کا اس پر اتفاق ہے کہ تفسیر طبری کی طرح کوئی تفسیر بھی نہیں لکھی گئی۔ ابو حامد اسفرائنی سے منقول ہے کہ اگر کوئی شخص تفسیر طبری کے حصول کے لیے چین تک سفر کرلے تو یہ بھی کچھ زیادہ نہیں۔

مختصر یہ کہ امام ابنِ جریر طبری اہلِ سُنّت کے ثقہ امام، جلیل القدر مُفسّر و مورّخ اور ارفع و اعلیٰ شان کے مالک ہیں۔ اور ان پر رافضیت وغیرہ کے اتہامات محض متشددینِ خوارج وغیرہ کے لگائے ہوئے ہیں یا پھر کسی دوسرے ابنِ جریر رافضی کی کتابوں کی غلط فہمی کی وجہ سے ہے۔ جس کے متعلق علاّمہ ذہبی نے پوری پوری وضاحت کردی ہے۔

ان وضاحتوں کے بعد قارئین اچھی طرح جان گئے ہوں گے کہ عباسی وغیرہ نے محض خارجیّت کی نشو ونما کے لیے اسلام کی مقتدر ہستیوں کو ہدفِ طعن بنانے کی مذموم کوشش کی ہے۔

انسائیکلو پیڈیا

طبری۔ ابو جعفر محمد ابن جریر مورخ و مفسر شافعی فقہ کے پیرو۔ ابن جریر کی تالیف تاریخ الامم و الملوک دنیا کی مستند ترین تواریخ میں شمار ہوتی ہے۔ ان کی ضخیم تفسیر قرآن جامع البیان فی تفسیر القرآن کے نام سے مشہور و مقبول ہوئی۔

(انسائیکلو پیڈیا ص ۱۳۴)

امام ابن جریر کی صاف و شفاف تصویر

امام الائمہ سیدنا امام ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق جواب تک لکھا گیا ہے وہ بہر صورت اُن کے تعارف کے لیے کافی معلوم ہوتا ہے تاہم قارئین کو پورے طور پر مطمئن کرنے کے لیے ہم امام ابن جریر کا مکمل تعارف پیش کرتے ہیں۔

اگرچہ ہم یہ تعارف تاریخ بغداد وغیرہ تاریخ کی معتبر اور مستند کتابوں سے پیش کر سکتے ہیں۔ مگر طوالت کی وجہ سے صرف علامہ ابن کثیر اور علامہ ذہبی کی ہی وہ پوری پوری عبارت نقل کرنے پر اکتفاء کریں گے جن تین عباسی نے بڑے ہی شاطرانہ انداز سے عبارت کے بعض ٹکڑے نقل کر کے عوام کو دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔

لہٰذا ہم پہلے علامہ ابن کثیر کی وہ عبارت پیش کرتے ہیں جس میں

امام ابن جریر کو خراج عقیدت بھی پیش کیا گیا ہے اور آپ پر بہتان تراشی کرنے والوں کی تردید وتکذیب بھی کی گئی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں !

خوبصورت شخصیّت ، بے مثال کتابیں

محمد بن جریر طبری بن یزید بن کثیر بن غالب امام ابو جعفر طبری۔ آپ کا سالِ ولادت ۲۲۴ھ ہے۔

آپ کی آنکھیں گندم گوں اور چہرہ ملیح تھا۔ آپ طویل قامت اور فصیح اللسان تھے۔ آپ نے راویوں کے جمِ غفیر سے روایات بیان کی ہیں۔ اور طلب حدیث کے لیے آفاقی سفر کیے ہیں۔

آپ نے تاریخ وتفسیر میں ایسی کُتب تصنیف فرمائیں جن کی مثال نہیں ملتی۔ اصولی اور فروعی مسائل پر آپ کی دیگر تصانیف بھی نفع بخش ہیں۔

آپ کی تصنیف **تهذیب الآثار** اگر پایہ تکمیل تک پہنچ جاتی تو سب کتابوں سے بے نیاز کردیتی۔ اور ہر مسئلہ کے لیے کافی ہوتی۔ آپ نے مکمل چالیس برس تالیف وتصنیف کا کام کیا۔ اور اس عرصہ میں آپ ہر روز چالیس اوراق تصنیف کیا کرتے۔

عربی متن ملاحظہ فرمائیں !

محمد بن جرير بن يزيد بن كثير بن غالب الامام ابو جعفر طبرى وكان مولده فى سنة اربع وعشرين ومائتين وكان اسمرأ لعين

ملیح الوجه مدید القامت فصیح اللسان ، روی الکثیر الجم الغفیر ، ورحل الآفاق فی طلب الحدیث و صنف التاریخ الحافل ، وله التفسیر الکامل الذی لا یوجد له نظیرٌ و غیر هما من المصنّفات النافعة فی الاصول والفروع ، ومن احسن ذالک تهذیب الآثار ولو کمل لما احتج معه الی شئ و لکان فیه الکفائة لکنه لم یتمه وقد روی مکث اربعین سنة یکُتب فی کل یوم اربعین ورقة

﴿البدایہ والنھایہ جلد ۱۱ ص ۱۴۵﴾

اپنے دور کا سب سے عظیم عالم

علامہ ابن کثیر مزید لکھتے ہیں کہ خطیب بغدادی نے فرمایا کہ مجھ تک علامہ ابی حامد اسفرائنی کا یہ قول پہنچا ہے کہ اگر تفسیر ابن جریر کے حصول کے لئے چین تک کا بھی سفر کسی کو درپیش آجائے تو یہ بھی مہنگا سودا نہیں۔

اور خطیب بغدادی نے یہ بھی کہا کہ امام الائمہ ابی بکر ابن خزیمہ نے تفسیر ابن جریر کا اول سے آخر تک ساٹھ مرتبہ مطالعہ کیا اور فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ روئے زمین پر ابن جریر سے بڑا بھی کوئی عالم ہے۔ اور بیشک حنابلہ نے آپ پر ظلم کیا ہے۔ اور محمد نے ایک شخص کو کہا کے بغداد میں پہنچ کر مشائخ سے حدیثیں نقل کرو۔ مگر حنابلہ نے اسے ابن جریر سے سماع نہ کرنے دیا اور

وہ ہر ایک کو آپ کے پاس جمع ہونے منع کرتے۔

امام ابن خزیمہ نے اس شخص کو فرمایا اگر تو ابن جریر سے حدیث نقل کرتا تو یہ تیرے لئے اس سے بہتر ہوتا جو یہ تو نے سب کچھ نقل کیا ہے۔

قال الخطيب وبلغني عن الشيخ ابي حامد بن ابي طاهر الفقيه الاسفرائني انه قال، لو سافر رجل الى الصين حتى ينظر في كتاب تفسير ابن جرير الطبري لم يكن ذالك كثيراً، او كما قال وروى الخطيب عن امام الائمة ابي بكر ابن خزيمة انه طالع تفسير محمد بن جرير في ستين من اوله الى آخره، ثُم قال اما اعلم علىٰ اديم الارض اعلم عن ابن جرير ولقد ظلمته الحنابلة، وقال محمد رجل رحل الىٰ بغداد يكتب الحديث عن المشائخ، ولم ينفق له سماع من ابن جرير لأن الحنابلة كانوا يمنعون أن يجتمع به أحد، فقال ابن خزيمة لو كتبت عنه لكان خيراً لك من كل من كتبت عنه

﴿البدایہ والنہایہ جلد ۱۱ص ۱۴۵﴾

جامع العلوم

اس کے بعد علاّمہ ابنِ کثیر لکھتے ہیں کہ خطیب بغدادی نے بیان کیا

ہے کہ ابن جریر نے بغداد کو متوطن بنایا اور پھر آپ کے زندگی کے آخری سانس تک بغداد ہی میں اقامت پذیر رہے۔

اور آپ اکابر علماء میں سے ہیں۔آپ کے قول پر حکم دیا جاتا ہے۔اور آپ کے فضل ومعرفت کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔آپ نے ان علوم کو جمع کیا تو آپ کے ہم عصر علماء میں سے کوئی بھی اس کام میں آپ کا شریکِ کار نہیں تھا۔

آپ کتاب اللہ کے حافظ اور تمام قرأتوں کے واقف اور معانی کو جاننے والے تھے۔

آپ فقیہہ فی الاحکام اور سُنن وطرائق صحیح وسقیم اور ناسخ ومنسوخ کے عالم تھے۔صحابہ کرام ، تابعین ،اور اُن کے بعد آنے والوں کے اقوال کو پہچانتے تھے۔ایام الناس اور ان لوگوں کے اخبار وآثار کی معرفت رکھتے تھے۔اور اس موضوع پر آپ کی مشہور کتاب **تاریخ الأمم والملوک** ہے۔اور آپ کی کتاب جو تفسیرِ قرآن کے متعلّق ہے۔اُس جیسی کوئی کتاب بھی کسی اور نے نہیں لکھی۔

اور آپ کی کتاب "**تهذيب الآثار**"،جیسی بھی اس کے اپنے سوا اور کوئی نہیں جو اصولِ فقہ اور فروعی مسائل پر احاطہ کیئے ہوئے ہے۔کاش وہ مکمل ہو جاتی۔

قال الخطيب البغدادی استوطن ابن جرير

بغداد واقام بها الى حين وفاته ۔و کان من اکابر ائمة واعلماء ویحکم بقوله ویرجعو الی معرفته وفضله ، وکان قد جمع من العلوم مالم یشارکه فیه احد من اهل عره ،

وکان حافظ لکتاب الله ،عارفا بالقراءات کلها ، بصیراً با لمعانی فقیهاً فی الا حکام عالما بالسنن وطرقها وصحیحا سقیمها وناسخها ومنسوخها ،

عارفا باقوال الصحابة والتابعین ومن بعدهم ، عارفا بایّام النّاس واخبارهم وله الکتاب المشهور فی تاریخ الامم والملوک وکتاب فی التفسیر لم یصنف اح مثله' وکتاب سماه تهذیب الآثار لم أرسواه فی معناه الا انه لم یته وله فی اصول الفقه و فرعوعه کتب کثیرة واختیارات و تفر بمسائل حفظت عنه۔

﴿البدایہ والنہایہ جلد ۱۱ ص ۱۴۵ مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت﴾

مینارۂ نور

اس کے بعد ابن کثیر لکھتے ہیں !

زہد وعبادت اور تقویٰ وورع کے متعلق آپ تک کسی ملامت کرنے والے کی ملامت نہیں پہنچ سکتی۔یعنی آپ ہر بہتان کی زد سے باہر ہیں۔

آپ حُسنِ صورت ومعرفتِ تامہ اور احسن صفات کے ساتھ ہر قرأت کو ادا فرماتے ، اور آپ صالحین کبار میں سے تھے۔ اور طولون کے زمانہ میں مصر میں جمع ہونے والے ائمہ محدثین میں ایک تھے۔ جو کہ محمد بن اسحاق بن خزیمہ امام الائمہ اور محمد بن نصر المروزی اور محمد بن ہورون رویانی اور یہ محمد بن جریر طبری جیسا کہ ہم نے محمد بن نصر مروزی کے حالات میں ذکر کیا ہے۔

اور اسی دوران میں خلیفہ مقتدر نے ارادہ کیا کہ ایسی شرطوں پر ایک کتاب لکھی جائے جو تمام علماء کے درمیان متفقہ علیہ ہو تو ان کو کہا گیا کہ اس کام کی طاقت سوائے ابن جریر طبری کے کسی اور کو نہیں۔

تو جب آپ کے سپرد کرنے پر یہ کا سرانجام ہو گیا۔ یعنی ایسی شرطوں پر کتاب لکھی گئی جس میں کسی کو اختلاف نہیں تھا۔ تو خلیفہ نے استدعا کی کہ میرے لائق کوئی خدمت ہو اور کسی چیز کی ضرورت ہو تو ارشاد فرمائیے؟

آپ نے جواباً ارشاد فرمایا ! ہمیں کوئی ضرورت نہیں۔

خلیفہ نے عرض کی کہ آپ لازمی طور پر کسی نہ کسی چیز کے متعلق ارشاد فرمائیں جس کی آپ کو ضرورت ہو۔

تو آپ نے فرمایا کہ ہماری صرف یہی خواہش ہے کہ جُمعہ کے روز ہمارے خاص کمرے میں داخل ہو کر لوگ سوال کرنے سے رُکے رہیں۔

خلیفہ نے حکم نافذ کر دیا۔

اورآپ اپنی ذات پراپنے باپ کے گاؤں کے ترکہ سے ہی خرچ کرتے تھے۔

قلت فكان من العبادة والزهادة والورع والقيام فى الحق لا تأخذه فيذالك لومه لائم وكان حسن الصوت بالقرأت مع المعرفة التامة بالقرأت على احسن الصفات وكان من كبار الصالحين ،

وهو احد المحدثين الذى اجتمعوا فى مصر فى ايم ابن طولون وهم محمدبن اسحٰق بن خزيمة امام الائمة ، ومحمد بن نصر المروزى و محمد بن هارون الرويانى ، ومحمد بن جرير الطبرى هذا ،

وقد ذكرنا هم فى ترجمة محمد بن نصر المروزى وكان الذى قام فصلى هو محمد بن اسحٰق بن خزيمة ، وقيل ممد بن نصر فروز فهم الله وقد أرادالخليفة المقتدر فى بعض الا يام ان يكتب كتاب وقف تكون شروطه متفقا عليها بين العلماء فقيل له لا يقدر على استحضا ذالك الا محمد بن جرير الطبرى فطلب منه ذالك فكتب له

فاستدعاه الخليفه اليه وقرب منزلة عنده وقال له سل حاجتك ،

فقال لا حاجة لي ،

فقال لا بد ان تسالنی حاجة أو شياءً

فقال اسال من امير المومنين ان يتقدم امره

الى شرطة حتى يمنعوا السؤال يوم الجمعة ان

يدخلوا الى مقصور الجامع فأمر الخليفة

بذالک وكان ينفق على نفسه من مغل قرية

تركها له ابوه بطبرستان ومن شعره

اذا عسرت لم يعلم رفيقي و استغني فيستغني

صديقي

﴿البدایہ والنہایہ جلد ۱۱ ص ۱۴۶﴾

دشمن کون ؟

آپ کا وصال بوقتِ مغرب اتوار کے روز جبکہ شوال المکرّم کے دو دن باقی تھے ۲۱۰ ھ میں ہوا۔ اور آپ کو آپ کے گھر ہی میں دفن کیا گیا۔ کیونکہ بعض بدطینت حنابلہ آپ کو دن کے وقت دفن کرنے سے منع کرتے تھے اور آپ پر رافضی ہونے کی تہمت لگاتے تھے اور جہلاء آپ کو بدعتی کہتے تھے۔ حالانکہ آپ ان تمام بہتانوں سے بری تھے۔ اور ائمۂ اسلام میں سے ایک تھے۔ اور کتاب اللہ اور سُنّت رسول اللہ کے عامل بھی تھے اور عالم بھی اور آپ کے مخالفین حنابلہ ابی بکر بن داود ظاہری کے مقلد تھے۔

اور وہ جہاں کہیں بھی گفتگو کرتے آپ کو رفض وعظائم وغیرہ سے متہم کرتے۔

اور جب آپکا وصال ہو گیا تو بغداد کے چاروں طرف سے لوگوں نے آپ کے گھر پر جمع ہو کر نمازِ جنازہ ادا کرنے کے بعد آپ کو دفن کیا۔ اور لوگ آپ کے مزار کی تبدیلی کے لیے انتظار کرتے رہے۔ اور مہینوں آپ پر نمازِ جنازہ پڑھتے رہے۔

وقد كانت وفاته وقت المغرب عشية يوم الاحد ليومين بقيا من شوال من سنة عشر و ثلاثمائة و دفن في داره لان بعض عوام الحنابله ورعاهم منعوا من دفنه نهاراً ونسبوه الى الرفض ومن الجهلة ورماه بالالحاد ، وحاشاه من ذالک کله بل كان احد ائمة الاسلام علما واعملا بكتاب الله و سنة رسوله ۔ وانما تقلد وذالک عن ابی بکر محمد بن دائود الفقره الظاهری ، حیث کا ن یتکلم فيه ويرميه بالعظائم وبالرفض ولما توفی اجتمع الناس في سا ئر اقطار بغداد و صلوا عليه بداره و د فن بها و مكث الناس يترد د ون الیٰ قره شهوراً يصلون عليه

﴿البدایہ والنہایہ جلد ۱۱ ص ۱۴۷﴾

کس کی کتا بیں ؟

اور اُن سے منسوب وہ کتابیں جن میں سے دو ضخیم جلدوں میں
احادیث خُم غدیر اور ایک کتاب حدیث الطیر کے متعلق منسوب کرتے ہیں۔
اور کہتے ہیں کہ وضو کرتے وقت پاؤں پر مسح کے قائل تھے۔ اور پاؤں کو دھونا
ضروری نہیں سمجھتے تھے۔ اور اس واقعہ کو شہرت دیتے تھے۔

حالانکہ علماء کا بیان ہے کہ ابنِ جریر دو ہیں اور یہ دوسرے ابنِ جری
جو کہ شیعہ ہے کی کتابیں ہیں۔ اور ابو جعفر ابنِ جریر اس قسم کی صفات
(رفض) سے الگ تھلگ رہے ہیں۔ اور ان کی تفسیر میں قابلِ اعتماد کلام
ہے۔ کہ پاؤں کو دھونا واجب ہے۔ اور تفسیر سے دلیل ہے مسح کی پس نہیں فہم
بہت سے لوگوں کو اُن کی مراد اور فہم سے مراد یہ کہ وہ نقل کرتے ہیں کہ
اور مسح واجب ہیں اور اس پر دلیل ہے۔ اور اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

**وقد رائت لـه كتابا جمع فيه احاديث
غدير خم فى مجلدين ضخيمين و كتابا جمع
فيه طريق حديث الطير و نسب اليه و انه كان
يقول بجواز مسح القدمين فى الوضوء وانه لا
يوجب غسلها وقد اشتهر عنه هذا ضمن
العلماء من يزعم ان ابنن جرير اثنان احد هما
شيعى واليه ينسب ذالك و ينزهون ابا جعفر
هذا عن هذه الصفات والذى عول عليه كلامه**

فی التفسیر انه یوجب غسل القدمی و یوجب مع الغسل ولکهما ولکنه عبر عن ذالک بالمسح، فلم یضهم کثیر من الناس مراده، ومن فہم مراده نقلوا عنه انه یوجب الغسل والمسح وهو الدلک۔ والله اعلم

﴿البدایہ والنہایہ جلد ۱۱ ص ۱۴۷﴾

یہ تھی البدایه والنهایه کی تمام تر عبارت جو علامہ ابن کثیر نے امام ابنِ جریر کے تعارف کے طور پر تحریر کی ہے۔ ہم نے صرف اس عبارت کے آخر پر تحریر کردہ اشعار کو جن میں امام ابنِ جریر کی قدر و منزلت بیا کی گئی ہے محض طوالت کی وجہ سے قلم انداز کر دیا ہے۔ باقی پوری عبارت کا کوئی جُملہ ادھر اُدھر نہیں کیا گیا۔

اِن روشن حقائق کی موجودگی میں عباسی کی تمام شاطرانہ چالیں یقیناً قارئین پر واضح ہو چکی ہونگی۔ کہ یہ بد دیانت شخص حقائق کو مسخ کرنے کے لیے کس کس طریقہ سے اُلٹے پلٹے کھاتا ہے۔

ہم نے پہلے ہی کہا تھا کہ اگر عبارت کو اس طریقہ سے پڑھنا شروع کر دو تو قرآنِ مجید کی آیات کو بھی ہر قسم کی مطلب براری کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ بہر حال حقیقت حقیقت ہے اور فسانہ فسانہ۔

اب آپ امام ابنِ جریر کے متعلق امام ذہبی کی پوری عبارت بھی ملاحظہ فرمالیں۔

محمد بن جریر بن یزید طبری امام ابو جعفر صوحب روشن تصانیف ، ثقہ صادق (حضرت علی سے) موالاۃ و تشیع رکھتے تھے۔ مگر مضر نہیں۔

احمد بن علی سلیمانی نے یہ افترا کیا ہے کہ آپ رافضیوں کے لیے حدیثیں گھڑا کرتے تھے۔ جیسا کہ کہا سلیمانی نے۔ اور یہ عیب لگانا ظنِ کذب (جھوٹا گمان) ہے۔ بلکہ آپ لائقِ اعتماد کبار ائمہ سے ہیں۔ اور ان کی عزّت و ناموس پر حملہ آور ہونا غلطی ہے۔ نیز جھوٹ اور دیوانگی سے اذیّت دینا ناجائز ہے۔

پس اگر علماء کے کلام کو پیشِ نظر رکھا جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ آپ بہت بڑے امام ہیں۔ اور شائد سلیمانی کا گمان محمد بن جریر بن رستم ابو جعفر طبری رافضی کی کتاب کے متعلق ہے جس میں اھلِ بیت سے روایات بیان کی گئی ہیں۔ اور عبد العزیز کتانی نے اُسے رافضی کہا ہے۔

محمد بن جرير بن يزيد الطبرى الامام ابو جعفر صاحب تصانيف باهره ثقه، صادق فيه تشيع و موالاة لا تضر، اقذع احمد بن على السليمانى الحافظ قال كان يصنع الروافض كذا قال السليمانى و هذا رجم بالظّن الكاذب، بل ابن جرير من كبائر ائمة الاسلام للمعتمدين وما ندعى عصمة من الخطاء ولا يحل ان نوذيه بالباطل والهوىٰ فان كلام

العلماء بعضهم فی بعض ینبغی ان تیأنی فیه ولا سیما فی امام کبیر فلعل السلیمانی اراد آلاتی محمد بن جریر بن رستم ابو جعفالطبری رافضی له تالیف منها کتاب الرواة عن اهل البیت رماه بالرفض عبد العزیز الکتانی۔

﴿ ۃ میزان الاعتدال جلد سوم ص ۳۵ مطبوعۃ بمصر ﴾

آشکار ھے حقیقت

قارئین ٹھیک طور پر جان چکے ہیں کہ تحقیق کے نام پر ناصبیت کے زہریلے انجکشن دینے والے اور یزیدیت کے مکروہ چہروں پر لفاظی کے خول پہن کر آنے والے نام نہاد محققین خارجیت کے جراثیم پھیلانے کے لیے کیسی کیسی شعبدہ بازیاں دکھا کر قوم کو گمراہ کرتے ہیں۔

مگر ان کی شعبدہ بازیاں زیادہ دیر تک عوام کو دھوکا میں نہیں رکھ سکتیں اس لیے کہ

توڑ دیتا ہے کوئی موسیٰ طلسمِ سامری

امام عالی مقام سیّدنا امام حُسین کی شہادتِ عظمیٰ اور بے مثال قربانی کو شہادت کے درجہ سے بھی گرا دینے کے لیے ان لوگوں نے تاریخ کے نام پر جو دھاندلی کی ہے۔ ان لوگوں سے پہلے کبھی نہیں کی گئی۔

کسی بھی محقق نے کبھی ایسی جرأت نہیں کی کہ محض اپنے نظریات و جذبات کی تسکین کے لیے دوسروں کی عبارت کو یوں قطع برید کر کے استدلال قائم کرے۔

امام طبری کو رافضی وغیرہ بنانے کے لیے جس استدلال کا عباسی نے سہارا لیا تھا اس کی جو بھی حقیقت ہے۔ وہ ہم ظاہر کر چکے ہیں۔

علاوہ ازیں ہم قارئین کو یہ بھی یقین دلاتے ہیں کہ جن مورخین کو عباسی نے مرتے بھرتے ثقہ تسلیم کیا ہے۔ وہ امام طبری ہی کی روایت کے سہارے پر اپنی کتابوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچا سکتے ہیں۔

علّامہ ابن خلدون جیسے ناقدین بھی امام طبری ہی کے خوشہ چین ہیں۔ اور یہ سراسر زیادتی اور احمق پن ہے کہ چونکہ اُنہوں نے بعض روایات ابومخنف سے روایت کی ہیں اس لیے وہ شیعہ ہو گئے ہیں۔ کیونکہ ناقدین رجال کی نظر میں ابومخنف مائل باشیعت ہے۔ اور اگر یہ بات درست ہوتی تو امام بخاری سب سے بڑے شیعہ قرار پاتے کیونکہ اُن کی مشہور تالیف بخاری شریف کے راویان میں رافضی بھی ہیں اور خارجی بھی۔ بلکہ تمام مجروح طبقات کا کوئی نہ کوئی راوی ضرور ہے۔

علاوہ ازیں یہ بھی ایک زبردست فراڈ اور صریح کذب ہے کہ امام طبری نے واقعاتِ شہادت بیان کرنے کے لیے صرف ابومخنف کا ہی سہارا لیا ہے۔ کیونکہ آپ نے متعدد ایسے راویوں سے بھی روایات بیان کی

ہیں جو عباسی کے نزدیک پورے طور پر ثقہ ہیں۔ اور وہی آپ نے ابومخنف سے بھی نقل کی ہیں۔

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ آپ پوری سندوں کے ساتھ متعدد راویوں سے ایک ہی قسم کی روایات نقل کر دیتے ہیں تا کہ روائت کو قبول کرنے والا خود فیصلہ کر لے۔ کہ راوی کی حیثیت کیا ہے۔

اور اس بات کا اعتراف متعدد وہابیہ کو بھی ہے۔ مثلاً ابوبکر ابن العربی کی کتاب العواصم من القواصم کا محشی محبّ الدین خطیب بھی یہ اعتراف کرتا ہے کہ امام صاحب نے راویوں کے نام لکھ کر قارئین کے لیے آسانی پیدا کر دی ہے۔ کہ کونسی روائت مظبوط ہے اور کونسی روائت کمزور ہے۔

بہر حال ہم اس سلسلہ کو زیادہ طویل نہیں کرتے۔ امام ابنِ جریر ائمۂ اہلِ سُنّت میں سے ہیں۔ کبھی کسی صحیح العقیدہ شخص نے آپ پر رافضی وغیرہ ہونے کا گمان نہیں کیا۔ جب کہ داؤد ظاہری کے ماننے والے متشددین حنابلہ ہی نے اس قسم کی کذب سرائیاں کی تھیں۔ جنہیں علمائے اُمت نے ہمیشہ غلط قرار دیا ہے۔

---

[1] حالانکہ ابومخنف سے بخاری شریف میں بھی روایات لی گئی ہیں

ان لوگوں کو حنابلہ کہنا بھی قطعی طور پر غلط ہے۔ کیونکہ ان کی صرف نسبت امام احمد بن حنبل سے تھی۔ لیکن وہ امام احمد بن حنبل کے پیروکار نہیں

تھے کیونکہ وہ ابنِ حزم کے پیشرو داوٗد ظاہری کے مقلد تھے اور داوٗد ظاہری وہ شخص ہے جس کے متعلق ہم سابقہ اوراق میں بتا آئے ہیں۔ کہ وہ ظاہری فقہ کا موجد تھا اور اس کا طریقہ استدلال وہی تھا جو خارجیوں کا ہے۔

وہ ایسا بدنصیب تھا کہ امام احمد بن حنبل نے اُسے اس لیے شرفِ ملاقات نہ بخشا کہ وہ قرآن کو مخلوق کہتا تھا۔ اب آپ خود ہی غور فرمائیں کہ ایسے شخص کی تقلید کرنے والو کو حنابلہ کہنا کتنا عجیب سا لگتا ہے۔

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ لوگ بھی فرقہ ظاہریہ سے تعلق رکھتے تھے اور ان میں اور خارجیوں میں خاص طور پر اشتراک و اقرار تھا اس لیے اُن کا امام ابنِ جریر کو رافضی کہنا تعجب انگیز نہیں۔

مگر عباسی کا ایسے لوگوں کو دلیل کے طور پر پیش کرنا یقیناً اس کی حماقت مآبی کی واضح دلیل ہے۔ جن لوگوں کی رائے کو ائمۂ اہلِ سُنّت نے باطل قرار دیا ہو اہلِ سُنّت ہی کا لبادہ اوڑھ کر ان کی گواہی پیش کرنا حماقت نہیں تو اور کیا ہے ؟

بہر حال حقیقت آشکار ہے اور انہی الفاظ پر امام ابنِ جریر اور علاّمہ ابنِ کثیر کے تعارف کو ختم کیا جاتا ہے۔

ھم نے بتانا تو یہ تھا کہ امام ابنِ جریر قطعی ثقہ اور صادق ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ ابنِ کثیر ابنِ تیمیہ کے شاگرد ہونے کے باوجود اُن کی روایات کو قبول کرتے ہیں۔ بلکہ عباسی کے ایک اور معتمد ابو بکر ابنِ عربی نے لکھا ہے کہ

تاریخ کی دنیا میں اگر کوئی قابلِ اعتماد کتاب ہے تو وہ امام ابنِ جریر کی کتاب تاریخ طبری ہے۔ حوالہ ابو بکر ابنِ عربی کے تعارف میں آئے گا۔

نصف شیعہ اور غیر ثقہ ابو بکر ابن العربی

ابو بکر ابن العربی یہ بزرگ اگرچہ اپنے وقت کے مشہور علامہ اور صاحبِ تصانیف ہیں۔ تاہم ان کی کتاب اعواصم من القواصم نہائت ہی شر انگیز اور فتنہ خیز تصنیف ہے۔ اور عباسی کے بہت زیادہ کھُل کھیلنے کا مدار اِسی کتاب پر ہے۔

لیکن اسے عباسی کی بد قسمتی ہی سمجھیئے کہ وہ ابن العربی کے نظریات پر اپنی کتاب کی اساس رکھنے کے باوجود بھی اُن سے مطمئن نہیں اور اُن کو ثقہ تسلیم کرتے ہوئے بھی ان کی ثقاہت کو چیلنج کر دیتا ہے۔

اس لیے لامحالہ یہ کہنا پڑتا ہے کہ عباسی کے نزدیک اس قدر متشدّد و متعصب شخص بھی نصف شیعہ اور نصف ثقہ ہے۔

علامہ ابنِ کثیر کے تعارف میں قارئین ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ عباسی نے امام ابنِ جریر طبری کو غالی رافضی اور غیر ثقہ ثابت کرنے کے لیے کس کس طریقہ سے ایڑی چوٹی کا زور صرف کیا ہے۔ اور ان کی مشہور تصنیف تاریخِ طبری کو کس کس انداز سے جھوٹ کا پلندہ بنا دینے کی کوشش کی ہے۔

حالانکہ اس کے معتمد ترین مولف ابنِ عربی امام ابنِ جریر طبری کو

انتہائی ثقہ مورّخ تسلیم کرتے ہیں۔ بلکہ ترغیب دیتے ہیں کہ سوائے تاریخ طبری کے کسی دوسری تاریخ پر اعتماد نہ کیا جائے۔ چنانچہ وہ اپنی اسی رسوائے زمانہ کتاب **العواصم من القواصم** میں تحریر کرتے ہیں !

ولا تقبلوا روایة الا عن ائمة الحدیث ولا تسمعوا لمورّخ کلاما الا لطبری

﴿العواصم من القواصم ص ۲۴۸﴾

یعنی تم ائمہ حدیث کی روائت کے علاوہ اور کسی کی بات قبال نہ کرو اور سوائے طبری کے تاریخ میں کسی کا کلام قابلِ اعتماد نہیں۔

این تفاوت رااز کجا است تا بکجا

عباسی کہتا ہے کہ کتاب الامامت والسیاست امام ابنِ قتیبہ دینوری کی تالیف نہیں۔ بلکہ یہ کسی شیعہ نے تالیف کر کے اُن کے نام سے منسوب کر دی ہے۔ اور یہ بات وہ ابو بکر ابن العربی کی کتاب اعواصم من القواصم کے محشی محبّ الدین خطیب کی ہمنوائی میں متعدّد بار اپنی کتاب خلافت معاویہ و یزید میں دہراتا ہے۔ مثلاً اس نے لکھا ہے !

امام ابنِ قتیبہ کی طرف جو کتاب غلط منسوب ہے یعنی الامامت والسیاست اس میں بھی یہ تفصیل ملتی ہے۔

﴿خلافت معاویہ ویزید ص ۴۰﴾

حالانکہ ابنِ عربی امام ابن قتیبہ کی نہایت حقارت سے تردید کرتے ہیں اور یہ تردید محض اس وجہ سے کرتے ہیں کہ اُنہوں نے الامامت و السیاست جیسی کتاب جس میں یزیدیت کا بھٹہ بٹھا دیا ہے۔ کیوں تصنیف کی۔

چنانچہ وہ اسلام کے اس بطلِ جلیل کو اس طرح مخاطب کرتے ہیں۔

ومن اشد شئی علی الناس جاهل عاقل او مبتدع محتال ، فاما الجاهل فهوا ابن قتيبة ، ولم يذر للصحا بة اسما فى كتاب الاما مته والسيا سته

﴿العواصم من القواصم ص ۲۴۸﴾

اور لوگوں کو سخت نقصان پہنچانے والا جاہل عقلمند ہے یا پھر بدعتی حیلہ ساز۔

جاہل تو ابن قتیبہ ہے۔ جس نے اپنی کتاب الامامت والسیاست میں صحابہ کرام کا کوئی احترام ملحوظ نہیں رکھا۔

امام ابنِ قتیبہ کے متعلق اس قسم کے ریمارکس ابنِ عربی نے اپنی اس کتاب میں متعدد بار دیئے ہیں جن کی تفصیل ضروری نہیں۔ لہذا اب آپ ابنِ عربی اور عباسی کا ایک اور سخت اختلاف ملاحظہ فرمائیں۔

یزید کی خلافتِ حقہ کے اثبات اور اس کی ولیعہدی کے جواز میں

عباسی نے اپنی کتاب میں متعدد مقامات پر اس خلافِ حقیقت بات کو منوانے کی کوشش کی ہے۔ کہ خلافت کو اپنے گھر میں رکھنے اور ولی عہد بنانے کی ابتداء امیر معاویہ کی بجائے حضرت علی نے کی ہے۔ کیونکہ سب سے پہلے حضرت علی کے بیٹے حضرت حسن ولی عہد ہوئے۔ حوالہ آگے آئے گا۔

حالانکہ اس کے برعکس اس کے پیشرو ابوبکر ابن العربی اس مقام پر جو لکھتے ہیں وہ یہ ہے۔

اما نزل الرافضة انه عهد الی الحسن فباطل ما احد الی عهد ولکن البیعة للحسن منعقده وهو احق من معاویة من کثیر من غیره ، وکان خروج لمثل فا خرج الیه ابوه من دعا الفیئة البا عیة الی الا نقیاد للحق والا خول فی الطاعة

﴿اعواصم من اقواصم ص ۱۱۸﴾

ترجمہ!

رافضیوں کا یہ قول باطل ہے کہ حضرت علی نے حسن کو ولی عہد بنایا تھا۔ آپ نے کسی کو نامزد نہیں کیا تھا۔ بلکہ حضرت حسن کے ہاتھ پر بیعت ہو گئی۔ حضرت حسنؓ امیر معاویہ اور بہت سے لوگوں سے خلافت کے زیادہ حقدار تھے۔ آپ کا لشکر کشی کرنا بالکل اپنے باپ کی طرح ہے۔ کہ وہ باغیوں کو حق کی اطاعت و فرمانبرداری کی دعوت دینا چاہتے تھے۔

قارئین اندازہ فرمائیں کہ عباسی کے گرو گھنٹال ابوبکر ابن عربی کہتے ہیں کہ حضرت حسن کی ولی عہدی کا باطل عقیدہ رافضیوں کا ایجاد کردہ اور خلافِ واقعہ ہے۔

حضرت حسن کی باقاعدہ طور پر مسلمانوں نے بیعت خلافت کی اور آپ امیر معاویہ وغیرہ تمام لوگوں سے خلافت کے زیادہ مستحق تھے۔ اس کے برعکس عباسی یہ بڑ ہانک رہا ہے۔ کہ اگر امیر معاویہ نے یزید کو ولی عہد بنایا تو اس کی ابتداء حضرت علی کر چکے تھے۔

اور انہوں نے حضرت حسن کو اپنا جانشین اور ولی عہد مقرر کیا تھا۔ کیا ان تضادات کی موجودگی میں یہ تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ عباسی ابنِ عربی کو لائقِ اعتماد سمجھتا ہے۔

حالانکہ ابنِ عربی سے زیادہ حمائت یزید وغیرہ میں دنیا کی شائد ہی کوئی کتاب ہو۔

یہ رسوائے عالم کتاب جمہور اہلِ اسلام کے نظریات کے قطعی طور پر مخالف ہے۔ اور اس کا ہر باب بنو اُمیّہ کی بے جا حمائت کا غماز ہے۔

خاص طور پر یزید پلید کی منقبت وستائش میں زمین و آسمان کے جو قلابے اس کتاب میں ملائے گئے ہیں۔ ان کی مثال بہت کم ملتی ہے۔

اور پھر امام حُسین کی شہادت کو غلط رنگ میں پیش کرنا انتہائی غلط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عباسی کے دوسرے نصف معتمد علاّمہ ابنِ خلدون اس پر

سخت جراح کی ہے اور ابنِ عربی کی اس تحقیق کو محلِ نظر بتایا ہے۔ جس کا اظہار ہم سابقہ اوراق میں کر آئے ہیں۔ اور یہاں بھی ھدیہ قارئین کر رہے ہیں۔ تاکہ اچھی طرح واضح ہو جائے کہ عباسی کے معتمدین کا آپس میں کیا حال ہے۔

علامہ ابنِ خلدون لکھتے ہیں !

اس سلسلہ میں ابنِ عربی مالکی نے اپنی کتاب اعواصم من القواصم میں جو یہ لکھا ہے کہ حُسین اسلامی شریعت کی رُو سے قتل ہوئے سراسر غلط ہے۔

ابنِ عربی سے یہ غلطی اس لیے ہوئی کہ وہ امام عادل کی شرط بھُول گئے۔ بھلا اس زمانے میں ہوا پرستوں سے لڑنے کے لیے امامت وعدالت میں امام حُسین سے بڑھ کر کون مُستحق ہو سکتا ہے۔ لھذا اُن کی شھادر ہوئی ہے۔ بغاوت کی رُو سے قتل نہیں ہوا۔

﴿مقدمہ ابنِ خلدون جلد دوم ص ۳۶﴾

بہر حال ! بتانا یہ تھا کہ ابنِ عربی کے باطل اور غلط نظریات بھی عباسی کے ابلیسی ذوق کی تسکین کے لیے کافی نہیں اور وہ ان سے بھی جگہ جگہ مخالفت کر جاتا ہے اور ہر ممکن طریقہ سے حقائق کو مسخ کر دینا چاہتا ہے۔

آئندہ اوراق میں ہم انشاء اللہ العزیز ابو بکر ابن العربی کی مُتعدد تحریروں کو بھی زیرِ بحث لائیں گے اور بتائیں گے کہ اُنہوں نے کس کس

طریقہ سے احقاقِ باطل اور ابطالِ حق کیا ہے۔ اور علمائے کرام نے اس کی تحریروں کی تکذیب کرتے ہوئے کیسے کیسے گرفت کی ہے۔

آخر پر علامہ ابنِ کثیر کی تحریر ملاحظہ ہو۔

ابو بکر بن العربی شارح الترمذی کان فقیها عالماً و زاهداً وعابدا وسمع الحدیث بعد اشتغاله فی الفقه وصحب الغزالی واخذ عنه وکان یتهمه برأی الفلاسفة ویقول دخل فی اجوافهم فلم یخرج منهم

﴿البدایہ والنھایہ جلد ۱۲ ص ۲۲۹﴾

ترجمہ !

ابوبکر ابنِ عربی شارحِ ترمذی فقیہ و عالم اور عابد و زاہد تھے۔ شغل فقہ کے بعد سمع حدیث کیا۔ غزالی کے ساتھی رہے اور اُن سے دلیل لیتے تھے۔ اور فلسفیوں کے اعتقاد سے مُتہم ہوئے۔ اور پھر فلسفیوں کے اندر ایسے گھُسے کہ باہر نہ نکل سکے۔

پورا ثقہ اور شیعہ مورّخ

بلاذری

نامحمود عباسی نے اپنی کتاب کے متعدد مقامات پر بلاذری کے حوالے دیئے ہیں۔

بلاذری کوئی اتنی بڑی چیز نہیں کہ اُس کے تعارف میں متعدد صفحات سیاہ کیے جائیں۔

یہ ایک عام سا مورخ ہے اور اکابرینِ اُمّت میں نہ اس کا شمار ہے اور نہ کوئی مقام۔ بلکہ یہ شخص کرائے کا آدمی تھا۔ بنوعباس کے خلیفہ متوکل کا درباری تھا۔ اور متوکل بنوفاطمہ کا زبردست دُشمن تھا۔ حتّٰی کہ اُس نے امام عالی مقام کے مزارِ اقدس پر ہل چلوا دیئے۔ جس کی تفصیل ہم ابھی بیان کریں گے۔

بہرحال بلاذری کا ذکر بحیثیت مورخ کتابوں میں مذکور ضرور ہے۔

چنانچہ اس کا ایک ہمنوا عباداللہ اختر اس کا تعارف یوں پیش کرتا ہے۔

احمد بن یحییٰ البلاذری مورخ ایرانی نژاد تھا۔ خلفائے عباسیہ متوکل اور مستعین کے عہد میں دربارِ خلافت میں باریابی حاصل کی۔ خلیفہ المعتز باللہ کے بیٹے عبداللہ کا اتالیق مقرر رہا۔ انہیں دنوں اُس نے فتوح البلدان لکھی۔

اُس نے واقدی کی کتاب المغازی اور ابوالحسن مدائنی سے استفادہ کیا۔ مدائن پایہ تخت ساسانی شاہانِ ایرانی میں متولد ہوا۔

﴿خلافت اسلامیہ حصہ اوّل ص ٦ مطبوعہ ادارہ ثقافت لاہور﴾

مشہور سیرت نگار علاّمہ شبلی اپنی کتاب الفاروق میں احمد بن یحیٰ بلاذری کے متعلّق لکھتے ہیں کہ یہ عباسی خلیفہ متوکل کا درباری تھا۔

ابن کثیر اور بلاذری

علاّمہ ابن کثیر البلاذری کا جو تعارف پیش کرتے ہیں وہ یہ ہے۔

البلاذری، المورخ واسمہ احمد ویقال ابو بکر البغدادی البلاذری صاحب التاریخ المنسوب علیہ قال ابن عساکر کان ادیباً ظھرت لہ کتب جھاد ومدح المامون بمدائح وجالس المتوکل وتوفی ایا المعتمد وحمل لہ ھوس ووسواس فیآخر عمرہ

﴿البدایہ والنھایہ جلد ١١ ص ٦٥﴾

ترجمہ!

بلاذری مورخ ہے۔ اور اس کا نام احمد ہے۔ اور ابو بکر بغدادی البلاذری بھی کہتے ہیں۔ اور اس کی طرف صاحبِ تاریخ ہونا منسوب ہے۔

ابنِ عساکر فرماتے ہیں ! کہ وہ ادیب تھا جیسا کہ اس کی کتابوں سے ظاہر ہے۔ وہ خلیفہ مامون کی مدح وستائش کرتا تھا۔ اور متوکل کا ہم جلیس

اور معتمد کے دور میں فوت ہوا۔ آخر عمر میں وہ پاگل پن اور وسوسوں کا شکار ہو گیا تھا۔

قارئین اندازہ کریں کہ ایک پاگل اور وسوسی کی عبارتیں استشہاد کے طور پر پیش کرنے والا پاگل نہیں تو اور کیا ہے۔

متوکّل کون ھے ؟

۲۳۶ھ میں متوکل نے حضرت امام حُسین اور ان کے آس پاس کی قبروں کو کھدوایا اور وہاں کاشتکاری کروائی۔ نیز زیارتِ قبور سے لوگوں کو منع کیا۔

اھلِ بیت سے ظاہرا دُشمنی کی وجہ سے متوکل کو لوگ بُرا بھلا کہنے لگے۔

مزاروں کی بےحُرمتی سے عوام بہت رنجیدہ ہوئے۔ اہل بغداد نے مسجدوں کی دیواروں پر متوکل کے نام گالیاں لکھیں۔ اور شعراء نے اس کی مذمت میں بکثرت ہجونامے لکھے تھے۔

۲۴۴ھ میں متوکل نے اپنے لڑکوں کے اُستاد علامہ یعقوب بن سکیت کو قتل کرادیا۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ متوکل نے ایک دن اپنے لڑکے معتز اور مرید کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ یہ دونوں اچھے ہیں یا امام حسن و حُسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

علامہ یعقوب نے کہا ! ان سے تو حضرت علی کا غلام قنبرؓ ہی اچھا تھا۔ یہ سن کر متوکل نے اپنے ترکی ملازمین کو حکم دیا کہ یعقوب کو خوب کچلو یہاں تک کہ اس کا انتقال ہوگیا۔

بعض کہتے ہیں کہ متوکل نے علاّمہ یعقوب کی زبان کھنچوا کر مار ڈالا۔ حقیقت یہ ہے کہ متوکل ناصبی تھا۔

﴿تاریخ الخلفاء للسیوطی ص ۲۷۶﴾

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں کہ متوکل عباسی اور اس کا وزیر علی بن جہم ناصبی تھا۔ اور ناصبی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور اُن کی ذریتِ طاہرہ سے دُشمنی رکھتے ہیں۔

متوکل عباسی اور وزیر اد علی ابن جهم نواصب است نواصب محض عداوت امیر المؤمنین علی المُرتضیٰ کرم الله وجه الکریم و ذریت طاهره اور اشعار خود دارند

﴿فتاویٰ عزیزی جلد ا ص ۱۰۷﴾

بلاذری کا تعارف ہم زیادہ نہیں کرائیں گے۔ کیونکہ اس کا آقائے نعمت متوکل عباسی ہے۔ اور وہ اپنے لڑکوں کے اُستاد کی اس لیے گردن مار دیتا ہے کہ اُنہوں نے اس کے لڑکوں کو جنابِ حُسین علیہ السلام سے اچھا نہیں کہا تھا۔

ان حالات میں بلاذری اہلِ بیتِ مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اولادِ علی کے متعلق کیا کُچھ لکھ کر انعام حاصل کرسکتا تھا۔

اس کے متعلق فیصلہ قارئین خود کریں۔

بلاذری کا ایرانی نژاد ہونا تو اس بات کا غماز ہے کہ اسے شیعہ ہونا چاہیے تھا مگر بُرا ہو ہوس و لالچ کا وہ علو تو کیا کرتا اہلِ بیت کے معاملہ میں انتہائی سرد مہری کرنے لگا۔

حالانکہ وہ بالواسطہ یا بلاواسطہ علاّمہ واقدی کا شاگرد تھا۔ جن کو خارجی اور نیم خارجی عموماً رافضی کہہ دیتے ہیں۔

مگر عباسی کی ڈھٹائی ہے کہ اُستاد کی روایات کو لائقِ اعتماد سمجھنے سے پہلوتہی کرتا ہے۔ اور شاگرد کی کتابوں کو حرزِ جاں بنا رکھا ہے۔

ابنِ جریر کو اُن کے بھانجے کے حوالہ سے شیعہ قرار دینے والا فاطر العقل انسان شاگرد کو اُستاد کے حوالہ سے رافضی کیوں نہیں کہتا۔

بہر حال خلیفہ متوکل ناصبی تھا اور اپنے حاشیہ برداروں کو بڑے بڑے انعامات سے بھی نوازہ کرتا تھا۔ اس کا مال کھا کر بلاذری حرام نہیں کر سکتا تھا۔ تاہم ہم بلاذری کی مختلف عبارتوں کو زیرِ بحث لا کر قارئین کو بتائیں گے کہ عباسی نے اتنے بڑے ہمنوا کی عبارتوں میں بھی ہندو بنیوں کی طرح ڈنڈی مارنے کے کیسے کیسے کرتب دکھائے ہیں۔ اور انہیں الفاظ پر اس طویل مضمون کو ختم کیا جاتا ہے۔

کیا یہ خلافتِ راشدہ ہے؟

خلیفۂ راشد یا گمراہ آمر

قارئین باب اوّل میں عباسی اور اُس کے چیلوں چانٹوں کی متعدد ایسی تحریریں پڑھ چکے ہیں جن میں بڑی شدّ و مد اور پورے زور و شور سے یزید پلید کے دورِ حکومت کو خلافتِ راشدہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور یزید پلید کو خلیفۂ راشد ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے۔

بلکہ یہاں تک چالاکی اور سفاکی کا مظاہرہ کیا گیا ہے کہ یزید کا دور دورِ فاروقی ہے۔ اور اس کے لیے ایک دلیل یہ بھی دی ہے کہ یزید نے ایک دفعہ اپنے باپ کو کہا تھا کہ میں اپنی حکومت کے دوران فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کی تقلید کروں گا۔ جس کے جواب میں اُس کے باپ نے کہا تھا ! کہ میں تو عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طرزِ خلافت پر بھی عمل نہیں کر سکا اور تم دورِ فاروقی کی بات کرتے ہو۔

اب اس بات سے یہ نتیجہ اخذ کر لینا کہ یزید نے چونکہ یہ کہا تھا کہ میں سُنّتِ فاروق پر عمل کروں گا لھذا اس کا دور دورِ فاروقی ہے۔ یہ صرف خارجیوں کا ہی حصہ ہے۔

اس کی مثال تو ایسے ہی ہے کہ آج کا کوئی شخص یہ اعلان کر دے کہ میں بڑا ہو کر امام مہدی بنوں گا اور جب وہ بڑا ہو جائے تو اُس کے اعلان کے

مطابق اُسے امام مہدی ماننا پڑے گا۔

دیکھنا تو یہ ہے کہ یزید کے دورِ آمریت میں دورِ فاروقی کی کونسی جھلک نمایاں تھی۔ اور یزید میں ایسی کونسی خصلت تھی جو فاروقِ اعظم کے خصائل سے مشابہ تھی۔

اور پھر حیرت کی بات تو یہ ہے ، کہ امیر معاویہ تو خود اعتراف کرتے ہیں کہ میں تو دورِ عثمان کی بھی یاد تازہ نہیں کر سکا اور تُم تقلیدِ فاروقی کے خواب دیکھ رہے ہو ؟

مگر وکلاء بنواُمیہ لوگوں کو یہ باور کرانے کوشش میں مصروف ہیں کہ یزید خلیفہ راشد تھا۔ اور اس کی خلافت خلافتِ علی کرم اللہ وجہ الکریم کے مقابلہ میں زیادہ بہتر اور پائیدار تھی۔ اور دورِ یزید دورِ فاروقِ اعظم سے مشابہ تھا۔ **معاذ الله ثم معاذ الله**

حواریانِ یزید کا یہ صرف ایک تخیل ہے۔ ورنہ حقیقت سے تو اس شاخسانے کا دور کا بھی تعلق نہیں۔ اور قطعی طور پر یہاں یہ مثال صادق آتی ہے

کہ چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

فیصلہ کُن باب

اس فیصلہ کُن باب میں ہمیں یزید کے متعلق انتہائی تفصیل میں جانا پڑے گا اس لیے کہ حواریانِ یزید نے تحقیق و تاریخ کے نام پر بہت بڑا گھپلا کر دیا ہے۔ اور اس کی نقاب کُشائی اسی طرح ہو سکتی ہے۔ کہ اُن کی ایک ایک بددیانتی اور ایک ایک مفروضہ کو سامنے لا کر وضاحت کی جائے۔

جیسا کہ ہمارے قارئین اچھی طرح جان چکے ہیں۔ کہ صدیوں بعد یزید کی کُھلم کُھلا حمایت اور قصیدہ خوانی کا جنون سب سے پہلے ہمارے مُلک میں نامحمود عباسی کو ہوا ہے۔ اور اُس نے اپنی رُسوائے زمانہ کتاب کی بنیاد جن لوگوں کے افکار و آراء پر رکھی ہے اُن میں سرِ فہرست ابنِ تیمیہ کا نام ہے۔

اگرچہ اُس نے کُچھ مواد بلاذری جیسے مخبوط الحواس اور ناصبیت زدہ مورخ اور ابو بکر ابن العربی جیسے فلسفی سے بھی حاصل کیا ہے۔

ھم نے ابتداء میں ہی قارئین پر یہ حقیقت واضح کر دی تھی۔ کہ باوجود اس کے مذکورہ بالا مجرموں نے اہانتِ اھلِ بیت اور حمایتِ یزید میں پورا پورا زورِ قلم صرف کر دیا ہے۔

مگر عباسی نے جگہ جگہ پر اُن کے بھی کان کُترنے کی کوشش کی ہے۔ اور ان متشددین کی عبارتوں میں بھی مبیّنہ طور پر قطع برید کر کے یزید

یلید کوخلیفۂ راشد صحابہ کا امام اور خیر التابعین کے رُوپ میں پیش کیا ہے۔

اور اپنے طور پر وہ اس فرض سے بھی سبکدوش ہو چکا ہے کہ اب یزید کو فاروقِ ثانی ثابت کیا جا چکا ہے۔ لہٰذا اس کو خلیفۂ راشد تسلیم کرنے میں کسی کو بھی تامل نہیں ہوگا۔

حالانکہ ایسا تصور صرف اُسی وقت کیا جا سکتا ہے جب اُن تمام کتابوں کا وجود دُنیا سے ختم کر دیا جاتا جن کی عبارات کو قطع برید کر کے یہ مفروضہ قائم کیا گیا ہے۔

عباسی وغیرہ کو چاہیے تھا کہ اپنی بات منوانے سے پہلے اپنے اُن ممدوحین کی تصانیف کا ایک ایک نُسخہ تک نذر آتش کر دیتے جن کے مآخذ ضرورت کے مطابق نقل کر کے باقی کتاب کو نظر انداز کرنے کی جراَتِ بیباکانہ کا مظاہرہ کیا گیا ہے

چونکہ اِن لوگوں سے یہ بہت بڑی غلطی ہو چکی ہے کہ ان سے وہ ذخیرۂ کُتب ضائع نہ ہو سکا اور ایک اٹل حقیقت فرضی افسانے کا رُوپ نہ دھار سکی۔

گواہی ابن تیمیہ کی

چنانچہ ہم سب سے پہلے عباسی وغیرہ کے امام اوّل ابنِ تیمیہ کی اسی کتاب منہاج السُنۃ سے چند اقتباسات پیش کریں گے۔ جس پر عبّاسی

نے اپنی کتاب کا دارومدار رکھا ہے۔

اوقارئین پر واضح ہو جائے گا کہ ابن تیمیہ اہلِ بیتِ رسول سے شدید عداوت اور یزید پلید کی واضح حمایت کے باوجود نہ تو یزید کو خلیفہ راشد تسلیم کرتا ہے۔اور نہ ہی صالح اور متّقی تسلیم کرتا ہے۔

بلکہ وہ ایسا گمان رکھنے والوں کو متعصب، اور خارج از اہلسنّت قرار دیتا ہے۔ملاحظہ فرمائیں !

یزید خلیفۂ راشد نھیں

یزید کے متعلق طرفین کے عقائد بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے۔کہ ایک گروہ یہ اعتقاد رکھتا ہے ۔کہ وہ صحابہ میں سے ہے۔اور خلفائے راشدین ومہدیین سے ہے یہ انبیاء سے ہے۔اور یہ تمام باطل ہیں۔

اور دوسرا گروہ اسے کافر ومنافق اور مدینہ منوّرہ کے اور اُس کے اقارب اور بنو ہاشم کو کافر سمجھتا ہے۔اور یہ دونوں قول قطعی باطل ہیں۔متن ملاحظہ ہو !

الناس فی یزید طرفان ووسط قوم
یعتقدون انه من الصحابة او من خلفائے
الراشدین المهدین او من الانبیاء وهذا کله
باطل
وقوم یعتقدون کا انه کافر، منافق فی

الباطن و انه كان له قصد فی اخذ ثار كفار اقاربه من اهل المدينة وبنی هاشم وكلا القولين با طل

﴿منہاج السنۃ جلددوم ص ۲۴۷﴾

حجاج بن یوسف سے کم ظالم

اور یزید پر لعنت کرنے کے متعلق لکھا ہے کہ یزید پر لعنت کا قول جیسا کہ اس کی مثل بادشاہ، خلیفوں اور دوسروں پر لعنت ہے۔ اور یزید اُن سے بہتر ہے۔

اور مختار ثقفی امیر عراق سے اچھا ہے۔ کہ اس نے بظاہر قاتلانِ حسین سے انتقام لیا اور کہتا تھا کہ میرے پاس جبریل آتے ہیں اور یزید بہتر ہے۔

حجاج بن یوسف سے۔ کیونکہ بالاتفاق حجاج بن یوسف یزید سے ظالم تھا۔

ان القول فی لعنه يزيد كا لقول فی لعنه امثاله من الملوک الخلفاء وغيرهم ويزيد خير من غيره خير من المختار ابی عبيد الثقفی امير العراق الذی اظهر الا نتقام من قتل الحسين فان هذا اری ان جبريل يا تيه و خير من الحجاج بن يوسف فانه اظلم من يزيد

باتفاق الناس

﴿منہاج السنۃ جلد دوم ص ۲۵۱﴾

امامتِ یزید کے قائل مُسلمان نہیں

یزید کی امامت کے بارے میں ابنِ تیمیہ یوں رقم طراز ہے کہ !

بعض متعصب حد سے بڑھ جاتے ہیں اور یزید بن معاویہ کے متعلق عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ امام ہے۔ اور اس کی امامت کا اعتقاد رکھتے ہیں اور یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ خلفائے راشدین ومہدین میں سے ہے۔ جیسا کہ ابوبکر وعمر اور عثمان وعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں۔

اور مُسلمانوں میں سے کسی ایک عالم کا بھی یہ عقیدہ نہیں۔ اور یہ کُردوں کے بعض جاہلوں کا عقیدہ ہے۔ اور وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ "یزید صحابہ اور خُلفائے راشدین اور نبیوں میں سے تھا"

مگر اہل علم میں سے اُن جہلاء کا کسی نے بھی ساتھ نہیں دیا۔ متن یہ ہے۔

وتمادی بعضهم فی التعصب حتی
اعتقد امامة یزید بن معاویة فان اراد بذالک
أنه اعتقد من الخلفاء الراشدین والائمة
المهتدین کابی بکر وعمر وعثمان وعلی
فهذا لم یعتقد احد من العلماء المسلمین

وان اعتقد مثل هذا بعض الجهال كما يحكى عن بعض الجهال منالاكرادو نحو هم انه يعتقد ان يزيد من الصحابه وعن بعضهم من الانبياء و بعضهم يعتقدانه منالخلفاء الراشدين والمهدين فهولاء بعضهم يعتقد ليوامن اهل العلم الذين يحكى قولهم وهم مع هذا الجهل

﴿منہاج السنۃ جلد دوم ص ۲۳۸﴾

امام احمد بن حنبل سے فراڈ

امام احمد بن حنبل سے جو فراڈ کیا ہے وہ پیش کرنے سے پہلے ناصحمود عباسی کی کتاب خلافتِ معاویہ و یزید کا ایک ورق ھدیۂ قارئین کر دینا ضروری سمجھتے ہیں۔

اس لیے کہ اس موقعہ پر اس کا بیان کر دینا نہائت اہم معلوم ہوتا ہے۔ اور اس کو سامنے رکھتے ہوئے متعدد مسائل روشنی میں آجائیں گے۔

چنانچہ وہ ورق درج ذیل ہے۔

امیر یزید کو حکومت و سیاسی امور میں ہی حضرت فاروقِ اعظم کی پیروی کا اہتمام نہ تھا بلکہ طرزِ معاشرت میں بھی اُن کی پیروی کرتے تھے۔

زندگی حد درجہ سادہ تھی۔ عام باشندوں کی طرح ان کا لباس
سادہ ہوتا۔ حکومت کے طمطراق اور تزک شہنشاہی سے سخت متنفر تھے۔
لاکھوں روپیہ وظائف وھدایہ کا دوسروں کو فراخ دلی سے دیتے مگر اپنی
ذات پر معمولی خرچ کرتے۔

زہاد و عبادِ اُمت کی مجالس میں شریک ہوتے۔ حضرت ابو دردا
رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے زاہد صحابی سے بہت مانوس تھے۔ اُنہیں کو
صاجزادی کے نکاح کا پیام بھی دیا تھا۔

وہ یزید کو بہت پسند کرتے تھے۔ مگر اپنی بیٹی ایسے گھرانے میں
بیاہنے کو تیار نہ تھے۔ جہاں کام کاج کے لیے خادمہ موجود ہو۔ پھر
اُنہوں نے اپنی بیٹی یزید ہی کے ایک ہم جلیس کے عقد میں دے
دی۔ امیر یزید کے یہ ہم جلیس ضعفاء المسلمین یعنی غریب مسلمانوں
میں سے تھے۔ اور اُنہوں نے امیر یزید سے اجازت بھی لی تھی۔ کہ
آپ کو تو انکار ہو گیا۔ اب میں پیام دوں

﴿کتاب الزہد امام احمد بن حنبل ص ۱۴۳﴾

مندرجہ بالا تحریر کتاب خلافتِ معاویہ و یزید کے صفحہ ۶۴ پر درج
ہے۔ اس سے پہلے یزید اور اُس کے باپ کا وہ مقالمہ البدایہ والنھایہ کے
حوالہ سے درج ہے۔ جس کا ہم ذکر کر چکے ہیں کہ یزید نے کہا تھا کہ میں
سوادِ اعظم کی پیروی میں حکومت چلاؤں گا۔ اس عبارت کو تو ہم آئندہ

اوراق میں زیرِ بحث لائیں گے۔مگر یہاں تو اس عبارت کی نقل پر عباسی کی شاطری کی داد دینے کو دل چاہتا ہے۔جو اس نے کتاب الزہد کے حوالہ سے پیش کی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی **کتاب الزهد** کے نام سے ایک مشہور کتاب موجود ہے۔اور اس میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زُہد وتقویٰ کے متعلق روایات جمع کی گئی ہیں۔

مگر اس مقدس طائفہ میں یزید پلید کا ذکر آجانا بھی ایسے ہی ہے جیسے آفتاب نے بجائے مشرق کے مغرب سے طلوع ہونا شروع کر دیا ہو۔

اس لیے کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی تو وہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے یزید پلید کے تمام کرتوتوں کا مکمل طور پر جائزہ لینے کے بعد یہ فتویٰ صادر فرمایا تھا کہ یزید کے فلاں فلاں افعال کُفریہ ہیں۔اور اس پر تو اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں لعنت کی ہے۔کیونکہ ان ہی افعال کے مرتکب پر اللہ تعالیٰ جل شانہ نے لعنت فرمائی ہے۔

اور یہ کس قدر تحیّر کی بات ہے۔کہ وہی امام احمد بن حنبل یزید ملعون کا ذکر زہاد وعباد صحابہ کرام رضی اللہ علیہم اجمعین میں کرتے ہیں۔

یہ عباسی کی شاطرانہ ذہنیت کی انتہا ہے۔کہ پہلے البدایہ والنھایہ سے ایک مقالمہ درج کر دیا۔کہ یزید نے سیرتِ فاروقی پر عمل کرنے کا دعویٰ کیا تھا

اور پھر ایک ایسی عبارت پیش کر دی جس سے ثابت ہو جائے کہ وہ عابد و زاہد صحابہ کرام کی مجلس میں بیٹھتا تھا اور طرز معاشرت اور طرزِ حکومت کو پورے طور پر حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مطابق اپنا رکھا تھا۔

کمال تو یہ ہے کہ حضرت امیرِ معاویہ کو باریک اور قیمتی لباس پہننے کی وجہ سے جنابِ فاروقِ اعظم اُن کو عرب کا کسریٰ کہا کرتے تھے۔ مگر یزید پلید جو ناز و نعم میں پل کر جوان ہوا وہ سادہ لباس پہنتا تھا۔

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خُدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

یزید پلید اور سیّدنا فاروقِ اعظم کی طرزِ معاشرت کا ایک جیسا ہونا ایک انہونی بات ہے۔ اور اس انہونی بات کو حقیقت بنا کر پیش کرنا عباسی جیسے مطلق العنان محقق کا ہی کام ہو سکتا ہے۔

دراصل عباسی نے اس قول پر عمل کرنے کی قسم کھا رکھی ہے کہ جھوٹ اس قدر تیزی اور اعتماد سے بولو کہ لوگ اُسے سچ سمجھنے پر مجبور ہو جائیں۔

حقیقت یہ ہے کہ کتاب الزہد میں یزید پلید کا ذکر نہ کبھی تھا اور نہ اب ہے۔

حالانکہ دوسرے صفحے پر ہی ابو بکر ابنِ عربی کے حوالے سے عباسی

نے یزید کا مزید قصیدہ بھی بیان کیا ہے اور لکھا ہے کہ ابنِ عربی مذکور کے زمانہ میں یہ عبارت اس کتاب میں موجود تھی مگر اب نہیں ہے۔

حالانکہ یہ سارے کا سارا شاخسانہ ایک کھلا فراڈ اور کذب صریح ہے۔

ابو دردا صحابی اور یزید

عباسی نے کتاب الزہد کے حوالہ سے بتایا ہے کہ ابودرداءؓ صحابیِ رسول یزید سے بڑے مانوس تھے۔ اور یزید نے اُن سے لڑکی کا رشتہ مانگا تو اُنہوں نے بایں وجہ انکار کر دیا کہ تمہارے گھر میں خادمہ موجود ہے۔ اس لیے یہ رشتہ تجھے نہیں دوں گا۔ اور پھر یزید ہی کے ایک ہم جلیس اور غریب مُسلمان سے اپنی صاحبزادی کا نکاح کر دیا۔

مگر قارئین یہ جان کر یقیناً چونک اُٹھیں گے کہ جب سیّدنا حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہوا تو اس وقت یزید پلید یا تو پیدا ہونے کی تیاری کر رہا تھا یا بمشکل تمام پیدا ہو کر اپنی ماں کے پستانوں سے چمٹا ہوا تھا۔

اس حالت میں شادیوں کے پیغام دیوانے عباسی جیسے شاطر ہی کو زیب دیتا ہے۔

سیّدنا ابودرداؓ یگانہ روزگار زہاد صحابہ میں سے تھے۔ آپ سے بیشمار روایات کُتبِ احادیث میں موجود ہیں۔ آپ بلاشبہ بہت بڑے عالم و

فاضل تھے۔اور آپ کا وصال مُبارک بھی دمشق میں ہی ہوا۔مگر آپ کا وصال خلافتِ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں ۳۱ھ یا ۳۲ھ کو ہو گیا تھا۔ جب کہ یہی زمانہ یزید پلید کی شیر خوارگی کا ہے۔ملاحظہ فرمائیں !

وما ت ابو درداءؓ سنة اثنتين و ثلاثين بدمشق و قيل سنة احدى و ثلاثين وياتى ذكره فى الكنى با كثر هذا۔

﴿الاستعیاب جلد سوم ص ۱۸﴾

اور ابو درداؓ ۳۲ ہجری میں اور بقول بعض ۳۱ھ میں دمشق میں فوت ہوئے۔اور اپنی اسی کنیت سے ہی اکثر یاد کیئے جاتے ہیں ۔الاستعیاب میں ہی دوسری روائت ہے کہ آپ حضرت عثمان کی شہادت سے دو سال قبل فوت ہوئے۔

فمات قبل قتل عثمان رضى الله عنه بسنتين

﴿الاستعیاب جلد سوم ص ۱۷﴾

تجرید بخاری میں اسمائے رجال کے باب میں ہے ابو درداؓ ان کی کنیت ہی زیادہ تر مشہور ہے۔درداءؓ آپ کی بیٹی کا نام تھا۔یہ بڑے دانا اور عالم اور لائق حکیم تھے۔شام کی سکونت اختیار کر لی تھی۔لیکن دمشق میں ۳۲ھ کو آپ کی وفات ہوئی۔ ﴿تجرید البخاری صفحہ ۱۱﴾

الاصابہ فی تمیز الصحابہ میں علامہ حجرابن عسقلانی بھی یہی تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کا وصال خلافت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہوا۔

ابو درداء مشهور بكينية مات ابو درداء وكعب الاحيار لسنتين بقيتا من خلافة عثمان وقال الواقدى وجماعة مات سنة اثنين وثلاثين والاصح عند اصحاب الحديث انه مات فى خلافته عثمان

﴿الاصابہ جلد سوم ص 46﴾

اگر ہم چاہیں تو حضرت ابو دردا کی وفات مبارکہ کے متعلق دیگر بھی بے شمار کتب معتبرہ کے حوالے پیش کر سکتے ہیں۔لیکن یہ بے مقصد سی بات ہوگی۔کیونکہ یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ آپ کی وفات ۳۱ھ یا ۳۲ھ میں ہوئی۔اور اس میں کسی کو بھی اختلاف نہیں۔

اور تقریباً یہی زمانہ یزید پلید کی شیر خوارگی کا زمانہ ہے لہٰذا یہ قطعی طور پر غلط ہے کہ اس کی ملاقات حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی اور وہ آپ کی مجلس میں بیٹھتا تھا۔اور یہ کہ اس نے آپ سے رشتہ مانگا تھا۔اور آپ نے اس کے ایک مصاحب سے اپنی لڑکی کو بیاہ دیا۔

دھوکا کیسے دیا

اب ہم قارئین کو یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کی عبارت کو ناصر محمود عباسی نے یزید پلید کے حق میں استعمال کرتے وقت کس بددیانتی سے کام لیتے ہوئے جرمِ خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔

اور وہ یہ ہے کہ کتاب الزہد میں جس یزید کا ذکر جناب امام احمد بن حنبل نے کیا ہے۔ وہ یزید بن معاویہ نہیں بلکہ یزید بن ابوسفیان ہے۔

اور یہ یزید معاویہ کے بھائی ہیں بیٹے نہیں۔ اور یہی والئ شام تھے۔ نہائت دین دار پاکیزہ خصلت اور صالح تھے۔

ان کی وفات طاعون کی وجہ سے ہوئی۔ اور انہوں نے اپنے بعد امیر معاویہ کو اپنا قائم مقام بنایا جسے مرکز نے منظور کر لیا اور امیر معاویہ کو باقاعدہ طور پر عہدِ فاروقی میں شام کا گورنر بنا دیا گیا۔

بعض خوارج نے عباسی سے پہلے بھی یہ دھوکا دینے کی کوشش کی ہے اور یزید بن ابوسفیان کے تذکرے میں آنے والی عبارت کو یزید بن معاویہ کے نام منسوب کرنے کی کوشش کی جس سے قاضی ابوبکر ابن العربی جیسے فلسفی نے بھی متاثر ہو کر یزید پلید کو صالح اور متّقی بنا کر رکھ دیا۔

یزید بن ابوسفیان اور اور حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہما ایک ہی دور میں دمشق میں آ کر رہائش پذیر ہوئے۔ بلکہ یزید بن ابوسفیان کی غیر

موجودگی میں حضرت ابو درداء قائم مقام ہوتے۔ ان دونوں حضرات کے آپس میں اُسی طرح کے مراسم تھے جس طرح دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تھے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ یزید بن ابوسفیان سے بھی زیادہ متقی اور پرہیز گار تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اُنہوں نے اپنی بیٹی کا رشتہ انہیں دینے سے انکار کر دیا اور برملا کہہ دیا کہ تمہارے گھر میں خادمہ کا ہونا ہماری سادگی اور تقوے کے خلاف ہے۔

اس سے پہلے کہ ہم اس امر کے دیگر شواہد پیش کریں یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یزید بن ابوسفیان کے فوت ہونے کا زمانہ بھی بتا دیا جائے۔ چنانچہ لکھا ہے !

یزید بن ابوسفیان بن حرب تمام بنی ابوسفیان سے افضل تھے۔ اور اُن کے بعد اُن کے بھائی معاویہ حاکم ہوئے۔ اور وہ بوجہ طاعون 19ھ میں فوت ہوئے۔

یزید بن ابو سفیان بن حرب بن امیة کان من افضل بنی ابی سفیان ومات یزید فاستخلف اخاه معاویة وکان موت هولاء کلهم فی طاعون عمواس سنة ثمان عشر

﴿الاستعیاب جلد سوم ص ۶۱۳ الاصابہ سوم ص ۶۱۹﴾

گواھی اپنے باوا کی تو مانو

اب ہم عباسی کے امامِ برحق ابنِ تیمیہ کی چند تحریریں پیش کرتے ہیں جن سے ثابت ہو جائے گا کہ جاہل لوگ پہلے بھی یزید بن ابوسفیان اور یزید بن معاویہ کے نام ایک جیسے ہونے کی وجہ سے دھوکا دیا کرتے تھے اور دھوکا کھایا بھی کرتے تھے۔

مگر اس سے عباسی کا دھوکا کھا جانا ثابت نہیں کیا جا سکے گا۔ کیونکہ اس نے دھوکا کھایا نہیں بلکہ مبیّنہ طور پر دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔

اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ یقینی طور پر کتاب الزہد کی اصل عبارت پیش کرتا۔ کیونکہ وہ اپنا استدلال پوری کتاب میں عربی متن کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ عبارات کانٹ چھانٹ کر لکھی گئی ہوں۔ بہر حال اس مسئلہ میں ابنِ تیمیہ سے مُلاقات کریں۔

لکھا ہے کہ !

یزید بن ابوسفیان شام کو فتح کرنے والے اُمرا سے ایک ہیں۔ اور بہترین صحابہ میں سے تھے۔ اور وہ صالح شخص تھے اور اپنے بھائی ؓ امیر معاویہ ؓ اور اپنے باپ ؓ ابوسفیان ؓ سے افضل تھے۔

اور وہ یزید بن معاویہ نہیں جو امیر معاویہ کے بعد ان کا ولی عہد ہوا۔ کیونکہ حضرت عثمان کی خلافت کے زمانہ میں پیدا ہوا اور ہرگز صحابہ میں

سے نہیں تھا۔ چونکہ اس کا نام اپنے اپنے چچا کے نام پر تھا لہٰذا جاہلوں کے ٹولے نے یہ گمان کرلیا کہ یہ یزید صحابہ سے ہے۔

پھر آگے چل کر لکھا ہے کہ یزید کا جو چچا یزید تھا وہ صالح شخص تھا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عہد میں فوت ہوا۔ متن ملاحظہ ہو۔

كان قد ولى اخاه يزيد بن ابى سفيان احد الا مراء فى فتح الشام وكان من خيار الصحابة رجلاً صالحاً افضل من اخيه وابيه ليس هو يزيد بن معاوية الذى تولى بعد معاوية الخلافة فان ذاك ولا فى خلافة عثمان لم يكن من الصحابة ولكن سمى باسم عمه فطائفة لجهال يظنون يزيد هذا من الصحابة الخ وعمه يزيد الرجل الصالح هو من الصحابة توفى فى خلافة عمر

﴿منہاج السنۃ جلد چہارم ص ۱۷۹﴾

پھر ابن تیمیہ نے اس امر کی وضاحت اس طرح کی ہے کہ!

معاویہ کا بھائی یزید اس سے افضل ہے اور بعض جہلا کا خیال ہے کہ یہ یزید ہے جو معاویہ کے بعد ولی عہد ہوا تھا اور جس کے زمانہ میں ﴿امام﴾ حسین علیہ السلام کو شہید کیا گیا اور گمان کر لیا کہ یہ صحابہ سے ہے یہ واضح جہالت ہے یہ یزید خلافت عثمان میں پیدا ہوا مگر جو اس کا چچا یزید تھا وہ صالح شخص تھا۔

**واخوہ یزید افضل منہ وبعض الجهال ان یز
ید هذا هو یزید بن معاویة من الصحابة وهذا
اجهل ظاهر فان یزید بن معاویة ولد فی خلا
فة عثمان واما یزید هذا عمه فرجل صالح**

﴿منہاج السنۃ جلد دوم ص ۲۱۷﴾

امامت یزید کی

اب آپ یزید کو خلیفہ راشد اور صحابہ کرام کا امام و رہبر کہنے والوں اور اس کی آمرانہ حکومت کو خلافت راشدہ کے نام سے موسوم کرنے والوں کے متعلق ابن تیمیہ کا ہی ایک اور فتویٰ ملاحظہ فرمائیں لکھا ہے !

علمائے اہل سنت ہرگز یہ اعتقاد نہیں رکھتے کہ یزید کی مثال خلفائے راشدین اور ائمہ ہدائت سے دی جائے جیسا کہ ابوبکر و عمر اور عثمان و علی رضی اللہ عنہم ہیں بلکہ اہل سنت کا عقیدہ اس حدیث پر ہے کہ خلافت بالنبوت تیس سال کے عرصہ تک کے لئے ہے اس کے بعد ملوکیت ہے اور امامت یزید کے متعلق ان کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ جمہور مسلمانوں کا بادشاہ تھا اور ان کے زمانہ میں ان کا صاحب تلوار خلیفہ تھا اور اس کی مثال وہی ہے جو خلفائے بنوامیہ اور خلفائے بنوعباس کی ہے۔

متن ملاحظہ ہو۔

واما علماء السنة الذین لهم قول یحکی فلیس

فيهم من يعتد ان يزيد وامثا له من الخلفاء الر شيدين والائمة المهتدين کا بی بکر و عمر و عمان و على رضى الله عنهم بل اهل السنة يقولون با لحديث الذی فی السنن خلا فة با لنبوة ثلا ثون سنة ثم تصير ملكا وان أراد اعتقاد هم اما مة يزيد انهم يعتقد ون ان ملك جمهور المسلمين وخليقهم فی زما نهم صا حب السيف كما كان امثاله من خلفاء بنی امية و بنی العباس.

﴿منہاج السنۃ جلد دوم ص ۲۳۸﴾

اس تک جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ ایک ایسے شخص کے تاثرات ہیں جس نے اپنی ہزاروں صفحات کی کتاب محض شان اہل بیت میں آنے والی روائت کو واہی اور لغو ثابت کرنے اور ہر ممکن حد تک یزید وغیرہ کی حمائت میں تیار کر رکھی ہے۔

مگر موجودہ دور کے خارجیوں نے تو اس کی بھی ٹانگ توڑ کر رکھ دی ہے اور ایسی ایسی تحقیقی بوقلمونیاں اور تاریخی کذب سرائیاں کی ہیں کہ ان کے اس امام کو بھی پسینہ آ گیا جس کی تحریروں نے انہیں اس طرف متوجہ کیا کہ خاندان مصطفٰی سے دشمنی رکھنے کا جواز بھی موجود ہے۔

بہر حال ابن تیمیہ کا یہ بیان اس کے ہونہار روحانی شاگردوں

کے منہ پر ایک گرماگرم چپت سے کسی طرح کم نہیں جو اپنے استاد کے بھی
کان کترتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں کہ یزید خلیفہ
راشد صحابیہ کا امام صحابہ کی آنکھ کا تارا خیر التابعین سنت فاروقی کا پیروکار سادہ
زندگی بسر کرنے والا عابد و زاہد نہایت صالح اور پرہیزگار متقی محدث اور
مجاہد اعظم تھا وغیرہ وغیرہ۔

اور اس کی خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت کی مثال
ہی نہیں بلکہ اس سے بدرجہا بہتر تھی ۔

حالانکہ ان کا امام اول و آخر ابن تیمیہ ایک لمحہ کے لئے بھی یہ ماننے
کے لئے تیار نہیں کہ اس کی خلافت کی مثال حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم
سے دی جائے اور اس کی خلافت کو خلافت راشدہ کے نام سے موسوم کیا
جائے کیونکہ حضرت علی کی خلافت خلافت علیٰ منہاج نبوت ہے جبکہ یزید کا
دور حکومت بنو امیہ اور بنو عباس کی خلافت کی طرز کا ہے اور ابن تیمیہ نے یہ
بھی بتا دیا ہے کہ یزید کی خلافت کی مثال خلافتِ راشدہ کے ساتھ علمائے
اسلام میں سے کسی نے بھی نہیں دی اور یہ بھی ثابت کیا ہے کہ وہ یزید جو اس
یزید کا چچا ہے وہ صالح اور پرہیزگار ہے وہ نہیں اور اس کے برعکس جو کچھ بھی
یزید کی شان بیان کی جاتا ہے وہ جاہلوں کے ٹولے کی اختراع ہے۔

بلکہ ابن تیمیہ نے تو یہاں تک بھی لکھ دیا ہے کہ یزید پر اس طرح
لعنت کی جا سکتی ہے کہ نہیں جس طرح مختار ثقفی اور حجاج بن یوسف وغیرہ

کے متعلق کہا جاتا ہے اور اعتراف کیا ہے کہ وہ ان دونوں سے اچھا تھا اور حجاج بن یوسف سے کم ظالم تھا مگر تھا اسی ٹولے کا۔

مگر ہمارے دور کے ابن تیمیہ نواز اور یزید پلید کے میر منشی اس حد تک تجاوز کر چکے ہیں کہ اسی یزید پلید کو پیدائشی جنتی اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا امام اور امیر ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ان لوگوں کے دل میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی کیا عزت ہے اور ان کی نگاہوں میں اس مقدس طائفہ کا کیا مقام ہے جسے محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیضان نبوت سے فیض یاب فرمایا تھا۔

جو ایک ایسے شخص کو جس کا ظلم وستم اور فسق وفجور اظہر من الشمس ہے ان لوگوں کا ماما بنانے کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔

بیعت خلافت اور اطاعت امیر

عباسی وغیرہ نے سینکڑوں صفحات اس مسئلہ کی وضاحت میں بھی سیاہ کر رکھے ہیں کہ یزید خلیفہ برحق تھا اور اس کی اطاعت امام حسین علیہ السلام کے لئے ضروری تھی۔ اور اس کے خلاف امام حسین علیہ اسلام کا خروج خلیفۂ وقت سے بغاوت اور اسلام میں انتشار وافتراق کا موجب تھا۔

اور اس مفروضہ کے سہارے امام حسین علیہ السلام کی شانِ اقدس میں ان لوگوں نے کسی بڑی سے بڑی گستاخی سے بھی گریز نہیں کیا۔

ہم اس ضمن میں متعدد دلائل آئندہ باب تصویر حسین میں پیش کریں گے اور ثابت کریں گے کہ عباسی وغیرہ کا یہ مفروضہ کہ بعیت یزید نہ کرنے کی وجہ سے امامِ حسینؑ خلافتِ اسلامیہ کے باغی تھے۔ غلط بھی ہے اور حقیقت کے خلاف بھی۔

اور یہاں پر بھی چند باتیں ہدیۂ قارئین کرتے ہیں جن سے ثابت ہو جائے گا کہ یزید کی اطاعت کرنا ضروری تھا یا اس کے پنجۂ استبداد سے اسلام کی پھڑکتی ہوئی روح کو آزاد کرانا ضروری تھا۔

اس سے پہلے کہ ہم اپنا موقف پیش کریں۔ عباسی کے چند بنیادی دلائل آپ کے سامنے دوبارہ لائے جاتے ہیں تا کہ ہر بات آسانی سے سمجھ آ جائے۔

چنانچہ ان لوگوں کی وہ عبارتیں پیشِ خدمت ہیں جن کی رُو سے یزید خلیفۂ برحق اور امام حسین علیہ السلام باغی قرار پاتے ہیں۔۔ عباسی نے لکھا ہے !

سزا خروج کرنے والے کی

شوریٰ فی الامر سے مملکتِ اسلامیہ کی بنیادیں استوار ہوئیں۔ اللہ اور رسول کی اطاعت کے ساتھ ساتھ امیر ﴿ اولی الامر ﴾ کی اطاعت واجب کی گئی۔ فرمانِ ایزدی ہے

یا ایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم

بخاری شریف میں حضرت انس بن مالک سے روائت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ! حکم مانو اطاعت کرو خواہ تم پر ایک حبشی غلام جس کا سر کشمش جیسا ہو حاکم ہو جائے۔

صحیح مسلم میں بھی یہ فرمانِ نبوی موجود ہے کہ میرے خلیل نے مجھے وصیت فرمائی ہے کہ حکم مانو اور اطاعت کرو اگر چہ وہ (یعنی امیر) حبشی غلام ہو جس کے سر پر بال نہ ہوں۔

حضرت ابوذرؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان اس وقت لوگوں کے سامنے بیان کیا تھا جب مفسدین نے حضرت عثمان ذوالنورین کے خلاف فتنہ بپا کرنے کی ابتداء کی تھی۔

شارع علیہ السلام نے اُمت کو فتنہ وفساد سے محفوظ اور امتِ مسلمہ کے اتحاد کو اختلال و انتشار سے مصعون و مامون رکھنے کے لیے امیر المومنین کے خلاف خروج و مخالفت کی سخت ممانعت فرمائی ہے۔

حضرت ابنِ عباس روائت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا !

جو شخص امیر میں کوئی برائی دیکھے اور اُس سے ناگواری محسوس کرے تو اُسے صبر سے کام لینا چاہیے۔ کیونکہ جو شخص بالشت بھر جماعت سے باہر ہوا

اور مر گیا جاہلیت کی موت مرا۔

حضرت عرفجہؓ سے یہ قول مروی ہے کہ میں نے سے یہ قول مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد سنا ہے کہ عنقریب فتنے ہوں گے اور بڑے فتنے اگر کوئی اس امت کے سیاسی نظام میں اختلال پیدا کرنا چاہے اور امت متفق ہو چکی ہو۔ تو تلوار سے اس کی گردن اڑا دو خواہ کوئی ہو۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے اس مبحث پر دیگر متعدد اقوال نقل کر کے احکام شریعت کی ان الفاظ میں وضاحت کی ہے۔

چوں بیعت برائے شخصے منعقد شود و تسلط او
مستقر گشت اگر دیگرے بروئے خروج نماید و قتال کند
او را می باید کشت افضل باشد از دے یا مساوی یا
مفضول۔

﴿ازالۃ الخفاء ج ۱ ص ۱۳۸﴾

یعنی جب کسی شخص کی بیعت منعقد ہو جائے اور اسکی حکومت قائم ہو جائے پھر اگر کوئی دوسرا شخص اس پر خروج کرے اور اس سے قتال کرے تو چاہئے کہ اس دوسرے کو قتل کر دیں خواہ وہ افضل ہو مساوی یا کم تر۔

حضرت ابوسعید خدری سے روائت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر دو خلفاء کے لئے بیعت ہو جائے تو ان میں سے آخری شخص کو قتل کر دو۔

شارع علیہ السلام کے ارشادات سے بخوبی واضح ہے کہ جب کسی شخص کو امت پر اپنا حاکم اور امیر تسلیم کر لے یعنی بھاری اکثریت کا تعاون اس کو حاصل ہو جائے اس حقوق کی پاسداری اور اطاعت واجب ہو جاتی ہے سوائے کفر بواح (ارتداد) کے اور کسی صورت میں اس کے خلاف خروج جائز نہیں۔

حضرت جنادہ بن امیہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ عبادہ بن صامت کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے طلب فرما کر ہم سے جن امور پر بیعت لی اس میں امیر کی بات سننا اور اس کی اطاعت کرنا بھی تھا اگرچہ وہ ہمیں پسند ہوں یا نہ ہوں اس پر عمل ضروری ہے اور اس کے لئے ہمیں کچھ بھی قربان کرنا کیوں نہ پڑے اور یہ حکومت کے بارے میں سر اقتداء شخص سے ہم جھگڑا نہ کریں جب تک کہ اس سے کھلا کفر ظاہر نہ ہو جو اس کے خلاف خروج کو جائز کر دے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی قطعی دلیل موجود ہو۔

مسلمانان عالم کی عظیم ترین اکثریت امام اعظم ابوحنیفہ کے اجتہاد و مذہب پر رہی ہے اور اس اکثریت اور سواد اعظم کا اپنے امام کی پیروی میں ہمیشہ یہی نظریہ ہے کہ **لا نری الخروج علی الائمۃ ولو جاروا** یعنی ہم حاکمان وقت کے خلاف خروج کو جائز نہیں سمجھتے اگرچہ وہ ظلم کریں یہی اجتہاد اور مذہب تمام آئمہ مجتہدین کا ہے امام مالکؒ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ بن

حنبل کا بھی یہی مسلک تھا جو ان بزرگوں کے عمل سے بخوبی واضح ہے اور امام ابن تیمیہ نے اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا اہل سُنت کے مذہب و مسلک میں یہ بات مشہور ہے کہ حاکمان وقت کے خلاف خروج کرنے اور ان کے مقابلہ میں تلوار اٹھانے کو جائز نہیں سمجھتے اگرچہ ظلم کریں۔

اور اس پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے احادیث صحیحہ مستفیضہ دلالت کرتی ہیں کیوں کے حاکمان وقت سے جنگ و جدل کرنے کا فساد و فتنہ اس فساد سے کہیں بڑھ کر ہے جو بغیر قتال کے ان کے ظلم کی وجہ سے پیدا ہو۔

امام احمد حنبل امام شافعی کے شاگرد تھے اور وہ امام مالک کے۔ امام احمد کے مندرجہ ذیل قول سے ان شیوخ کے مسلک کی بھی تشریح ہو جاتی ہے۔ اور اس طرح جملہ ائمہ اہلِ سُنت والجماعت کا مسلک ہویدا ہوتا ہے۔ امام محمدؒ خلفاء کی اطاعت کے وجوب اور ان کے خلاف کروج کی ممانعت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ :۔ امام وقت اور خلیفہ قائم کی اطاعت خواہ وہ فاسق وفاجر ہو یا نیکوکار اور پرہیزگار واجب ہے وہ جب مسند خلافت پر اس طرح متمکن ہوا ہو کہ لوگ اس کی امامت پر جمع ہو گئے ہوں اور اس سے راضی ہوں یا بزور شمشیر وہ خلیفہ بن بیٹھا ہو اور لوگ اسے امیر المومنین کہنے لگے ہوں کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ وہ ان آئمہ خلفاء پر طعن کرے یا اس بارے میں منازعت کرے جس نے امام المسلمین کے خلاف

خروج کیا ہو جس پر لوگ جمع ہو گئے ہوں اور جس کی خلافت ماننے لگے ہوں خواہ یہ اقرار برضا و رغبت ہو یا بہ جبر و اکراہ تو اس شخص نے مسلمانوں کی قوت کو پارہ کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آثار کے خلاف کیا اور اس خروج کی حالت میں اس کی موت واقع ہوئی تو یہ شخص جاہلیت کی موت مرا۔

﴿حیات احمد بن حنبل ص ۲۴۶" مناقب ابن الجوزی﴾

حضرت حسین علیہ السلام کی یہ سعادت کبریٰ ہے کہ آپ نے رجوع کر کے خروج عن الجماعت کے شر سے اپنے آپ کو بچا لیا۔

﴿خلافت معاویہ و یزید ص ۷۷ تا ۸۳﴾

اگر یہ درست ہے

یزید پلید کے اس دور کے سب سے بڑے وکیل ناصحمود عباسی کی طویل ترین عبارت قارئین کی خدمت میں من و عن پیش کر دی گئی ہے۔ تمام تر استدلال پیش کرنے کے بعد عباسی نے یہ ایک جملہ بھی لکھ دیا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے آخر پر اپنے موقف سے رجوع کر کے خود کو جماعت سے نکل جانے کے شر سے بچا لیا اور یہ ان کی عظیم سعادت ہے۔

اور اس رجوع کے بارے میں اس نے یہ روایت پیش کی ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے یزیدی فوجوں کو کہا تھا کہ میرے ساتھ لڑائی نہ کرو

مجھے یزید کے پاس بھیج دو تا کہ میں اس کی بیعت کرلوں۔

﴿خلافت معاویہ ویزید ص ۲۰۴﴾

عباسی کی اب تک پیش کی بحث کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ

حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق امام حسین علیہ السلام کا یزید کے خلاف خروج ناجائز تھا امت مسلمہ میں شر انگیز اور فتنہ خیزی کے مترادف تھا اور ایسا جرم تھا جس کی سزا گردن اڑا دینا ہے اور اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔

اور یہی عقیدہ ائمہ مذاہب امام اعظمؒ امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمد بن حنبلؒ اور امام اعظم کے شاگرد امام محمد رضی اللہ عنہم اجمعین کا ہے اور یہی بات ابن تیمیہ اور شاہ ولی اللہ نے کہی ہے مگر ہوا یہ کہ امام حسین علیہ السلام نے بجائے تخت خلافت ملنے کے جب موت کو سر پر مسلط دیکھا تو امام وقت یزید کی بیعت کیلئے اظہار رضامندی کر دیا۔

اگر عباسی نے یہی بات لوگوں کو بتانا تھی تو اس کے لیے صرف یہی مضمون کافی تھا۔ جو ہم نے اس کی کتاب کے صرف چھ صفحات سے نقل کیا ہے۔

مگر ہوا یہ کہ اس نے بجائے چھ صفحات کے چھ صد صفحات کے قریب لکھ مارے۔

ہم پوچھتے ہیں کہ اگر تمہاری ریسرچ کے مطابق امام حسین علیہ السلام نے اپنے باغیانہ خروج سے رجوع کر لیا تھا تو پھر اُن کی شان میں گستاخیاں کرنے کے لیے سینکڑوں صفحات سیاہ کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی۔ یہ کہہ دینا ہی کافی نہ تھا کہ اگر یزید فاسق و فاجر ثابت ہو جائے تو جب بھی امام حسین علیہ السلام کو اُس کے خلاف خروج نہیں کرنا چاہیے تھا۔

مگر تم نے تو یزید پلید کی شان میں وہ روایات بھی درج کر رکھی ہیں جو جلیل القدر صحابہ کے حق میں آئی ہیں۔ اور اُس کی شان و عظمت میں وہ قصیدے لکھے ہیں جو تم جیسوں نے کسی صحابی کے لیے بھی نہیں لکھے۔

<u>حقیقت</u> یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام کا یزید کی بیعت کو قبول کر لینے کا شوشہ بھی تم نے محض اس لیے چھوڑا ہے کہ شہزادۂ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عظمت اور سربلندی پر اپنا آخری مکروہ وار بھی کر لو۔

ورنہ تم نے تو ہر وہ روائت جو فتنہ گروں اور باغیوں کے متعلق آئی ہے امام عالی مقام پر براہِ راست چسپاں کر رکھی ہے۔ اور اس کا تم متعدد مقامات پر اپنی کتاب میں اظہار کر چکے ہو اور پھر سادات بنو اُمیہ جیسی رسوائے عالم کتاب جس پر تم نے مُہرِ تقریظ ثبت کر رکھی ہے اس میں ان تمام تر روایات کا مصداق امام حسین کو ہی ثابت کیا گیا ہے۔ جنہیں ہم بابِ اوّل میں پیش کر چکے ہیں۔

بہر حال تمہاری اس بات کو ہی تمہارا عقیدہ متصور کر لیا جائے تو جب بھی زیادہ سے زیادہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام اگر بیعتِ یزید قبول نہ کرتے تو آپ بہت بڑے فتنہ گروں ، فسادیوں اور واجب القتل لوگوں سے ہوتے۔ ان کی موت جاہلیت کی موت ہوتی اور اُن کی سزا جہنم ہوتی۔ **معاذ اللہ**

اور ہم تمہاری اطلاع کے لیے بتائے دیتے ہیں کہ شہزادۂ گلگوں قباء نواسۂ رسول سیّدنا امام حسین علیہ السلام نے ہرگز ہرگز ملعون و مقہور یزید پلید لعنۃ اللہ علیہ کی بیعت قبول کر لینے کا ارشاد نہیں فرمایا اور تم لوگ قیامت تک کسی معتبر کتاب سے یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ آپؑ نے بیعتِ یزید کر لینے کا ارشاد فرمایا ہے۔

اس کے متعلق ہم آئندہ اوراق میں بڑی وضاحت سے بتائیں گے کہ یہ شوشہ تم نے کیسے اور کہاں سے حاصل کیا اور اس کی تاریخی اور شرعی حیثیت کیا ہے۔

اب جبکہ یہ قطعی طور پر آخری بات ہے کہ امام عالی مقام نے بیعتِ یزید قبول نہیں کی تو پھر ظاہر ہے کہ آپ اُن تمام تر شرعی تعزیرات کے مستحق ہیں جو تم ایک باغی امامت کے لیے احادیثِ رسول اور ائمہ کے اقوال کی صورت میں پیش کر چکے ہو۔

اگر امام حسین کا خروج غیر شرعی تھا

اب دیکھنا یہ ہے کہ اگر تمہارے زعم میں امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کا خروج غیر شرعی تھا اور منشائے رسالت کے خلاف ہے تو اُن روایات کا کیا بنے گا جن میں حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امامِ حسین کو جنّت کے جوانوں کا سردار اور اپنا پھول کہا ہے۔ اور یہ تک فرما رکھا ہے کہ میں حسین سے ہوں اور حسین مُجھ سے ہے وغیرہ وغیرہ

اور اگر یہ درست ہے کہ امام حُسین علیہ السلام خلافت اسلامیہ کے باغی تھے اور یزید کے خلاف خروج ناجائز تھا

تو امامِ اعظمؒ نے یزید کے اسلام کے بارے میں سکوت کیوں فرمایا۔ ؟

امام احمد بن حنبلؒ نے اُسے کافر اور لعنتی کیوں قرار دیا ؟

امام شافعیؒ نے امام حسین علیہ السلام اور تمام اہلِ بیت کے قصیدے کیوں لکھے ؟

امام مالکؒ نے امام حسین کی شان میں روایات کیوں بیان کیں اور امام محمد نے اپنے استاذِ مکرم کی تقلید میں یزید کے ایمان میں توقف کیوں کیا ؟

تُم نے ائمۂ اسلام کے اسمائے گرامی تو استعمال کر لیے کاش اُن کا

عقیدہ بھی لکھ دیتے۔ وہ عقیدہ جو وہ امام حسین علیہ السلام اور یزید کے بارہ میں وہ رکھتے ہیں۔

ہم تجھے آئندہ اوراق میں بتائیں گے کہ سیّدنا امام اعظمؒ نے ایسے ہی ایک خلیفہ کے خلاف خروج کو حج کے ثواب سے افضل قرار دیا تھا۔ اور دیگر ائمہ کرام کی تحریروں سے امام حسین علیہ السلام اور یزید کا تعارف پیش کریں گے۔ اور واقعہ کربلا کی شرعی حیثیت بھی پیش کریں گے۔

فالحال تم اپنے امامِ برحق ابنِ تیمیہ کی چند تحریریں ملاحظہ کرو جن سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے۔

کہ امام علیہ السلام کا یزید کی خلافت کو تسلیم نہ کرنا امّت کے لیے ہر گز افتراق و انتشار نہیں اور ان میں سے کوئی ایک روایت بھی امام حسین علیہ السلام پر چسپاں نہیں ہو سکتی جن میں امیر اور خلیفہ کے خلاف خروج کرنے والے باغیوں کی مذمّت کی گئی ہے۔

اور تمہاری اس بددیانتی سے بھی قارئین کو آگاہ کر دیتے ہیں کہ تم نے منہاج السنّۃ کی جس عبارت کو اپنے حق میں پیش کیا ہے اسی عبارت کا وہ حصہ قلم انداز کر گئے ہو جس میں بتایا گیا ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے اُمت میں تفرقہ اندازی نہیں کی اور ان روایات کا آپ کی ذات پر اطلاق نہیں ہوتا اور تم نے اپنی اس بے ایمانی پر پردہ ڈالنے کے لیے کتاب کا صفحہ وغیرہ بھی نہیں لکھا۔

ابن تیمیہ
بھی
شیعہ ہو گیا

بہر حال تمہاری پیش کردہ روایات نقل کرنے کے بعد تمہارا امام اول وآخر اعتراف کرتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام پر ان کا اطلاق نہیں ہوتا اور یہی اہل سنت کا عقیدہ ہے۔

اس کے برعکس جو لوگ ان روایات کا اطلاق امام حسین پر کرتے ہیں وہ ناصبی ہیں اور گمراہ ہیں اور امام حسین علیہ السلام نے ہرگز ہرگز امت میں تفرقہ نہیں ڈالا بلکہ آپ مظلوم ہیں اور آپ کو ظلم سے شہید کیے گئے ہیں۔

چنانچہ ابن تیمیہ نے لکھا ھے

حسین (علیہ السلام) کو ظلم سے شہید کیا گیا ہے اور ان کے متعلق لوگوں میں تین گروہ ہیں۔

ایک تو وہ جو کہتا ہے قتل حسین حق ہے اور وہ اس روایت سے احتجاج کرتا ہے۔

کہ جب فرد واحد کو تم امیر بنا لو اور پھر کوئی تمہاری جماعت میں تفرقہ ڈالے تو اس کی گردن اڑا دو خواہ وہ کوئی بھی ہو اور اس گروہ اول کا ابطلان ظاہر ہے

اھل سنت کا عقیدہ یہ ھے

اور اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ آپ کو ظلماً شہید کیا گیا

فقتل الحسین شهیدا مظلوما وصار الناس

في قتله ثلاثة احزاب حزب يرون انه قتل بحق ويحتجون بما في الصحيح عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم انه قال من جائكم وامرئكم على رجل واحد يريدان يفرق بين جماعتكم فاضربوا عنقه بالسيف كائنا من كان الخ (وظهره بطلان قول الحزب الاول وهم اهل السنة والجماعت يرونه انه قتل مظلوما شهيدا

﴿منہاج السنۃ جلد چہارم ص ۱۸۱﴾

امام حسین کا قتل جرم عظیم ھے

اور پھر ابن تیمیہ نے تو یہ بھی لکھا ہے کہ امام حسین علیہ السلام کا بلاشبہ مظلومیت کا قتل ہے جیسے کہ دوسرے مظلوم شہید ہوئے اور قتل حسین علیہ السلام اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک جرم و معصیت ہے۔

اور قاتلوں کی امداد کرنا اور ان کی معصیت پر خوش ہونا گناہ ہے ان کی شہادت برحق اور ان کی شان عظیم اور درجات بلند ہیں اور قتل حسین جرم عظیم ہے۔

اور آپ کو شہید کرنے والے اور آپ کی شہادت پر خوش ہونے والے مستحق عذاب ہیں اور امام حسین علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کے دنیا میں پھول ہیں۔

یزید کی ابن زیاد پر لعنت

اور یہ بھی لکھا ہے کہ جب قتل حسین کی خبر یزید کو پہنچی تو اس نے عبید اللہ بن زیاد پر لعنت بھیجی اور کہا کہ اگر میرے اور امام حسین کے درمیان معاملہ ہوتا تو آپ کو شہید نہ کیا جاتا ان واقعات کا واضح عربی متن یہ ہے

واما مقتل الحسين رضى الله عنه فلا ريب انه قتل مظلوما شهيد كما قتل اشباهه المظلو مين الشهدا وقتل الحسين معصية لله ورسوله ممن قتله أدأعان على قتله ادرضى بذالك مصيبة اصيب بها المسلمون من اهله وغير اهله وهو حقه شهادة له ورفع درجة وعلو منزلة

(منہاج السنۃ جلد دوم ص ۲۴۸)

عن ابى نعيم قال سمعت ابن عمر وساله رجل عن المحرم يقتل الذباب وقد قتلتم ابن بنت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وقال النبى صلى الله عليه وآله وسلم هما ريحانت ى من الدنيا

(منہاج السنۃ جلد دوم ص ۲۴۹)

حتى قتل مظلوم شهيدا رضى الله عنه وان

خبر قتلہ لما بلغ یزید واھلہ سبائھم ذالک وبکوا علی قتلہ وقال یزید لعن اللہ ابن مرجانہ یعنی عبید اللہ بن زیاد اما واللہ لو کان بینہ وبین الحسین لمہ قتلہ

(منہاج السنۃ جلد دوم ص ۲۴۹)

فلا ریب ان قتل الحسین من اعظم الذنوب وان فاعل ذالک والراضی بہ والمعین علیہ مستحق لعقاب اللہ یستحقہ امثالہ

(منہاج السنۃ جلد دوم ص ۲۴۹)

قاتلین حسین لعنتی ہیں

ابن تیمیہ کی ان عبارات سے قطع طور پر واضح ہو جاتا ہے کہ آپ کے قاتل پر لعنت جائز ہے۔

اور یزید نے ابن زیاد پر لعنت کی کہ اس نے یہ ظلم کیوں کیا اور آپ کے قتل پر امداد دینے والے اور آپ کی مصیبت پر خوش ہونے والے مستحق عذاب ہیں اور اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ آپ مظلوم اور شہید ہیں خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک ان کو اور ان کی اہل بیت کو شہید کرنا بہت بڑا جرم ہے اور آپ کی شہادت درجات رفیعہ اور مراتب میں بلندی کا باعث ہے اور آپ کے قاتلوں پر معین کر کے لعنت جائز ہے وغیرہ وغیرہ۔

اگر ابن تیمیہ کی یہ عبارات درست ہیں تو پھر عباسی وغیرہ میں شرم و حیا کا کوئی شائبہ موجود ہے تو انہیں چلو بھر پانی میں ناک ڈبو کر مر جانا چاہیے تا کہ خس کم اور جہاں پاک ہو جائے۔

قارئین اندازہ فرمائیں کہ جس ہستی کے قاتل مستحق عذاب اور لعنی قرار پاتے ہیں۔ ان کو ان لوگوں میں کیسے شمار کیا جا سکتا ہے جنکو خلیفہ ءوقت کے خلاف خروج کرنے کے جرم میں قتل کر دینا ضروری قرار دیا گیا ہے۔

اگر یزید کی امارت متفقہ علیہ ہوتی تو یقیناً امام حسین علیہ السلام کو قتل کر دینا جائز قرار پاتا۔ مگر یہاں تو ان دریدہ ذہن نام نہاد محققین کے گرد گھنٹاں نے یہ فیصلہ دے دیا ہے کہ امام حسین علیہ السلام ہرگز قتل کیئے جانے کے مستحق نہیں تھے۔ بلکہ آپ کو ظلماً شہید کیا گیا ہے اور آپ کے قاتل مستحق عذاب ولعنتِ خداوندی ہیں۔

عباسی نے یہ بھی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے ساتھیوں نے پہلے یزید کے لشکر پر حملہ کیا تھا۔ اور پھر انہوں نے مدافعت کے طور پر قتل کر دیا اور سالار لشکر عمرو بن سعد کا اس میں کچھ قصور نہیں۔ بلکہ وہ بھی یزید ہی کی طرح بڑا صالح پرہیزگار اور متقی تھا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی تھا۔ اور آپ کے وصال کے وقت اس کی عمر سن تمیز کی تھی جبکہ امام حسین علیہ السلام کی عمر اس وقت تین یا چار سال کی تھی۔ اور آپ کا سن ہرگز سن تمیز نہ تھا۔

نیز یہ کہ کربلا میں جو کچھ بھی ظہور میں آیا اس کی تمام تر ذمہ داری امام حسین علیہ السلام کے ساتھیوں اور پسران عقیل پر ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ اگر یہ درست ہے کہ امام حسین علیہ السلام کے

ساتھیوں نے جنگ کی ابتداء کی تو پھر انہیں ابن تیمیہ مظلوم شہید کا خطاب کس طرح دے رہا ہے اور ان کے قاتلوں کو مستحق عقاب وعذاب کیوں قرار دیتا ہے۔

تم کہتے ہو عمرو بن سعد بے قصور ہے۔اس نے مجبوراً یہ اقدام کیا وہ صحابی بھی تھا وغیرہ وغیرہ مگر تمہارے باداجان ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ قتل حسین کا ذمہ دار یزید نہیں بلکہ عمرو بن سعد ہے۔اور تم ابن سعد کو صحابی زادہ ثابت کر کے ان تمام لوگوں کو شیعہ قرار دیتے ہو جو عمرو بن سعد کی داستان ظلم وستم بیان کرتے ہیں۔ابن تیمیہ نے یزید کی بریت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ لوگوں میں یہ بات متفق علیہ ہے کہ امیر معاویہ نے یزید کو امام حسین علیہ السلام کے ساتھ رعائت کرنے اور ان کی تعظیم وتوقی کرنے کی وعئیت کی تھی اور کربلا میں امام حسین علیہ السلام کو شہید کرنے والے لشکر کا سردار عمرو بن سعد تھا۔

وفقد اتفق الناس علی معاویة رضی الله تعالیٰ عنه یزید برعائة حق الحسین وتعظیم قدره وعمرو بن سعد کان هو امیر السریة التی قتلت الحسین

﴿منھاج السنۃ جلد دوم ص ۲۲۶﴾

عمرو ابن سعد کی صحابیت کے بارے میں تو ہم آئندہ اوراق میں وضاحت

کریں گے تاکہ عباسی وغیرہ کو اپنے امام کی بات مان لینے میں زیادہ قامل نہ ہو۔۔۔ملاخطہ ہو!

(1) حافظ عبد الغنی مقدمیٰ نے کہا ہے کہ امام حسین علیہ السلام ہجرت کے چوتھے سال پیدا ہوئے۔

(2) اور حسن حسین علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے وقت چھوٹے تھے مگر ان کا سن تمیز تھا اور ان سے قلیل روایات مروی ہیں عربی متن یہ ہے،

(1)

قال الحا فظ عبدالغنی المقد مئی ولد الحسن سنة ثلاث من الهجرة فی نصف من شهر رمضا ن هذا اصح ما قیل فیه ولدا الحسین تخمس خلون من شعبا ن سنة اربع من الهجرة

﴿منہاج السنۃ جلد اول ص ۲۵۱﴾

(2)

واما الحسن والحسین فمات النبی صلی الله علیه وآله وسلم وهما صغیران فی سن التمیز فروایتها عن النبی صلی الله علیه وآله وسلم قلیلا

﴿منہاج السنۃ جلد اول ص ۱۳۰﴾

ان تمام تر شواہد کی موجودگی میں یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ موجودہ دور کے نام نہاد محققین نے اگر کسی شخص کو حق کو تسلیم کیا بھی ہے تو صرف اس حد تک کہ اسے کہاں اور کیسے استعمال کیا جا سکتا ہے۔

ورنہ سوا ان چند سر پھروں کے تمام دنیا یا تو رافضی اور غالی شیعہ ہے اور یا رافضیوں سے متاثر ہے۔ لے دے کے ایک ابن تیمیہ تھا۔ حالانکہ اس نے ان کی مطلب براری کے لئے اکاذیب واباطیل کے انبار لگا رکھے ہیں۔ لیکن وہ بھی پورے کا پورا ان کے نزدیک ثقہ معلوم نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ آس پر بھی خود کو فوقیت دینے کے جنون میں ایسی ایسی من گھڑت اور واہیات تا دیلیں پیش کرتے ہیں جو آج تک سوائے شدید خوارج اور انتہائی متعصب ناصبیوں کے کسی نے پیش نہیں کیں۔

بلکہ عباسی نے تو کچھ ایسے ہولناک اضافے اپنی طرف سے بھی کئے ہیں جن کی شان قطعی طور پر ناپید ہے۔ اگر اسی کا نام تحقیق ہے تو کار طفلاں تمام خواہد شد۔

بہر حال ہم یزید کی مزعومہ خلافت راشدہ اور امام حسین علیہ السلام کے (معاذ اللہ) غیر شرعی خروج کے بارے میں دیگر مباحث سے پہلے ابن تیمیہ ہی کی ایک فیصلہ کن عبارت پیش کرتے ہیں تا کہ اس کی روحانی اولاد کا منہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بند ہو جائے اور ذوق تحقیق کی تکمیل کے لئے اسے کسی اور موضوع سے رجوع کرنا پڑے۔

چنانچہ ابن تیمیہ نے لکھا ہے!

فیصلہ کن عبارت

ناصبیوں اک یہ زعم غلو پر مبنی ہے کہ حسین علیہ السلام کا قتل جائز تھا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم کسی کو امیر وحاکم تسلیم کرلو تو جو کوئی تمہاری جماعت میں پھوڑ ڈالنے کا ارادہ کرے تو اس کا سر قلم کردو۔ خواہ وہ کوئی ہو۔

اوہ اہلسنت والجماعت اس کو غلو اور زیادتی پر محمول کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امام حسین علیہ السلام کا قتل شہادت اور مظلومیت ہے اور آپ کو قتل کرنے والے ظالم ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وہ احادیث جن میں ہے کہ جماعت میں تفرقہ ڈالنے والے کو قتل کردو۔ حسین علیہ السلام پر چسپاں نہیں کی جاسکتیں۔ کیونکہ آپ نے ہرگز جماعت میں تفرقہ نہیں ڈالا۔

متن ملاحظہ ہو:۔

یغلو الناصبة الذین یزعمون ان الحسین کان خارجیا وانه کان یجوز قتله لقوله صلی الله علیه وآله وسلم من اتاکم وامرکم علی رجلی واحدیرید ان یفرق جماعتکم فاضربوا عنقه بالسیف کائنا من کان

رواہ مسلم

واهل السنة والجماعة يرؤون غلؤ هو لاء
ويقولون ان الحسين قتل مظلوما شهيدا
والذين قتلوه کا ن ظالمین معتدين و احا ديث
النبی صلی الله علیه وآله وسلم التی یا
مرفيها بقتل المفا ر ق للجماعة

﴿منہاج السنۃ جلد دوم ص ۵۲۶﴾

شاہ ولی اللہ سے زیا دتی

ابن تیمیہ کی ان واضح تصریحات کے بعد ہم عباسی کے دوسرے معتمد اور بزرگ شخصیت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی چند عبارات پیش خدمت کرتے ہیں کیونکہ عباسی نے اپنی کتاب کو ان کی کتاب ازالۃ الخفاء کی عبارتوں سے بھی مضبوط کرنیکی کوشش کی ہے۔ اگرچہ کتر و بیونت کرنے اور بد دیانتی کا رویہ یہاں بھی تبدیل نہیں کر سکا۔ بہر حال شاہ صاحب بھی اسی کتاب میں لکھتے ہیں کہ خلافت راشدہ کا پورے طور پر متمکن رہنا اصحاب ثلاثہ کے زمانہ تک ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم میں خلیفہ خلیفہ راشد کے تمام اوصاف موجود تھے لیکن آپ سے جنگ کرنے والوں نے پوری دنیائے اسلام میں خلافت کو متمکن نہ ہونے دیا۔

اس کے برعکس امیر معاویہ میں خلافت خاصہ کے لوزامات موجود

نہیں تھے اور نہ ہی وہ سوابق اسلامیہ رکھتے تھے۔ مگران کے زمانہ میں مسلمان ایک جگہ جمع ہو گئے اور خلافت خاصہ وراشدہ جس کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی تھی ختم ہو کر رہ گئی۔

چوں ماویہ بن ابوسفیان متمکن واتفاق ناس بروئے بحصول پیوست و فرقت جماعۃ مسلمین از میان برخاست وے سوابق اسلامیہ نداشت ولوازمِ خلافتِ خاصہ دروے متحقق نہ بود بعد ازاں بادشاہانِ دیگر دور ترافتادند کمالا یخفی پس خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بانقطاع خلافتِ خاصہ منتظمہ نافذہ ازیں جہت متحقق گشت۔

﴿ازالۃ الخفاء جلداول ص ۴۸۰﴾

ترجمہ!

جب معاویہ بن ابوسفیان متمکن ہوئے اور گولوگوں کا اتفاق اس کو حاصل ہو گیا اور مسلمانوں کی جماعت سے نا اتفاقی اُٹھ گئی مگر وہ سوابقِ اسلامیہ نہ رکھتے تھے۔ اور خلافتِ خاصہ کے لوازم اس میں نہ پائے جاتے تھے۔ اور اس کے بعد تو دیگر بادشاہ مرکزِ حق سے بہت دور رہے جیسا کہ پوشیدہ نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خلافت خاصہ کی جو خبر دی تھی وہ اس طرح ظاہر ہوئی۔

فتنوں کا آغاز

مندرجہ بالا عبارت سے قطعی طور پر واضح ہے کہ امیر معاویہ کی حکومت، ملوکیت تھی خلافتِ راشدہ نہیں تھی۔ چہ جائیکہ یزید پلید کو خلیفۂ راشد اور واجب الاتباع امام ثابت کیا جائے۔

بلکہ شاہ ولی اللہ یزید پلید کے دورِ حکومت کو اُن فتنوں کا دور قرار دیتے ہیں جن کی خبر امام الانبیاء و مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشگوئیوں کی صورت میں دے رکھی تھی۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں کہ امیر معاویہ کے بعد ان فتنوں کا آغاز ہوگیا۔

قال البغوی اراد بالفتنة اولی مقتل عثمان و با الثانية الحرہ

بغوی نے ان فتنوں کی شرح میں کہا کہ پہلا فتنہ قتل عثمان ہے اور دوسرا فتنہ واقعہ حرہ اور مزید لکھا ہے کہ پہلا فتنہ قتلِ عثمان اور دوسرا فتنہ معاویہ کی موت کے بعد شروع ہوا جو عبدالملک کی حکومت کے قائم ہونے تک رہا۔

کس کی اطاعت کی جائے

شاہ ولی اللہ کی مندرجہ بالا عبارت سے قطعی طور پر واضح ہے کہ امیر معاویہ کو بھی خلیفۂ راشد تسلیم نہیں کرتے۔ اور یزید کے دور کو تو قطعی طور پر فتنوں کا دور کہتے ہیں بلکہ حضرت عثمان کی شہادت کے بعد سب سے بڑا اور

دوسرا فتنہ یزید کے دور میں وقوع پذیر ہونے والا واقعہ حرہ کو قرار دیتے ہیں۔

علاوہ ازیں شاہ ولی اللہ نے اطاعتِ امیر کرنے اور امیر کے خلاف خروج نہ کرنے کی تمام تر روایات کو خلافتِ راشدہ کے حق میں بیان کیا ہے۔ چہ جائیکہ انہیں یزید پلید کی امارت کے لیے استعمال کیا جائے۔ بلکہ وہ وضاحت کرتے ہیں کہ جب غیر مستحق شخص مسلط ہو جائے تو اس کی اطاعت احکامِ شریعت میں واجب ہے نہ کہ خلاف شرع امور میں۔ چنانچہ انہوں نے لکھا ہے !

غیر مستحق خلافت چوں مسلط شود واجب است اطاعت
اوفیما وافق الشرع لا فیما خالفہ۔

﴿ازالۃ الخفاء ص ۵۳۱﴾

یہی نہیں بلکہ شاہ ولی اللہ تو اس ضمن میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث سے استنباط کرتے ہیں جس میں ہے کہ آپ نے فرمایا حاکمِ وقت کا حکم سُننا اور اطاعت کرنا ہر مرد پر واجب ہے۔ چاہے وہ پسند کرے یا ناپسند۔ تاوقتیکہ اس کو خُدا کی نافرمانی کے ساتھ حکم نہ کیا جائے۔ اور جب خُدا کی نافرمانی کا حکم کیا جائے تو اس وقت نہ اُس کا حکم سُننا واجب ہے اور نہ اُس کی اطاعت واجب ہے۔

ملاحظہ ہو حدیثِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بحوالہ ازالۃ الخفاء شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔

عن النبی صلی اللہ علیه وآله وسلم قال السمع والطاعة علی المرء المسلم فیما احب و کره مالم یومئر بمعصیة اذا امر بمعصیة فلا سمع ولا طاعة ومن حدیث، حدیث علی ان رسول اللہ صلی اللہ علیه وآله وسلم قال لا طاعة فی المعصیة انما الطاعة فیالمعروف۔

﴿ازالۃ الخفاء جلد اوّل ص ۵۳۲﴾

شاہ صاحب کی مندرجہ بالا تصریحات کی روشنی میں واضح ہو جاتا ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جن کی اطاعت واجب ہے۔ امراُن کے حکم کو سُننا ضروری ہے۔اور حاکم کی کس بات کو ماننا ضروری ہے اور کس سے انکار لازم ہے اور انہوں نے یہ بھی بتا دیا ہے کہ یزید کا دور حکم رشد وہدایت کا دور نہیں زبلکہ فتنوں اور ظلم وستم کا دور ہے اور یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ عباسی وغیرہ شاہ ولی اللہ دہلوی کی عبارتوں کو بھی قطع برید کرنے میں پیچھے نہیں رہے اور ان کے ساتھ بھی زیادتیاں کرنے میں مہارت تامہ کا ثبوت دیا ہے۔

غلط حاکم سے کیا سلوک ؟

بلکہ اسی ضمن میں شاہ ولی اللہ صاحب نے یہ حدیث بھی نقل کی ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں کہ رسول اکرم فرماتے ہیں تمہارے حاکم ہوں گے جن کے بعض امور تمہیں پسند ہوں گے اور بعض ناپسند۔ تو جس نے ان کاموں کو برا کہہ دیا وہ بری الذمہ ہو گیا اور جس نے دل سے برا جانا وہ بھی سلامت رہا مگر جو ان کاموں سے راضی ہوا اور پیروی کی وہ ہلاک ہوا۔ لوگوں نے عرض کی کہ ایسی صورت میں ایسے سرداروں کو قتل کر دیں تو آپ نے فرمایا جب تک وہ نماز پڑھتے ہیں قتل نہ کیا جائے۔

متن یہ ہے

من حدیث ام سلمة قالت قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم یکون علیکم امراء تعرفون وتنکرون فمن انکر فقد برئ کره فقد سلم ولکن من رضی وتابع قالو انقتلهم قال لا ما صلوا

﴿ ازالة الخفاء جلد اول ص ۵۳۳﴾

اور پھر فیصلہ کن حدیث بھی بیان کر دی کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ جو شخص جماعت سے جدا ہوا اور جماعت سے نکل گیا پھر وہ مر گیا تو وہ جاہلیت جیسی

موت مرا اور جو شخص میری امت پر تلوار سے لے اچھے اور بروں سب کو قتل کر نے لگا اور وہ نہ کسی مسلمان کے قتل سے پرہیز کرتا ہے اور نہ ذی عقل کے قتل سے تو وہ شخص میری امت سے نہیں۔

ومن حدیث ابی ہریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول من فارق الجماعۃ وخرج من الجماعۃ فمات فمیتۃ جاھلیۃ جاھلیت ومن خرج علی امتی بسفیہ یضرب برھا وفاجرھا لا یحاشی مومناً لا یمانہ ولا یفی لذمی عہد فلیس من امتی

﴿ازالۃ الخلفاء عت ص ۵۳۵﴾

شاہ ولی اللہ اس کے بعد کہتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں خلیفہ کے قول پر عمل کرنا شرعی دلیل تھا۔ مگر فتنہ کے زمانہ میں یہ بات نہ رہی اور پھر یہ حدیث بیان کی کہ ایسے لوگ پیدا ہوئے جو دوسروں کے کہتے تھے وہ کرتے نہ تھے۔ اور ایسے کام کرتے تھے جن سے انہیں شریعت نے جو زبان سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے اور جو دل سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے اور پھر اس کے بعد کا درجہ ان لوگوں کا ہے جن کے دل میں رائی برابر بھی ایمان ہے۔

امضائے قول خلیفہ در زمان سابق حجتے بود در ایام فتنہ ایں معنی منقطع شد۔

ثم انہا تخلف من بعدھم خلوف یقولون ما لا یفعلون ما لا یومت مرون فمن جاھدھم بیدہ.

فھو مو من ومن جھد بلسا نه فھو مو من و
جا ھدھم بقلبه فھو مو من و لیس راء ذالک
من الایمان حبۃ خردل ﴿رواہ مسلم﴾

﴿ازالۃ الخفاء اول صفحہ ۵۴۳﴾

اور پھر آگے چل کر شاہ ولی اللہ صاحب حضرت جریر صحابی کا یہ قول نقل فرماتے ہیں کہ جب مشاورت کے بجائے تلوار سے حکومت حاصل ہو نے لگے تو پھر خیر نہیں رہے گی۔

چناچہ وہ لکھتے ہیں کہ:۔

امام احمد نے حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس قصہ میں جب انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یمن کی طرف بھیجا تھا نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا پھر میں ذوعمرو سے ملا تو انہوں نے کہا اے جریر تم لوگ ہمیشہ خیر وفلاح کی طرف رہو گے مگر اس وقت تک جب تم ایک سردار کے فوت ہونے پر دوسرے کو مشورہ اور انتخاب سے سردار بناتے رہے۔ اور جب یہ حکومت تلوار کے زور سے ملنے لگی یعنی مشورہ اور انتخاب نہ رہے۔ تو تمہارا غصہ اور خوشی بادشاہوں کے غصے اور اور خوشی کے مثل ہوگا یعنی پھر خیر نہیں رہے گی۔

اخرج احمد عن جریر فی قصة بعث رسول
الله صلی الله علیه وآله وسلم ریاہ الی
الیمن حتي قال ثم لقیت ذا عمرو فقال لی یا

جریرا نکم لن تزا لؤ بخیر ما اذا ھلک امیر"
تا مر تم فی آخرو اذا کا نت با لسیف غضبتم
غضب الملوک ور ضیتم رضی الملوک
﴿ازا لۃ الحفاء جلد اول ص ۵۵۱﴾

ان تمام روائتوں کا ما حاصل سوائے اس کے کیا ہوسکتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن لوگوں کے خلاف آ واز اٹھانے اور مقابلہ میں آ نے سے روکا ہے یزید پلید ان کے زمرہ میں نہیں آ تا۔

کیونکہ احادیث مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متعدد نصوص سے یہ واضح ہے کہ جابر حاکم کے سامنے کلمۂ حق کہنا سب سے بڑا جہاد ہے اور یہ بھی ہے کہ برے حکام کے متعلق ہاتھ کی طاقت استعمال کرو اگر یہ قوت نہیں تو اس کے خلاف زبان کی قوت استعمال کرو اور اگر یہ بھی نہیں تو اس کو دل سے برا جانو اور اگر تم تیسرا درجہ کے لوگوں میں شامل نہیں تو بھی تمہارے دل میں برابر بھی ایمان نہیں۔

سیدنا حسین امام بھی اور شہید بھی

قارئین کرام یہ تمام روایات ملاحظہ فرما چکے ہیں اور اس کے لئے ہم نے براہ راست اسی کتاب کا انتخاب کیا ہے جس کے حوالہ سے عباسی وغیرہ نے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے ورنہ یہ تمام تر روایات کتب احادیث میں بھی موجود ہیں اور شاہ صاحب نے بھی انہیں حدیث کی معتبر

کتابوں سے ہی نقل کیا ہے اور اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۵۹۶ پر لکھتے ہیں کہ

دوسرا فتنہ چند حوادث پر مشتمل ہے جن میں ایک حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت ہے اور پھر آپ نے وہ حدیث نقل فرمائی ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امام عالی مقام کی شہادت کی پیشگوئی فرما رکھی ہے اور اس کے بعد واقعہ حرہ کے متعلق حضور سرور دو عالم کی پیشگوئیاں نقل کی گئی ہیں اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جناب حسین علیہ السلام کو امام بھی تسلیم کرتے ہیں اور آپ کی شہادت کے بھی کے بھی قائل ہیں۔

بہر حال ان روایات کی تفصیل کسی دوسرے مقام پر پیش کی جائے گی فی الحال ہم عباسی وغیرہ کی چالاکیوں کا پردہ فاش کرنے کے لئے شاہ ولی اللہ صاحب کی ان عبارات کا کچھ حصہ پیش کرتے ہیں جن میں انہوں نے یزید پلید کے متعلق قطعی فیصلہ کر رکھا ہے کہ وہ کیا ہے اور اس کی حکومت کیسی تھی ، چونکہ عباسی وغیرہ نے شاہ ولی اللہ صاحب کی بیشمار عبارتوں کو قطع برید کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ یزید خلیفۂ برحق اور بڑا صالح شخص تھا اور امام حسین کا اس کے خلاف خروج غیر شرعی تھا اور بغاوت کے حکم میں داخل ہے۔

بہر حال ! شاہصاحب یزید کہ متعلق اپنی مشہور کتاب حجۃ اللہ البالغہ مدِ فتنوں کے باب میں لکھتے ہیں۔

اصلی خلافت

میں کہتا ہوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال سے نبوت کا اختتام ہو گیا اور وہ خلافت جس میں باہم مسلمانوں پر تلوار نہ چلی حضرت عثمان کی شہادت سے ختم ہوئی اور اصلی خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی معزولی سے ختم ہوگئی اور ملک عضوض یعنی گزند کا وہ زمانہ ہے جس میں بنی امیہ سختیاں کرتے رہے حتیٰ کہ امیر معاویہ کی حکومت قائم ہوگئی۔

﴿حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۱۷﴾

گمراہ کرنے والا

اور پھر دوسری حدیث کی شرح بیان کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں۔

میں کہتا ہوں وہ زمانہ جس میں نجات تلوار سے ہوئی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عہد خلافت تھا جس میں اہل عرب مرتد ہو گئے تھے اور ناخوشی کی حکومت وہ باہمی نزاع تھے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں پیش آئے اور مکر وفساد کی وہ صلح تھی جو حضرت معاویہ اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں واقع ہوئی اور گمراہی کی طرف بلانا، ان میں سے ملک شام میں یزید تھا اور عراق میں مختار،

وغیرہ ذالک۔

﴿حجۃ اللہ البالغہ صفحہ نمبر ۲۱۷﴾

مصطفائی مہر

اور یہ شرح سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کی ہے جو آپ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے سوالات کے جوابات میں فرمایا وہ حدیث یہ ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ جیسے اسلام سے پہلے تاریکی پھیل گئی تھی کیا بعد میں بھی ہو جائے گی؟

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں،

میں نے کہا اس سے نجات بھی ہوگی؟

آپ نے فرمایا! ہاں تلوار سے۔

عرض کیا کہ کچھ تاریکی باقی رہے گی؟

پھر فرمایا! ہاں ناخوشی سے اور ناگواری سے حکومت قائم ہوگی اور مکر و فساد سے صلح ہوگی۔

میں نے عرض کیا پھر کیا ہوگا؟

پھر فرمایا! لوگ گمراہی کی طرف بلائیں گے،

﴿حجۃ اللہ البالغہ صفحہ نمبر ۱۲۷﴾

آگے چل کے شاہ ولی اللہ صاحب ایک اور حدیث کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

اور آپ کا یہ فرمان کہ اگر سب ہلاک ہو جائیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ کہ اس قدر دقتیں اور دشواریاں پیش آئیں گی کہ دیکھنے والے کو شک ہوگا کہ مبادا تمام امت تباہ ہو جائے اور ان کے تمام امور نابود ہو جائیں اور ستر برس ابتدائے بعثت سے حضرت معاویہ کے انتقال کا زمانہ مراد ہے اس کے بعد فتنہ دعاۃ الضلال کا قائم ہو گیا۔

﴿حجۃ اللہ البالغہ صفحہ نمبر ۱۲۷﴾

منافق و فاسق

شاہ صاحب نے مزید لکھا ہے کہ، اور یہ بھی ممکن نہیں کہ عمدہ اور بزرگ زمانے کے ہر شخص کو دوسرے مفضول زمانے پر فوقیت اور فضیلت ہو یہ کیسے ہو سکتا ہے جو قرون بالاتفاق عمدہ اور بزرگ تھے ان میں بعض لوگ فاسق اور منافق بھی تھے، انہیں زمانوں میں۔

﴿۱﴾ حجاج

﴿۲﴾ یزید

﴿۳﴾ مختار ہیں اور قریش کے نوجوان جو لوگوں کو ہلاک کرنے

والے تھے، اور ان کے علاوہ جن کی بد اعمالیوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا ہے اور اس میں شک نہیں کے قرون اول کے جمہور لوگ قرون دوم کے جمہور لوگوں سے افضل تھے۔

﴿حجۃ اللہ البالغہ صفحہ نمبر ۲۱۶﴾

اگرچہ یزید پلید کے متعلق شاہ ولی اللہ صاحب کی مزید بھی متعدد عبارتیں ان کی مختلف کتابوں میں موجود ہیں تاہم ہمارے خیال میں جو کچھ بیان ہو چکا وہ یزیدیوں کے منہ بند کرنے کے لئے بہر حال کافی ہے۔

یزید جیسا منافق اور فاسق، جو لوگوں کو گمراہی اور ضلالت کی طرف بلاتا ہو، ہرگز ہرگز ان احکام میں شامل نہیں جن کے خلاف اٹھنے والا جاہلیت کی موت مرے، یزید کو خلیفہ راشد کہنا حماقت محض ہے بلکہ وہ بقول شاہ ولی اللہ خود بھی گمراہ تھا اور گمراہی کی طرف لوگوں کو بلاتا تھا اور امت محمدیہ کو ہلاک کرنے والوں میں سے تھا، شاہ صاحب کے مندرجہ بالا بیان سے یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ یزید کا خیر القرون میں پیدا ہونا اور حکومت کرنا اس کی فضیلت کا سبب نہیں ہوسکتا۔ بلکہ فضیلت اور فوقیت کا دارومدار کردار پر ہے اور یزید بدکردار بھی تھا اور منافق بھی، فاسق وفاجر بھی تھا اور گمراہ کنندہ بھی اس کے خلاف ہاتھ اور زبان کی طاقت استعمال کرنا لازمی تھا اور ایمان بچانے کے لئے کم از کم یہ ضروری تھا کہ دل سے ہی اس کے ساتھ اظہار تنفر کیا جائے،

بہر حال شاہ ولی اللہ صاحب کو عقیدۂ خارجیت کی تقویت کے لئے استعمال کرنا محض زیادتی اور بعید از حقیقت ہے۔

چونکہ شاہ صاحب یزید کو وہی سمجھتے ہیں جو وہ تھا۔

خلافت اور خروج

جہاں تک عباسی وغیرہ کے گھر کی شہادتوں کا تعلق ہے وہ تو نہائت شرح وبسط کے ساتھ دی جا چکی ہیں اور قارئین پر واضح کیا جا چکا ہے کہ حمائت یزید میں خارجیوں نے جو مواد بھی پیش کیا ہے وہ تمام کا تمام گوز شتر سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔

اگرچہ ابن تیمیہ وغیرہ کے علاوہ ان لوگوں نے امام احمد بن حنبل کے حوالہ سے بھی یزید کو زاہد و عابد ثابت کرنے کی کوشش کی ہے مگر وائے ناکامی کے یہ فراڈ زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکا اور اب کے مکروفریب کا بھانڈا عین چوراہے میں پھوٹ گیا۔

ان خوارج کے پاس اور کوئی بھی ایسی دلیل موجود نہ تھی جس کے سہارے چاروآئمہ مذاہب سے یزید کے حق میں گواہی دلوائی جاتی چنانچہ ان کے نام استعمال کرنے کا یہ طریقہ نکالا گیا کہ یہ سب کے سب امام حاکم اور امیر کے خلاف خروج کو جائز نہیں سمجھتے اور ان کے نزدیک خروج کرنے والا شخص سخت گنہگار بلکہ واجب القتل ہے،

ہم کہتے ہیں کہ صرف یہ بات ثابت کرنے کیلئے نا تو آئمہ مذاہب کے فیصلے کی ضرورت تھی اور نہ ہی ابن تیمیہ اور شاہ ولی اللہ کے ریمارکس پیش کرنے کی حاجت تھی کیونکہ یہ چیز تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مرفوع اور صحیح احادیث اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کے اقوال موقوف کی صورت میں روز روشن کی طرح ظاہر ہے،

کیا دوسرے مقتدر حضرات کا بیان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کو تقویت دینے کا باعث ہو سکتا ہے؟

اور اگر جواب نفی میں ہے تو ان کا ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی جبکہ یہ حدیث مصطفیٰ کتب معتبرہ میں موجود ہے۔

ہاں البتہ ان مقتدر آئمہ کرام نے اگر ایسا کوئی فتویٰ صادر کیا ہوتا جس میں یزید کی حکومت کو خلافت راشدہ اور یزید کو خلیفہ راشد کا نام دیا ہوتا اور امام حسین علیہ السلام کو اس کے خلاف خروج کرنے کے سلسلہ میں اس سزا کا مستحق قرار دیا ہوتا جو ان روایات میں حکومت کے باغیوں اور فتنہ گروں کیلئے مقرر ہے تو پھر کوئی بات بھی تھی۔

مگر موجودہ حالات میں تو صرف عوام الناس کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی سعی لا حاصل کی گئی ہے۔ جو قطعی بے سود اور لا یعنی حرکت کے سوا کچھ بھی نہیں۔

یزید کی حکومت کیسے قائم ہوئی

جیسا کہ ہم پہلے بھی بتا چکے ہیں کہ یہ چاروں حضرات یزید کو مجرم اور خاطی سمجھتے ہیں اور اس کے برعکس سیدنا امام حسین علیہ السلام کو عند اللہ اور عندالرسول حق پر سمجھتے ہیں۔

اگر ان چاروں میں سے اس بارہ میں کسی ایک کا مذہب بھی ان خوارج اور نواصب کو قبول ہو تو بات یہیں پر ختم کی جاسکتی ہے مگر ہمیں معلوم ہے کہ ان لوگوں کی ہدائت کے دروازے بند ہو چکے ہیں لہذا ان کے ساتھ بحث کرنا محض تضیع اوقات ہے ہم آئندہ اوراق میں حسب وعدہ ان آئمہ اربعہ کا اس مسئلہ میں واضح ترین موقف پیش کریں گے اس سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ یزید کی حکومت کے بارہ میں وضاحت کر دی جائے کہ کیا اس امارت میں وہ شرائط پائی جاتی ہیں جن کے متعلق حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کی مخالفت نہ کی جائے۔

چنانچہ اس ضمن میں آنے والی تمام تر روایات میں جو ایک بات مشترک طور پر پائی جاتی ہے۔ یہ ہے کہ وہ حاکم یا امیر جس کی حکومت یا امارت پر تم سب لوگ جمع ہو جاؤ اور اس کی بیعت کر کے اس کی اطاعت قبول کر لو اور یا تم پر ﴿شوریٰ﴾ کے ذریعہ کسی کو حاکم بنا دیا جائے اور جب اس کی حکومت قائم ہو جائے تو پھر اگر کوئی شخص خواہ وہ کوئی بھی ہو خروج کرے تو اس

دوسرے شخص سے قتال کرنا ضروری ہے اور اس کی گردن اڑا دو۔

ہم پوچھتے ہیں کہ کیا یزید کی حکومت قائم ہو چکی تھی؟ کیا اسے تمام مسلمانوں کی مرضی سے قیام میں لایا گیا تھا؟ کیا اس کی حکومت پر مسلمانوں نے باہم اتفاق کر لیا تھا؟ کیا اسے مسلمانوں کے اتفاق رائے سے اور ان کی رضا حاصل کر کے قائم کیا گیا تھا؟

ہو سکتا ہے کہ یزید کے میر منشی اس کا جواب اثبات میں دیں اور دلیل پیش کریں کہ اس کے لئے امیر معاویہ نے کئی سال پہلے اس کے لئے بیعت لے رکھی تھی مگر یہ جواب قطعی طور پر فضول اور بے بنیاد ہے۔

اس لئے کہ امیر معاویہ کے وقت بھی اسلام کی برگزیدہ اور سر بر آوردہ شخصیتوں نے شدید اختلاف کیا تھا بلکہ دوسرے لوگوں کی اکثریت کو یہ دھوکہ دے کر رضامند کیا تھا کہ ان برگزیدہ شخصیتوں نے بیعت یزید تسلیم کر لی ہے۔

تشنہ رہیں گے یہ سوال

ہم اس کے متعلق نہائت وضاحت سے بیعت یزید کے تمام واقعات شرح و بسط کے ساتھ پیش کریں گے مگر اس سے پہلے الزامی طور پر ایک سوال کریں گے کہ کیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی خلافت کی بیعت ہو چکی تھی یا نہیں؟ اور امیر معاویہ سے افضل لوگوں نے آپ کی بیعت کو دل و

جان سے تسلیم کر لیا تھا یا نہیں؟

یقیناً آپ کی بیعت کرنے والے لوگوں میں ابتداء ان لوگوں نے کی تھی جن کے مشورہ سے جناب عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی خلافت ظہور میں آئی تھی اور دیگر بیعت کرنے والے تمام صحابہ کرام بھی امیر معاویہ سے افضل و اعلیٰ تھے، حضرت عثمان غنی کی خلافت بحکم خلیفہ دوم رضی اللہ عنہ صرف چھ آدمیوں کے مشورہ سے قائم ہو گئی تھی۔ جبکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی بیعت کرنے والے سینکڑوں مقتدر صحابہ کرام تھے پھر آپ کی بیعت کو امیر معاویہ نے کیوں قبول نہ کیا اور آپ کے خلاف کیوں خروج کیا۔

اس سے پہلے مدینہ منورہ میں خلافت کا قائم ہو جانا تمام عالم اسلام کیلئے کافی سمجھا جاتا تھا تو آپ کے عہد خلافت میں اس سنت صحابہ رضوان اللہ علیھم اجمعین پر عمل کرنے سے کونسا امر مانع تھا۔

یہ چند سوالات کرنے کے بعد ہم بہی خواہان بنی امیہ سے پوچھتے ہیں کہ امیر معاویہ کا حضرت علی کے خلاف خروج اگر محض خطائے اجتہادی تھا تو ان روایات کا کیا بنے گا جن میں ہے کہ جس شخص کی امارت و خلافت پر لوگ متفق ہو جائیں اور پھر دوسرا اس کے خلاف خروج کرے تو اس دوسرے کی گردن اڑا دو، اور دوسری روائت کے مطابق وہ اس غلطی کی پاداش میں جہنم کا بھی سزاوار ہے۔

قارئین! غور فرمائیں کہ خلافت کا انعقاد ہمیشہ مدینہ منورہ میں ہوتا رہا اور

مدینہ منورہ کا انتخاب تمام عالم اسلام کے لئے قابل قبول رہا اس لئے کہ انتخاب کرنے والے لوگ متفقہ علیہ دوسرے لوگوں سے افضل تھے حضرت علی کا انتخاب بھی مدینہ منورہ ہی میں عمل میں لایا گیا مگر وہ نا قابل قبول قرار دیا گیا اور یزید پلید کی بیعت کا انکار بھی مدینہ منورہ والوں نے ہی کیا مگر اس کی حکومت کو خلافت راشدہ کے طریقہ سے قائم شدہ ثابت کیا جاتا ہے۔ مزید دھوکہ دینے کیلئے حواریان یزید یہ بھی کہہ دیتے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے خلاف امیر معاویہ کا خروج خطائے اجتہادی تھی اور یزید لعین کے خلاف امام حسین علیہ السلام کا خروج بھی خطائے اجتہادی تھا۔ اب اس خطائے اجتہادی سے امام حسین صرف اسی وقت بچ سکے جب انہوں نے یزید سے بیعت کرنے کا اقرار کر لیا ورنہ ان پر وہ تمام روایات صادق آتیں جو خلیفۂ وقت کے خلاف خروج و بغاوت کرنے والوں کے حق میں آئی ہیں مگر امیر معاویہ اپنی خطائے اجتہادی پر بھی ثواب کے حق دار ہیں حالانکہ انہوں نے آخر تک بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے کا اقرار نہیں کیا۔ بہر حال! بتانا یہ ہے کہ امیر اور حاکم کے خلاف خروج کرنے والوں کی جو سزا مقرر ہے اگر اس کی زد میں جگر گوشۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت امام حسین معاذ اللہ آسکتے ہیں تو کوئی ایسی وجہ نہیں جو حضرت امیر معاویہ کو اس سزا سے بچایا جاسکے۔ لہذا اس قسم کا بودا استدلال پیش کرنے والوں کو شرم آنی چاہیے۔

اور سوچنا چاہیے کہ جس مقتدر ہستی کے لئے تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت کت جوانوں کا سردار ہونے کی بشارت دے رکھی ہے اس لئے معاذ اللہ جہنمی وغیرہ کی مثالیں اسلام سے بغاوت کی شرمناک جسارت نہیں تو اور کیا ہے۔

اب ہم یزید کی بیعت کا تمام شاخسانہ ہدیہ قارئین کرتے ہیں ملاحظہ ہو۔

بیعت یزید کی ابتداء

یزید پلید کی تحریک بیعت کا ابتدایہ متعدد کتب تاریخ وسیر کی روشنی میں جو سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ:۔ مغیرہ بن شعبہ جو منجانب امیر معاویہ کوفہ کے گورنر تھے جب ان کو امیر معاویہ نے معزول کر دینے کا فرمان بھیجا تو انہوں نے اس کی تعمیل نہ کی بلکہ تھوڑے دنوں بعد خود امیر معاویہ کے پاس آئے اور حاضری میں دیر ہونے کا سبب یہ بیان کیا کہ میں ایک عظیم الشان کام کی تکمیل میں مصروف تھا۔

امیر معاویہ نے پوچھا کہ وہ کیا کام تھا؟

مغیرہ بن شعبہ نے جواب دیا کہ آپ کے بعد یزید کی خلافت کے لئے لوگوں سے بیعت لے رہا تھا

امیر معاویہ نے پوچھا تو یہ کام مکمل کر لیا؟

کی بہر حال جولوگ نئے نئے اسلام لائے تھے وہ بھی اور جولوگ سرکاری درباری تھے قلیل تعداد میں داخل بیعت بھی ہو گئے مگر اکثریت نے اس کا فیصلہ اہل حجاز پر چھوڑ دیا۔

جس کے لئے امیر معاویہ نے مدینہ والوں کی بیعت لینے کے لئے مروان کو منتخب کیا مگر اسے خاطر خواہ کامیابی نہ ہوئی اس کے بعد حج کے موقع پر امیر معاویہ پہلے مدینہ آئے اور پھر مکہ مکرمہ میں گئے اگر چہ ہم اس واقعہ کو متعدد تواریخ کی روشنی میں بھی پیش کر سکتے ہیں اور بوقت ضرورت مختلف کتب معتبرہ کے حوالے سے بھی ہدیہ قارئین کریں گے۔

تاہم اب یہ واقعہ بالتفصیل عباسی کے انتہائی معتمد مورخ یا مصنف ابوبکر ابن العربی کی تصنیف العواصم من القواصم سے پیش کریں گے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تمام واقعات بیان کرنے کے بعد تار عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور دلائل کا سہارا لے کر ابن العربی نے انہیں غلط ثابت کرنے کی سعی لاحاصل کی ہے

بہر حال یہ واقعات بلاشک وریب درست ہیں اوران کو جھٹلانے کا جو طریقہ اختیار کیا گیا ہے وہ ناقابل فہم اور حقائق کے سراسر خلاف ہے بہر حال پہلے آپ یزید کی خلافت راشدہ کے ظہور میں آنے کے حالات و واقعات ملاحظہ فرمائیں۔

پہلی روائت

قان قیل فقد عهد الی یزید ولیس با هل
وجری بینه وبین عبد الله بن عمر وابن الز
بیر والحسین ما قصه «المؤرخین» عن
وهب ابن جریر بن حازم عن ابیه وعن غیره
لما اجمیع معاویة ان یبایع لابنه یزید حج
فقدم مکة فی نحو الف رجل فلمادنا من
المدینة خرج انم عمر وابن الذبیر وعبد
الرحمٰن بن ابی بکر فلما قدم معاویة المدینة
صعد المنبر فحمد الله واثنی علیه ثم ذکر
ابنه یزید فقال من احق بهذا الامر منه ثم ار
تحل فقدم مکة فقدی طوافه ودخل منزله
فبعث الی ابن عصر فتشهد وقال اما بعد یا ا
بن عمر فقد کنت تحدثنی انک لا تحب ان
تبیت لیلة سوداء لیس علیک امیر وانی
احذرک ان تشق عصا المسلمین، وان تسعی
فی فساد ذات بینهم .فاما سکت تکلم ابن
عمر فحمدالله واثنی علیه ثم قال! اما بعد
فانه قد کانت قبلک خلفا ئهم ابنا لیس
ابنک بخیر منهم فلم یروا فی ابنا ئهم ما رایت
فی ابنک ولکنهم اختار واللمسلمین حیث
علموالخیار وانک تخذرنی ان اشق عصا

المسلمين ولم اكن لا فعل ، وانما أنا رجل من المسلمين، فا ذا اجتمعوا على امر فا نما اما واحد منهم فخرج ابن عمر.

وارسل الى عبد الرحمن بن ابى بكر فتشهد ثم اخذ فى الكلام فقطع عليه كلامه فقال انک والله لودت انا وكلناک فى امر ابنک وانا والله لا تفعل ، والله لترذن هذا الا مر شورى فى المسلمين اولتفرنها عليک جذعة ثم وثب فقام فقال معا وية اللهم اكفه بما شتت ثم قال على رسلک ايها الرجل لا تشر فن لا هل الشام فا نى اخا ف ان يسبقونى بنفسک حتى اخبر العشية انک قد با يعت ثم كب بعد ذالک على ما بد الک من امرک.

ثم ارسل الى ابن الذ بير فقال يا بن الذبير انما انت ثعلب رواغ كلما خرج من حجر دخل فى آخر وانک عمد ت الى هذين الر جلين فنفخت فى منا خر هما فقال ابن الذ بير ان كنت قد مللت الا ما رة فا عتز لها وهلم ابنک فلنبايعه ارا يت اذا با يعت ابنک معک لا يكما نسمع لا يكما نطيع ؟ لا تجتمع البيعة لكما ابدا ثم قام فخرج معا وية فصعد المنبر فقال انا وجد نا حا ديث الناس ذات عوار وذعموا ابن عمر و ابن الز بير وابن ابى بكر لم

يبا يعوا ليزيد قد سمعوا وطاعوا وبا لعيو اله فقال اهل الشام ،لا والله لا ترضىٰ حتى يبايعو اعلى روس الا شهاد والا ضربنا أعنا قهم فقال مه سبحان الله ما اسرع الناس الى قريش با لشر لا اسمع هذه المقا لة من احد بعد اليوم ثم نزل فقال الناس: با يعوا ۔ ويقولون هم لم نبا ليع ويقولوالناس قد با يعتم

﴿العواصم من القواصم ص ۲۱۸﴾

پس اگر کہا جائے کہ ﴿معاویہ﴾ نے یزید کو ولی عہد کیوں بنایا جبکہ وہ نا اہل تھا اور اس کے متعلق حضرت عبداللہ ابن عمر ابن زبیر اور امام حسین علیہ السلام کے ساتھ گفتگو ہوئی تھی جسے مورخین نے وہب ابن جریر بن حازم کے باپ سے اور دیگر راویوں سے روایت بیان کی ہے کہ جب امیر معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کے لئے بیعت کا ارادہ کیا تو ایک ہزار آدمی کو ساتھ لے کر حج کے لئے مکہ معظمہ میں آئے پھر جب مدینہ منورہ کے قریب گئے تو وہاں حضرت عبداللہ ابن عمر ابن زبیر اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر باہر نکلے پھر امیر معاویہ مدینہ منورہ میں آئے اور منبر پر کھڑے ہو

کر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی پھر اپنے بیٹے یزید کا ذکر کیا اور کہا کہ اس امر میں اس سے زیادہ کون مستحق ہے پھر مکہ معظمہ میں واپس آ کر طواف کیا اور پھر اپنے مکان میں داخل ہوئے بعد ازاں حضرت عبداللہ بن عمر کو بلا کر کلمہ پڑھا اور کہا اے ابن عمر کہ تم مجھ سے کہتے تھے کہ میں بغیر امیر کے ایک رات گزارنا بھی پسند نہیں کرتا اور اب میں تجھے سمجھاتا ہوں کہ مسلمانوں کے درمیان پھوٹ نہ ڈالنا اور ان میں فساد بر پا نہ کرنا جب امیر معاویہ نے خاموشی اختیار کی تو عبداللہ بن عمر نے خدا تعالیٰ کی حمد وثنا سے آغاز کلام کیا اور کہا کہ تجھ سے پہلے بھی خلفا ہوئے ہیں اور ان کے بیٹے بھی تھے۔ ان ﴿خلفاء﴾ نے تو اپنے بیٹوں کے متعلق وہ نہیں سوچا جو تم اپنے بیٹے کے متعلق سوچتے ہو بلکہ انہوں نے تو مسلمانوں کو اختیار دیا کہ وہ اپنی بہتری خود سوچیں۔

اور تمہارا مجھے یہ کہنا کہ میں مسلمانوں میں تفرقہ نہ ڈالوں تو میں ایسا کام نہیں کروں گا اور میں بھی مسلمانوں ہی سے ایک شخص ہوں جب سب لوگ کسی

بات پر اجماع کر لیں گے تو، میں ان کے ساتھ ہوں اور پھر ابن عمر واپس آ گئے۔

پھر عبدالرحمن بن ابوبکر پہنچے ﴿امیر معاویہ﴾ نے تشہد پڑھ کر آغاز کلام کیا تو انہوں نے کلام کو قطع کرتے ہوئے فرمایا کہ واللہ تم یہ چاہتے ہو کہ تمہارے بیٹے کے معاملہ میں تمہیں اللہ کے سپرد کر دیں خدا کی قسم ایسا کام ہرگز نہیں کریں گے بخدا تم یہ فیصلہ مسلمانوں کے مشورہ پر چھوڑ دوں ورنہ یہ فتنہ تمہیں اپنی لپیٹ میں لے لے گا اور پھر آپ یکدم کھڑے ہو گئے تو اس نے کہا تو جسے چاہے اس کی زبان بند کر دے پھر کہا ٹھہر جاؤ اگر تم اہل شام کے سامنے اس طرح جاؤ گے تو مجھے ڈر ہے کہ وہ میرے پہنچنے سے قبل تمہارے جان نہ لے لیں میں ان کو بتا دوں گا کہ تم نے بیعت کر لی ہے اس کے بعد جو تمہارے جی میں آئے کرتے رہنا۔

پھر امیر معاویہ نے ابن زبیر کو بلایا اور کہا اے ابن زبیر بے شک تو ایک مکار لومڑی ہے جو ایک سوراخ سے نکل کر دوسرے میں داخل ہو جاتی ہے اور ان دونوں آدمیوں کو تم نے ہی پھونک دی ہوئی ہے۔

ابن زبیر نے کہا اگر تم امارت سے تنگ آ چکے
ہو تو خود معزول ہو جاؤ اور اپنے بیٹے کو اپنی جگہ پر لے
آؤ ہم اسکی بیعت کر لیں گے بتاؤ تو سہی کہ تمہاری
بیعت کے ساتھ تمہارے بیٹے کی بیعت بھی کر لی جا
ئے تو کس کی بات سنی جائے اور کس کا کہا مانا جائے تم
دونوں کی بیعت کبھی بھی جمع نہیں ہو سکتی اور پھر اٹھ
کھڑے ہوئے پھر امیر معاویہ نے باہر آ کر منبر پر
کھڑے ہو کر کہا کہ کچھ لوگ الٹی ٹیڑھی باتیں کر رہے
ہیں کہ ابن عمر ابن زبیر اور ابن ابوبکر یزید کی بیعت
نہیں کی بے شک انہوں نے بات کو سنا ہے اور
اطاعت و بیعت کر لی ہے ﴿امیر معاویہ کا یہ اعلان سن
کر یہ﴾ اہل شام نے کہا نہیں واللہ ایسے نہیں وہ لوگ
ہمارے سامنے آ کر بیعت کریں ورنہ ہم ان کی
گردنیں اتار دیں گے۔

امیر معاویہ نے کہا سبحان اللہ لوگ قریش کے ساتھ شر انگیزی کو کتنے
تیز ہیں میں اس دن کے بعد کسی سے ایسی بات سننے کے لئے ہرگز تیار نہیں
پھر منبر چھوڑ دیا لوگ کہتے تھے کہ انہوں نے بیعت کر لی مگر وہ خود کہتے تھے کہ
ہم نے بیعت نہیں کی اور لوگ کہتے کہ نہیں تم نے بیعت کر لی ہے۔

دوسری روائت

وروی وهب من طریق آخر قال : خطب معاویة فـذ کر ابن عمر فقال: والله لبا لیعن أ ولاقتلنه فخرج عبد الله بن عمر الی ابیه وسار الی مکة ثلا ثا واخبر الی عبد الله بن صفوان.

فـدخل علی ابن عمر فقال اخطب هذا بکذا قال نـعم قـال فـمـا تـریـد اتر ید قتا له ؟ قال یا ابن صفوان الصبر خیر من ذلک لا قا تلنه فقدم مـعـا ویة مکة فـنـزل ذاطوی وخرج الیه عبد الله بن صفوان فقال انت تز عم انک تقتل ابن عـمـر ان لم یبا ئع لا بنا ک؟ قال: انا اقتل ابن عمر؟ انی والله لا اقتله.

﴿العواصم من القواصم ص ۲۱۹﴾

وہب ہی سے دوسری سند سے یہ روائت آئی ہے کہ امیر معاویہ نے اپنے خطبے میں عبداللہ ابن عمر کا ذکر کرتے ہوئے کہا خدا کی قسم یا تو وہ بیعت کرے گا یا میں اسے قتل کردوں گا۔

عبداللہ ابن عمر کا بیٹا عبداللہ جب اپنے باپ عبداللہ ابن عمر کو ملنے کے لئے مکہ معظّمہ آئے اور آ کر امیر

معاویہ کے اس اعلان کی اطلاع دی تو ابن عمر رونے
لگے عبداللہ ابن صفوان کو پتہ چلا تو انہوں نے عبداللہ
بن عمر سے ملاقات کر کے استفسار کیا کہ کیا معاویہ نے
اس قسم کا خطبہ دیا ہے؟ تو انہوں نے کہا ہاں عبداللہ
ابن صفوان نے پوچھا اب کیا ارادہ ہے کیا معاویہ سے
قتال کرو گے تو عبداللہ ابن عمر نے فرمایا اے ابن
صفوان اس سے صبر بہتر ہے ابن صفوان نے کہا بخدا
اگر اس نے یہ ارادہ کیا تو میں ضرور اس سے لڑائی
کروں گا پھر معاویہ نے مکہ میں آ کر وادی طویٰ میں
ڈیرا لگایا تو عبداللہ بن صفوان نے ملاقات کر کے
پوچھا کہ تم نے یہ بات کی ہے کہ اگر ابن عمر نے
بیعت نہ کی تو میں اسے قتل کر دوں گا امیر معاویہ نے کہا
بھلا میں ابن عمر کو قتل کرونگا واللہ میں ہر گز اسے قتل نہیں
کروں گا۔

تیسری روایت

وروی وھب من طریق الثا لث قال ان معاویة
لما راح عن بطن مرّ قاصد آالی مکة قال

لصاحب حرسه: الا تدع احد اليسيمعى الا
من حملة ،فخرج يسيروحده حتى اذا كان وسط
الا راک لقيه الحسين بن علی فو قف وقال
مرحبا واهلا یا بن بنت رسول الله صلی الله
علیه و آله وسلم سید شباب المسلمين دابة لا
ابی عبد الله ير کبها فا تی بر ذون فتحول
عليه ثم طلع عبد الرحمٰن بن ابی بکر۔
فقال مر حبا يا بن شيخ قر يش و سيد هم ابن
صدیق هذه الا مة دا بة لا بی محمد یر کبها
فاتی ببر ذون فر کبه ثم طلع ابن عمر فقال
مرحبا واهلا بصاحب رسول الله وابن
الفاروق و سید المسلمين ودعا له بدا بة
فر کبها ثم طلع ابن الذ بير فقال مر حبا واهلا
با بن حواری رسول الله و ابن الصد يق
وابن عمة رسول الله صلی الله علیه وآله
وسلم ودعا له بدا بة فر کبها ثم اقبل يسير
بينهم لا يسا يره غير هم حتی د خل مکة ثم
كانوا اول داخل و آخر خا رج ليس فی الارض
صباح الا لهم فيه حا و کرامة لا ليعرض لهم
بذ کر شی مما هو فيه حتی قضی نسکه
وترحلت الثقا له وقر ب مسيره الى الشام
وانيخت رواحله فقا لو ايها القوم لا تخد عوا انه
والله ما ضع هذا الحبكم ولا لكر امتكم ولا

صنعه الا لما يريد فاعدوا له جوابا واقبلوا على الحسين فقالوا انت يا ابا عبد الله قال فيكم شيخ قريش وسيدها : هذا احق بالكلام فقالوا انت يا با محمد لعبد الرحمٰن بن ابى بكر فقال لست هناك وفيكم صاحب رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وابن سيد المسلمين يعنى ابن عمر فقالوا الا بن عمر انت فقال لست بصاحبكم ولكن اولوا الكلام ابن الذبير يكفكم قالوا انت يا ابن الذبير قال نعم ان اعطيتمونى عهودكم ومواثيقكم ان لا تخالفونى كفيتكم الرجل فلك ذلك فخرج الآذن فاذن لهم فدخلوا.

فتكلم معاوية فحمدالله واثنى عليه ثم قال لقد علمتم سيرتى فيكم وصلتى لارحامكم وصفحى عنكم وحملى لما يكون منكم ويزيد ابن امير المومنين اخوكم وابن عمكم واحسن الناس لكم رايا وانما اردت ان تقدموه باسم الخلافة وتكونوا انتم الذين تنزعون وتومرون وتجبون وتقسمون لايدخل عليكم فى شئى من ذالك فسكت القوم ،فقال الا تجيبونى؟فسكت القوم ،فقال الاتجيبونى،فسكتوا ،فاقبل على ابن الذبير فقال هات يا ابن الذبير فانك لعمرى صاحب خطبة

القوم فقال نعم يا امير المو منين اخير ك،بين
ثلاث خصال ايها اخذت فهی لک رغبة ،قال
لله ابو ک اعرضهن. قال ان شئت صنعت ما
صنع رسول الله صلی الله عليه وآله وسلم
وان شئت صنعت ما صنع ابو بكر فهو خير
هذه الامة بعد رسول الله صلی الله عليه وآله
وسلم وان شئت صنعت ماصنع عمر فهو خير
هذه الامة بعد ابو بكر قال الله ابو ک :
ما صنعوا؟قال قبض ارسول الله صلی الله
عليه وآله وسلم فلم يستخلف احدا فارتضی
المسلمون ابا بكر. فان شئت ان تدع امر هذه
الامة حتی يقضی الله فيه قضاء ه فيختار
المسلمون لانفسهم فقال: ايه ليس فيكم اليوم
مثل ابی بكر وانی لا آمن عليكم الا ختلاف
قال: فاصنع كما صنع ابو بكر عهد الی رجل
من قا صية قريش ليس من نبی ابيه
فاستخلفه قال لله ابو ک الثالثة ؟قال تصنع
ما صنع عمر جعل الا مر شوری فی ستة نفر
من قريش ليس احد منهم من ولد ابيه
قال:عند ک غير هذا ؟قال :الا قال:فانتم ؟قالو
اونحن ايضا قال: اما لا فا نی اجبت ان اتقدم
عليكم ،انه قد اعذ ر من انذر وان كان يقوم
القائم منكم انی فيكذ نبی علی ره وس الا شهاد

فاحتمل له ذلک وانی قائم بمقا لة فان
صدقت فلی صدقی وان کذبت فعلی کذبی
.وانی افسکم با لله لکم لتن رد علی النسان
منکم لا ترجع الیه کلمته حتی یسبق الی
راسه ثم دعا بصا حب حرسه فقال : اقم علی
کل رجل من هولا ء رجلین من حرسک فان
ذهب رجل یردعلی کلمة بصدق او کذب
فلیضر باه بسیفیهما.ثم خرج وخرجو امعه
حتی رقی المنبر فحمد الله واثنی علیه ثم قال
ان هو لا ء الرهط سادة المسلیمن وخیادهم ،لا
نسبتدبامر دو نهم ولا نقضی امرا الاعن مشور
تهم .وانهم ارتضوا وبا یعوا لیز ید ابن امیر المو
منین من بعده فبا یعوا با سم الله فضر بو
اعلی یده ثم جلس علی را حتله وانصر ف
فلقیهم الناس فقا لو زعمتم فلما ارضیتم و
حسبیتم فعلتم قا لوا : انا والله ما فعلنا قا لوا:
فما منعکم ان تر دوا علی الر جل از کذب ؟
ثم با یع اهل المد ینة والناس : ثم خرج الی
الشام

(العواصم من القواصم ۲۲۲)

وہب ہی سے تیسری سند کے ساتھ اس طرح
مروی ہے جب امیر معاویہ نے وادی بطن مر سے مکہ

معظمہ جانے کا ارادہ کیا تو محافظ کو بلا کر کہا کہ حفاظتی دستہ میں سوائے خاص آدمیوں کے کوئی دوسرا شخص سا تھ نہ چلے پس اکیلے ہو کر چلنے لگے حتی کے جب وادی اراک کے درمیان پہنچے تو حسین ابن علی سے ملاقات ہوئی امیر معاویہ نے رک کر کہا اے بنت رسول کے بیٹے اور مسلمان نوجوانوں کے سردار ہلاً وسہلاً مرحبا پھر ساتھیوں کو کہا ان کے لئے سواری لاؤ تو ایک ترکی گھوڑا لایا گیا جس پر آپ سوار ہو گئے پھر عبدالرحمن بن ابوبکر آئے تو امیر معاویہ نے کہا اے سردار قریش اور بزرگ اور اس امت کے صدیق کے بیٹے خوش آمدید اور کہا کہ ان کے لئے بھی سواری لاؤ تو انہیں بھی ترکی گھوڑا پیش کیا گیا اور وہ بھی سوار ہو گئے پھر عبداللہ بن عمر آئے تو انہیں بھی امیر معاویہ نے خوش آمدید اور مرحبا کہا اور سواری پیش کی پھر عبداللہ بن زبیر آئے تو امیر معاویہ نے کہا کہ اے ابن حواری رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صدیق کے بیٹے اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی کے پوتے اہلاً وسہلاً پھر ایک سواری طلب کی گئی اور وہ بھی سوار ہو

گئے پھر ان کے سوا کسی آدمی کو ساتھ نہ ملایا اور سب
چلتے ہوئے مکہ معظّمہ میں داخل ہو گئے یہ لوگ سب
سے پہلے مکہ معظّمہ میں داخل ہوئے اور سب سے آخر
پر وہاں سے نکلے اس دوران امیر معاویہ کی طرف سے
انہیں تحائف وغیرہ بھی پیش ہوتے رہے۔

امیر معاویہ نے فراغت حج تک ان کے سامنے اپنا
ارادہ ظاہر نہیں کیا اور پھر جب سامانِ سفر باندھ کر شام
کی تیاری ہونے لگی تو ان حضرات میں سے بعض نے
بعض کو کہا کہ اے قوم دھوکے میں نہ رہنا معاویہ نے یہ
سلوک تمہاری بزرگی یا محبت کی وجہ سے نہیں کیا بلکہ یہ
سب سے کچھ مطلب براری کی ابتدا ہے لہٰذا اس کا
جواب ابھی سے سوچ لو چنانچہ سب سے پہلے حسین
علیہ السلام ابن علی سے کہا گیا کہ اے ابو عبداللہ اس کا
جواب آپ دیں گے آپ نے فرمایا تم میں سرداران
قریش اور بزرگ موجود ہیں اس کا انہیں زیادہ حق ہے
تو پھر انہوں نے عبدالرحمٰن بن ابو بکر سے کہا کیا آپ
جواب دیں گے؟ تو انہوں نے جواب دیا تم میں
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی اور مسلمانوں

کے سردار کے بیٹے ہیں ان سے کہو پھر جب عبداللہ بن

عمر سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا میں کام نہیں کر سکتا

آپ لوگ یہ کام عبداللہ بن زبیر سے کہا گیا تو انہوں

نے کہا میں یہ کام مشروط طور پر کر سکتا ہوں اگر آپ

لوگ وعدہ کریں کہ میرے جواب کی مخالفت نہیں کی جا

ئے گی تو میں بات کرلوں گا چنانچہ سب نے بلا تفاق

وعدہ کرلیا کہ ہم تمہاری مخالفت نہیں کریں گے ابھی یہ

بات ختم ہی ہوئی تھی کہ امیر معاویہ نے انہیں بلا بھیجا

اور جب یہ لوگ اندر گئے تو امیر معاویہ نے اللہ تعالیٰ

کی حمد وثنا سے آغاز گفتگو کرتے ہوئے کہا تم جانتے ہو

کہ میں نے تم سے کس قدر اچھا سلوک کیا ہے؟

میں تم سے ہمیشہ چشم پوشی کرتا رہا ہوں تم لوگوں

نے جو بھی بوجھ مجھ پر رکھا میں نے برداشت کیا

اور میرا یزید تمہارا چچا زاد اور تمہارا بھائی ہے اور

تمہارے متعلق اس کے خیالات بڑے نیک ہیں میرا

ارادہ ہے کہ تم اسے خلیفہ کا نام دے دو اور باقی تمام

معاملات تمہارے سپرد رہیں گے جسے چاہو رکھو جسے

چاہو نکال دو جو چاہو حکم چلاؤ اور جیسے چاہو مال تقسیم کرو

وہ تمہارے معاملات میں دخیل نہیں ہو گا سب لوگ خاموشی سے یہ گفتگو سنتے رہے تو امیر معاویہ نے کہا تم لوگ جواب کیوں نہیں دیتے؟

لیکن پھر بھی کسی نے جواب نہ دیا پھر پوچھا گیا جواب کیوں نہیں دیتے؟ مگر ادھر خاموشی ہی رہی تو امیر معاویہ نے ابن زبیر کو متوجہ کر کے کہا اے ابن زبیر تم ہی بولو بخدا آپ تو خطیب قوم ہیں تو انہوں نے کہا ہاں اے امیر المومنین میں تین باتیں پیش کرتا ہوں ان میں سے جو چاہو پسند کر لو تو امیر معاویہ نے کہا ہاں بیان کرو تو انہوں نے کہا اس معاملہ میں اگر مناسب سمجھو تو وہ کرو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا اگر چاہو تو وہ کرو جو ابو بکر نے کیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امت کے بہترین آدمی ہیں تو امیر معاویہ نے کہا خدا تیرے باپ کو جنت عطا کرے انہوں نے کیا۔

ابن زبیر نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے تو جنہوں نے خلیفہ مقرر نہ فرمایا اہل اسلام نے اپنی مرضی سے ابو بکر

صدیق کو خلیفہ بنالیا اگر چاہو تو یہ کام امت کی مرضی پر
چھوڑ دو یہاں تک کہ منشائے ایزدی پوری ہو جائے
اور مسلمان اپنے خلیفہ کو منتخب کر لیں تو امیر معاویہ نے
کہا کوئی اور بات کرو آج تم میں ابو بکر کی مثل کوئی شخص
موجود نہیں اور مجھے ڈر ہے کہ اختلاف نہ ہو جائے۔
پھر ابن زبیر نے کہا کہ ایسا کرو جو ابو بکر نے کیا تھا کہ
کسی ایسے شخص کو خلیفہ نامزد کر دیا جو قریشی تو تھا مگر ان
کے خاندان سے نہیں تھا تو امیر معاویہ نے کہا کہ
تیسری بات بیان کرو ابن زبیر نے کہا کہ تیسری بات
یہ ہے کہ وہ کرو جو عمر نے کیا انہوں نے یہ معاملہ قریش
کے چھ افراد پر مشتمل مجلس شوریٰ کے سپرد کر دیا تھا اور
اس شوریٰ میں ان کے گھر کا ایک آدمی بھی نہ تھا۔
﴿حضرت ابن زبیر کے اس جواب کے بعد﴾ امیر
معاویہ نے پوچھا کہ اس کے سوا کوئی اور صورت ہو سکتی
ہے تو انہوں نے کہا نہیں امیر معاویہ نے پھر دوسرے
لوگوں سے پوچھا تم کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا ہمارا
بھی یہی خیال ہے تو امیر معاویہ نے کہا جو تمہاری
مرضی ہے کرو اگر میری بات نہیں مانتے تو نہ سہی

حالانکہ میں تمہیں ترقی دینا چاہتا ہوں اور میں نے تم کو
انتباہ کر کے اتمام حجت کر دیا ہے اگر تم میں سے کسی
شخص نے بھی برسر عام میری بات کو جھٹلا کی کوشش کی تو
اس کا انتظام میں کرلوں گا میں ایک بات کرنے
والا ہوں اگر سچ بولوں گا تو اس اجر کا مجھے ملے گا اور اگر
جھوٹ بولوں گا تو اس کا گناہ میری گردن پر ہو گا اور
میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر تم لوگوں میں سے
کسی ایک نے بھی میری بات کو جھٹلایا تو اس کے بات
کرنے سے پہلے اس کا سر اس کی گود میں گرے گا۔
پھر اس نے اپنے محافظ کو بلا کر یہ حکم دیا کہ ان میں سے
ہر ایک آدمی کے سر پر اپنے دو دو آدمی مسلط کروا دو اگر
ان میں سے کسی شخص نے میری بات خواہ وہ جھوٹی ہو یا
سچی قطع کرنے کی کوشش کی تو وہ دونوں اس کی گردن
علیحدہ کر دیں پھر امیر معاویہ اور وہ سب لوگ باہر آئے
امیر معاویہ نے منبر پر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ تبارک
وتعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور کہا کہ یہ لوگ مسلمانوں
کے سردار ہیں اور بزرگ ہستیاں ہیں ہم کوئی کام ان
کے مشورے کے بغیر نہیں کرتے اور نہ ہی کوئی کام ان

کی مرضی کے بغیر کرنا چاہتے ہیں یہ سب لوگ خوش
ہیں اور انہوں نے میرے بیٹے یزید کے لئے بیعت کر
لی ہے لہذا تم بھی خدا کا نام لیکر اس کی بیعت کرو
چنانچہ لوگوں نے مسلسل بیعت شروع کر دی اور پھر
امیر معاویہ کے لئے سواری لائی گئی بعد ازاں
﴿عبداللہ بن زبیر وغیرہ﴾ کو لوگ ملے اور انہوں نے
کہا پہلے تم ایسی باتیں کرتے تھے پھر جب امیر معاویہ
نے تمہیں تحفے تحائف دیئے تو تم نے بیعت کر لی،
انہوں نے کہا واللہ ہم نے بیعت نہیں کی تو لوگوں نے
کہا جب امیر معاویہ نے جھوٹ بولا تھا تو تم نے اس
وقت اس کی مخالفت کیوں نہیں کی پھر مدینہ والوں اور
دوسرے لوگوں نے بیعت کر لی اور امیر معاویہ کا سفر
شام شروع ہو گیا۔

ابو بکر ابن عربی کی بو قلمبونیاں

ابو بکر ابن عربی نے یہ تمام روایات بیان کرنے کے بعد اپنے
فلسفیانہ انداز سے جو بوقلمبونیاں دکھائی ہیں وہ اسی کا حصہ ہیں۔
قارئین علامہ ابن خلدون کے تعارف میں پڑھ آئے ہیں کہ ابو بکر

ابن عربی کا موقف اسی معاملہ میں قطعی طور پر غلط ہے اور اس نے مسئلہ کو سمجھنے میں سخت ٹھوکر کھائی ہے۔ بہر حال ابن عربی ان روایات کو درج کرنے کے بعد لکھتا ہے۔

میں صرف اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ امیر معاویہ نے افضل امر کو چھوڑ دیا اس کو چاہیے تھا کہ خلافت کے معاملہ کو شوریٰ کے سپرد کر دیتا اور قریبیوں میں سے کسی کو مخصوص نہ کرتا چہ جائیکہ اپنے بیٹے ہی کو چن لیتا اور اسے زیبا ہی تھا کہ ترک اور فعل میں عبداللہ ابن زبیر کے مشوروں پر عمل کرتا۔ وہ اپنے بیٹے کی حکومت کی جانب مائل ہوا اور اس کے لئے بیعت کا ارادہ کیا جس نے بیعت کرنا تھی کر لی اور جس نے نہ کرنا تھی نہیں کی بہر حال شرعاً بیعت ہوگئی کیونکہ بیعت ایک یا دو آدمیوں کے کر لینے سے بھی منعقد ہو جاتی ہے۔ متن یہ ہے۔

الا انا نقول ان معاوية ترک الا فضل فی ان يجعلها شوریٰ والا يخص بها احد من قرابته فكيف ولدا وان يقتدی بما اشا ربه عبد الله بن زبير فی الترک أ والفعل فعدل الی ولا ئة ابنة وعقد له البيعة وبائعه الناس وتخلف عنها من تخلف فانعقدت البيعة شر عا لا نها تنعقد بوا حد وقيل با ثنين

﴿العواصم من القواصم ۲۲۲﴾

دو گواہ لاؤ

پھر اس کے بعد یہ لکھا ہے کہ اگر کہا جائے کہ یزید عادل نہیں تھا تو میں پوچھتا ہوں یہ کیسے معلوم ہوا۔ پھر لکھا ہے کہ اگر کوئی یہ کہے کہ یزید شرابی تھا تو میں کہوں گا دو گواہ پیش کرو۔

چونکہ ابو بکر ابن عربی کو قاضی بھی کہتے ہیں اس لئے وہ گھر کی عدالت لگا کر بات بات پر گواہ طلب کرتے ہیں حالانکہ ایک دو نہیں مدینہ منورہ کے ایک پورے گروہ نے اس کے شرابی ہونے کی گواہی دی تھی تو اہل مدینہ نے اس کی بیعت توڑی تھی

بہر حال یہ مسئلہ آئندہ اوراق میں بالوضاحت پیش کیا جائے گا اور قاضی صاحب کے حضور صرف دو ہی نہیں بلکہ کئی شہادتیں پیش کر دیں گے یہاں تو یہ بتانا ہے کہ قاضی صاحب نے ان تمام روایات کو باطل قرار دینے کے لئے کیا طریقہ اختیار کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں:۔

روایات باطل ہو گئیں

امام بخاری نے ایک واضح باب لکھا ہے جو راہ صواب پر ہے انہوں نے اپنی صحیح میں وہ روائتیں درج کی ہیں جو ان سب روایتوں کا ابطال کرتی ہیں۔

روائت ہے کہ امیر معاویہ نے خطبہ دیا اور ابن عمر اس میں حاضر

تھے جیسا کہ بخاری نے عکرمہ بن خالد کے واسطہ سے ابن عمر سے روائت بیان کی ہے انہوں نے کہا۔

میں ام المومنین جناب حفصہ کے پاس گیا آپ غسل فرما کر آئی تھیں اور بالوں سے پانی کے قطرے گر رہے تھے میں نے ان سے کہا کہ آپ دیکھ رہی ہیں اور معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے اور میرے لئے تو اس میں کوئی گنجائش نہیں رکھی گئی تو انہوں نے فرمایا ان کے پاس جاؤ۔

وہ تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ اگر تم نہ گئے تو مجھے خطرہ ہے کہ کہیں تفرقہ نہ پڑ جائے پھر حضرت حفصہ نے ان کو بھیج دیا۔

تو امیر معاویہ نے خطبہ دیا جو آدمی اس معاملہ میں گفتگو کرنا چاہے وہ سامنے آ جائے ہم اس معاملہ میں اس سے اور اس کے باپ سے زیادہ مستحق ہیں۔ تو حبیب بن مسلمہ نے عبداللہ بن عمر سے کہا پھر آپ نے اس کو جواب کیوں نہیں دیا۔

تو حضرت عبداللہ نے فرمایا میں نے اپنی چادر اتار کر ارادہ کیا کہ اس کو جواب دوں کہ اس چیز کا تم سے زیادہ حق دار وہ ہے جس نے اسلام کے لئے تجھ سے اور تیرے باپ سے جنگیں لڑیں۔

پھر مجھے خطرہ محسوس ہوا کہ اس بات سے امت میں تفرقہ پیدا ہوگا اور خونریزی ہوگی نیز میری بات کا غلط مطلب لیا جائے گا تو میں نے جنت میں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کیا تو حبیب نے کہا کہ آپ بچ گئے۔

متن ملاحظہ ہو:۔

وقد حسم البخاری الباب ونهج جادة الصواب
فروی فی صیحه ما یبطل جمیع هزا ال متقدم
وهو ان معاویة خطب وابن عمر حاضر فی
خطبة فیما روی البخاری ،عن عکرمة بن
خالد ان ابن عمر قال دخلت علی حفصة ونا
سا تها تنطف،قلت کان من الامر ما ترین ،
فلما یجعل لی من الا مر شی ،فقالت الحق فا
نهم ینتظرو نک

﴿العواصم من القواصم ص۲۲۳﴾

واخشی ان یکون فی احتباسک عنهم فر قة
،فلم تدعه حتی ذهب فلما تفرق الناس خطب
معاویه فقال من کان یرید ان یتکلم فی هذا الا
مر فلیطلع لنا قر نه فلنحن احق به منه ومن
ابیه ،قال حبیب بن مسلمة فهلا احببة ؟ قال
عبد الله ،فحللت حبوتی ،هممت ان اقول
احق بهذا الامر منک من قاتلک وابا ک
علی الا سلام فخشیت ان اقول کلمة تفرق
بین الجمع وتسفک الدم ویحمل عنی غیر
ذلک ،فذکرت ما اعدالله فی الجنان ، فقال
حبیب حفظت وعصمت

﴿العواصم من القواصم ص۲۲۴﴾

اور بخاری نے روایت کی ہے کہ جب مدینہ والوں نے یزید کی بیعت کو توڑا تو عبداللہ بن عمر نے اپنے گھر والوں کو جمع کیا اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کہتے سنا ہے کہ بروز حشر ہر غدار کے لئے ایک جھنڈا کھڑا کیا جائے گا

اور میں نے اللہ اور رسول کے لئے یزید کی بیعت کی تھی اور میں اس سے بڑی کوئی غداری نہیں سمجھتا کہ ہم اللہ اور اس کے رسول کے لئے ایک آدمی کی بیعت کریں اور پھر اس سے لڑنے لگیں اور جس شخص نے بیعت یزید کو توڑا ہے اس کا اور میرا فیصلہ ہوگا۔

وروی البخاری۔ أن أهل المدينة لما خلعوا يزيد بن معاوية جمع ابن عمر حشمه وولده وقال۔ انی سمعت رسول الله صلی الله عليه وآله وسلم

يقول ينصب لكل غادر لواء يوم القيا مة وانا قد بايعنا هذا الرجل على بيع الله ورسوله وانی لا علم غدرا اعظم من ان نبايع رجلا على بيع الله ورسول ثم ننصب له القتال وانی لا اعلم احدامنكم خلعه ولا بايع فی هذا الال مر الا كانت الفيصل بينی و بينه

﴿العواصم من القواصم ص ۲۲۴۔۲۲۵﴾

ھائے رے مجبوری

یہ دونوں روایات پیش کرنے کے بعد ابن عربی بڑے کرب کے ساتھ لکھتا ہے۔

اے اہل اسلام بخاری کی یہ روائت بھی دیکھو اور پہلی روائتوں کو بھی دیکھو جن میں کہا گیا ہے کہ عبداللہ بن عمر نے بیعت نہیں کی تھی اور معاویہ نے ویسے ہی کہہ دیا تھا کہ عبداللہ بن عمر نے بیعت کر لی تھی

پھر اپنے محافظ کو کہا کہ اگر یہ میری بات نہ مانے تو اس کی گردن مار دینا اور بخاری میں ہے کہ عبداللہ بن عمر نے اللہ اور اس کے رسول کی بیعت پر بیعت یزید کی ہے۔

ان روایات کا آپس میں تضاد دیکھو اور سلامتی کے لئے راجح روایت کو قبول کرو اور صحابی کرام اور تابعین کے معاملہ میں احتیاط کرو جب خدا نے تمہیں اس فتنہ سے بچالیا اور تم نے اسے دیکھا بھی نہیں تو تم ان لوگوں سے کیوں ہوتے ہو جو اپنی زبانوں سے خونریزی میں شامل ہو گئے۔ اور زمین سے ان کے گوشت کے ٹکڑے اٹھانے کے بعد کتوں کی طرح ان کا خون چاٹ رہے ہیں اور اب کتوں کو خون چاٹنے کے سوا کیا مل سکے گا۔

متن ملاحظہ فرمائیں:۔

فانظروا معشر المسلمین الی ماروی البخاری

فی الصحیح والی ما سبق ذکرنا له روائة

بعضهم ان عبد اللـه بن عمر لم يباتع وان معاوية كذب وقال قد بايع ،وتقدم الى حرسه يامره يضرب عنقه ان كذبه وهو قد قال فى رواية البخارى قد بايعنا على بيع الله ورسوله وما ينهما من التعارض وخذوا لا ان فسكم بالا رجع فى طلب الا سلامية والخلاص بين الصحابة والتا بعين فلا تكونوا ولم تشاهدوهم وقد عصمكم اللـه من فتنتهم ممن دخل بلسانه فى دمائهم۔ فيلغ فيها ولوغ الكلب بقيه الدم على الارض بعد رفع الفريسة هلـعـالم يلحق الكلب منها الا بقية دم سقط على الا رض۔

پھر آگے چل کر لکھا ہے اس سے ظاہر ہے امیر معاویہ کے قول کی تصدیق کردی جائے کہ معاویہ نے منبر پر کہا تھا کہ ابن عمر نے میری بیعت کرلی ہے تو بخاری نے عبداللہ بن عمر کا اپنا اقرار نقل کردیا۔

کہ میں نے یزید کی ہے اوراس کی فرمانبرداری کا وعدہ کیا ہے اور وہ بھی اس وقت جب مدینے کے لوگ یزید کے خلاف ہو چکے تھے

فلسفے کی مہربانی

ایک فلسفی بزرگ کا گھوڑا چوری ہوگیا صبح اٹھ کر ان کو معلوم ہوتو بڑی مسرت سے کہنے لگے شکر ہے میں اس گھوڑے پر سوار نہیں تھا ورنہ چور مجھے

بھی چور لے جاتے۔

ایک اور فلسفی صاحب نظام کائنات کی کڑیاں ملانے میں مصروف تھے کڑاکے کی سردی پڑ رہی تھی۔

اور وہ کھلے صحن میں دیوار سے ٹیک لگائے مصروف فلسفہ تھے ان کی اہلیہ محترمہ نے ان کو چند بار اندر لے جانے کی کوشش کی مگر بے سود، نتیجہ صبح آپ کی اکڑی ہوئی لاش موصول ہوئی۔

ہم غیر ضروری باتوں میں الجھنا نہیں چاہتے ورنہ ان حضرات کے لئے ایسے ایسے لطیفے پیش کرتے کہ آپ کو ملا دو پیازہ اور شیخ چلی کی کہاوتیں بھول جاتیں۔

معتزلہ کا مذہب بھی شدت فلسفہ کا نتیجہ ہے حالانکہ ان لوگوں کی نیت بری نہیں تھی انہوں نے غیر مسلم فلاسفروں پر اسلام کی عظمت کا سکہ جمانے کے لئے فلسفہ میں ارتقاء حاصل کیا اور جب اس فن میں کمال حاصل ہو گیا تو انہوں نے مسائل شریعہ کو فلسفہ کے تابع کر کے سوچنا شروع کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سواد اعظم اہل سنت سے علیحدہ ہو گئے۔

یہی حال قاضی ابو بکر ابن العربی کا ہے ذہن میں ایک خیال پیدا ہو اور پھر اس کی کڑیاں ملانا شروع کر دیں اور اپنی ذہنی اختراع کو حقیقت متصور کر لیا۔

اگر یہ بات صرف ان کی سوچ تک رہتی تو نہایت اچھا تھا مگر بدقسمتی

سے انہوں نے اپنی مزعومہ منطق کو نوٹ بھی کرنا شروع کر دیا اور پھر فلسفیانہ انداز فکر کا نتیجہ وہی ہوا جو ہونا چاہیے تھا یعنی وہ باتیں جو پہلے بیان کی تھیں ذہن سے نکلتی گئیں اور وہ ذہنی مفروضوں کو تحقیق سمجھ بیٹھے۔

قارئین ان کی بیان کردہ دس صفحات پر پھیلی ہوئے روایات پڑھ چکے ہیں جن میں بیعت یزید کے لئے امیر معاویہ کو مختلف مراحل سے گزرنا پڑا اور یہ بھی ملاحظہ کر چکے ہیں۔ کہ ان تمام روایات کے ابطال کے لئے انہوں نے آخر پر بخاری شریف کی وہ حدیث بیان کر دی ہے جس میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر یزید کی بیعت کر لی تھی۔

یہ روائت بیان کرنے کے بعد قاضی صاحب نے جو نتیجہ پیش کیا ہے وہ انکے فلسفیانہ ذہن کی پورے طور پر غمازی کرتا ہے۔

یعنی وہ تمام روایات جھوٹی اور غلط محض ہیں جن میں ہے کہ امیر معاویہ نے جناب حسین بن علی، عبداللہ بن زبیر، عبدالرحمن بن ابوبکر اور عبد اللہ بن عمر سے ملاقات کی تو انہوں نے انکار بیعت کیا۔

تفصیل آپ پڑھ ہی چکے ہیں۔ اس لئے ہم دوبارہ سے یہ واقعات نہیں دہرائیں گے تاہم چند ضروری نوٹ پیش خدمت ہیں۔

دعوے کی دلیل

قاضی صاحب کا دعویٰ ہے کے وہ روایتیں اس لئے غلط ہیں اور

جھوٹی ہیں کہ ان میں حضرت عبداللہ ابن عمر نے یزید کی بیعت سے انکار کیا تھا جبکہ بخاری میں روایت ہے کہ انہوں نے یزید کی بیعت کر رکھی تھی۔

یہ دلیل بے کار ھے

ہم کہتے ہیں کہ پہلی روایت میں صرف عبداللہ بن عمر کی بیعت کا ہی تذکرہ نہیں بلکہ ان کے ساتھ مزید بھی تین بزرگ ہیں اور ان میں سے ایک وہ ہیں جو یزید کے برسر اقتدار آنے سے پہلے ہی انتقال فرما گئے اور دو وہ ہیں جو آخری دم تک اپنے موقف پر قائم رہے اور انہوں نے بیعت یزید نہیں کی تھی۔

چنانچہ ان چاروں میں سے ایک کا بیعت کر لینا ثابت کر کے ان روایات کو جھٹلانے کا کوئی جواز نہیں ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان تینوں روایات میں تمہاری اپنی تحریر کے مطابق بھی عبداللہ ابن عمر کا کوئی جملہ ایسا نہیں جس سے انہوں نے بیعت یزید سے کھلم کھلا انکار کیا ہو یا امیر معاویہ کے ساتھ اس معاملہ میں بحث کی ہو۔ بلکہ وہ گومگو کی حالت میں ہیں البتہ دوسرے بزرگوں کا واضح انکار موجود ہے۔

ان حالت میں سوائے اس کے کیا سوچا جا سکتا ہے کہ تمہاری یادداشت انتہائی کمزور اور ناقص ہے اور استخراج دلائل کا طریقہ بھی انتہائی بودا ہے۔ لہذا تمہیں یاد دلانے کے لئے تمہاری بیان کردہ پہلی روایتوں میں سے

وہ جملے لکھے جاتے ہیں۔

جن میں حضرت عبد اللہ ابن عمر کا موقف بیان کیا گیا ہے تا کہ تمہارے مقلدین سے ہی کوئی اعتراف حقیقت کر لے۔

اپنے آئینے میں خود کو دیکھیے

پہلی روایت میں حضرت عبداللہ بن عمر کا بیان

ولکنھم اختار واللمسلمین حیث علموا الخیار وانک تجذر نی ان اشق عصا المسلمین ولم اکن لا فعل وانما رجل من المسلمین فاذا اجتمعو اعلی امر فانما انا واحد منھم فخرج ابن عمر

﴿العواصم من القواصم، ص ۲۱۶﴾

حضرت عبداللہ ابن عمر نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد کہا تم سے پہلے بھی خلفاء ہوئے ہیں اور ان کے بیٹے بھی تھے تمہارا بیٹا ان سے اچھا نہیں انہوں نے تو اپنے بیٹوں کے متعلق یہ نہیں سوچا جو تم اپنے بیٹے کے متعلق سوچ رہے ہو بلکہ انہوں نے اس کا اختیار مسلمانوں کو دیا ہے کہ اپنی بہتری سوچیں باقی رہا مجھے نصیحت کرنا کہ میں مسلمانوں میں اختلاف پیدا نہ

کروں تو میں فی الواقع اختلاف نہیں ڈالوں گا اور

دوسرے مسلمانوں کی طرح جس بات پر وہ اتفاق کر

لیں ان کا ساتھ دوں گا اور پھر باہر آ گئے

دوسری روایت میں حضرت عبداللہ ابن عمر کا بیان۔

خطب معاویہ ،فذ کر ابن عمر فقال والله لیبا یعلن اولاً قتنلا الخ فبلغ الخبر الی عبد الله بن صفوان ،فدخل علی ابن عمر ،فقال اخطب هذابکذا ؟قال نعم قال فما ترید ،اترید قتا له ؟قال یا ابن صوان والله لو اراد ذالک لا قاتلنه

﴿العوصم من القواصم، ص ۲۱۸﴾

امیر معاویہ نے خطبہ میں کہا کہ اگر ابن عمر نے بیعت یزید قبول نہ کی تو میں اسے قتل کر دوں گا یہ خبر عبداللہ بن صفوان کو ملی تو وہ حضرت عبداللہ بن عمر کے پاس آئے اور کہا کہ امیر معاویہ کی بات آپ تک پہنچی ہے؟ انہوں نے کہا ہاں ابن صفوان نے کہا کہ کیا معاویہ سے لڑنے کا ارادہ رکھتے ہو تو آپ نے کہا لڑائی سے صبر بہتر ہے۔

تیسری روایت میں حضرت عبداللہ ابن عمر کا بیان

فقالو لا بن عمر انت! فقال لست بصاحبکم
ولکن اولو الکلام ابن الزبیر یکفکم

﴿العواصم من القواصم، ص ۲۲۰﴾

حضرت امیر معاویہ نے عبد اللہ بن عمر سے کہا کہ تم
کوئی بات کرو گے؟ تو انہوں نے کہا کہ میں یہ کام
نہیں کرسکتا یہ گفتگو عبد اللہ بن زبیر کے سپرد کردیں وہ
اس معاملہ میں کافی ہیں

قارئین اندازہ فرمائیں کہ ان تینوں روایتوں میں کونسا جملہ ایسا ہے جس سے یہ ثابت کیا جاسکے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیعت یزید سے انکار کیا ہو بلکہ بخاری کی روایت سے ان میں سے دوسری روایت کی تصدیق ہوتی ہے

کہ جب ابن عمر کے متعلق امیر معاویہ نے یہ کہا کہ اگر اس نے بیعت نہ کی تو اسے قتل کردیا جائے گا تو آپ نے اپنی ہمشیرہ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں تمام حالات پیش فرمائے تو انہوں نے اس قتل وغارت گری سے بچانے کے لئے آپ کو مشورہ دیا جا کر یہ اعلان کردو کہ مجھے یہ بیعت منظور ہے چنانچہ انہوں نے اس بیعت کو قبول کرلیا۔

اگرچہ یہ درست ہے کہ انہوں نے بیعت یزید کی تھی اور اپنے عہد پر آخر تک قائم بھی رہے تھے تاہم بخاری کی اس رویت سے اتنا ضرور واضح ہو

جاتا ہے کہ اس سے پہلے ضرور کوئی ایسی بات ہوئی تھی

جس سے پریشان ہو کر حضرت عبداللہ بن عمر ام المومنین سیدہؓ کی

خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور صاف ظاہر ہوتا ہے

کہ آپ اپنے ان تینوں ساتھیوں حضرت امام حسین علیہ السلام

،حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر اور حضرت عبداللہ بن زبیر کے ساتھ

تھے۔اس سے یہ نتیجہ اخذ کر لینا کہ چونکہ حضرت عبداللہ ابن عمر نے بیعت کر

لی تھی اس لئے ایسا کوئی واقعہ ہوا ہی نہیں جس میں امیر معاویہ نے ان سب

کے بیعت کر لینے کا شوشہ چھوڑ کر دوسروں کو بیعت کر لینے پر رضامند کر لیا تھا

محض فلسفیانہ قلابازیاں ہیں۔

یہ تو تصدیق ھے

بخاری کی یہ روایت قطعی طور پر اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ

امیر معاویہ نے ان لوگوں دھمکی وغیرہ دے کر لوگوں سے علیحدہ رکھا اور اپنا

اعلان کر لینے کے بعد اسی حال میں سب کو چھوڑ کر واپس آ گئے۔

البتہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے قتل کی مزید دھمکی سن کر بیعت کر لی اور

ان تینوں روایات کے درست ہونے میں بخاری کی روایت مانع نہیں ہے

بلکہ ان کی تصدیق وتائید کرتی ہے اور ان کے راوی جناب وہب بخاری کے

معتبر راویوں سے ہیں۔

لہذا قاضی ابوبکرابن العربی صاحب نے ان روایتوں کو باطل قرار دیتے وقت ہرگز یہ نہیں سوچا کہ ان میں کوئی ایسا جملہ نہیں ہے جس سے بخاری کی روایت میں تعرض پیدا ہوتا ہے

بلکہ خواہ مخواہ شور مچانا شروع کر دیا ہے کہ اس بات کو مان جایئے جدھر بخاری ہے، اور اس کا انکار کر دیجیے جس میں بخاری کے سوا کوئی دوسرا ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ چلو ہم بخاری کی بات مان لیتے ہیں بخاری ہی میں کوئی ایسی روائت دکھادو جس میں ہو کہ حضرت امام حسین، حضرت عبداللہ ابن زبیر، اور حضرت عبدالرحمن بن ابوبکر نے یزید کی بیعت کر لی تھی جبکہ امیر معاویہ کی بات سے انکار ان ہی لوگوں نے ہی کیا تھا اور عبداللہ بن عمر تو پہلے ہی سب کچھ تسلیم کیے بیٹھے تھے۔

بہر حال عبداللہ بن عمر کے بیعت کر لینے سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ وہ پہلی روایات جھوٹی ہیں۔ جن میں حضرت امیر معاویہ نے دوسرے حضرات سے بیعت لینے کی کوشش کی تو انہوں نے صاف صاف انکار کر دیا اور اس بیعت کو سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سنت خلافت راشدہ کے خلاف قرار دیتے ہوئے دین میں ایک کھلی بدعت قرار دیا اور اس کی بیعت کو ہرگز شرعی بیعت نہیں کہا جا سکتا جو حکومت اور تلوار کے زور پر لی۔

عبد اللہ ابن عمر کا اجتہاد

قاضی ابوبکر ابن العربی کی تقلید میں عباسی وغیرہ اور اس کے پس خوردوں نے اس بات پر بڑا زور دے رکھا ہے کہ جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابی اور صحابی زادے نے بیعت یزید کو برضا و رغبت قبول کرلیا اور آخر تک اپنے عہد پر قائم رہے تو پھر یزید کی خلافت حقہ پر کیسے اعتراض کیا جاسکتا ہے؟

یہ البتہ ایک سوال ہے جسے ایک واضح دلیل کا نام دیا جاسکتا ہے لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اس دلیل کے بل بوتے پر یزید خلیفہ راشد اور اس کی کسرائی امارت کو خلافت راشدہ کا نام دیا جاسکے۔

حضرت عبداللہ بن عمر کے بیعت کر کے اور اس پر قائم رہنے سے یزید پلید فرشتہ ہرگز نہیں بن سکتا بلکہ وہ وہی یزید ہے جو جمہور اہل اسلام کے نزدیک فاسق و فاجر اور ظالم بادشاہ تھا۔

اس لئے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ ذاتی اجتہاد تھا اور اس کے سوا کچھ بھی نہیں کہا جاسکتا کیونکہ اس ایک اجتہاد کے علاوہ آپ کے اور بھی متعدد اجتہادات ایسے ہیں جو حجت قرار نہیں پاتے۔

ابن العربی اور عباسی وغیرہ نے یہ روایت بھی بڑے ٹھاٹھ باٹھ سے درج کر رکھی ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس وقت

جبکہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بلوائیوں نے محاصرہ کر رکھا تھا۔ اپنے آپ کو اس فتنہ سے بالکل بچائے رکھا

اور اس واقعہ میں کسی قسم کا کوئی کردار ادا نہیں کیا۔ اور یہ روایت بھی بڑے زور و شور سے بیان کر رکھی ہے کہ جب جنگ صفین ہوئی تو باوجود حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بیعت خلافت کر لینے کے آپ نے جنگ میں حصہ لینے سے صاف انکار کر دیا اور فرمایا کہ میں مسلمانوں پر تلوار اٹھانا نہیں چاہتا۔

ہمیں ان روایات کو قبول کر لینے میں ہرگز تامل نہیں مگر ہم بصد احترام ابن عربی سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ تم نے حضرت عبداللہ ابن عمر کا موقف بھی پیش کیا ہے کہ میں ایک لحہ کے لئے بھی امیر کی بیعت سے علیحدہ نہیں رہنا چاہتا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جماعت سے علیحدہ ہو کر مرنے والا جاہلیت کی موت مرتا ہے۔

اور یہ روایت بھی بیان کرتے ہیں کہ جب کسی شخص کی خلافت پر

لوگوں کا اجماع ہو جائے تو اس پر خروج کرنے والے کو قتل کرنے کے لئے تم تلوار اٹھا لو اور تم یہ بھی کہتے ہو کہ حضرت عبداللہ ابن عمر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بیعت کر رکھی تھی

اور حضرت علیؓ کی بیعت قائم ہو چکی تھی کیونکہ ایک یا دو آدمیوں کے بیعت کر لینے سے بھی بیعت ہو جاتی ہے

اب جبکہ حضرت عبداللہ ابن عمر نے حضرت عثمان غنیؓ سے بیعت کر رکھی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کے مطابق ان پر بلوہ کرنے والوں کے خلاف تلوار کیوں نہ اٹھائی۔

اور پھر جب آپ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بیعت کر رکھی تھی تو آپ نے امیر معاویہ کے خلاف تلوار کیوں نہ اٹھائی اور جنگ صفین میں شرکت کرنے سے پہلوتہی کی۔

اگرچہ آپ کا ان دونوں مقامات پر خاموشی سے ایک طرف ہو رہنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کے سراسر خلاف ہے جس میں تسلیم شدہ امیر کے مخالف کی گردن اڑا دینے کا حکم ہے۔

تاہم یہ آپ کا اجتہاد ہی کہلائے گا اور آپ نے اس روایت سے احتجاج کیا ہے جس میں ہے کہ مسلمان بھائی کا خون نہ بہاؤ۔ مگر آپ کا یہ اجتہاد پوری امت کے لئے حجت نہیں ہوسکتا ورنہ جنگ صفین میں طرفین کے مؤقف کو باطل قرار دینا پڑے گا۔

کیسے کیسے اجتھاد

یہی نہیں بلکہ حضرت عبداللہ ابن عمر کے بیسیوں ایسے اجتہادات کتب احادیث میں موجود ہیں جو مسلمانوں کے لئے قطعی طور پر حجت نہیں مثلاً بخاری شریف میں ہی یہ ایک روایت موجود ہے

کہ جب آپ سے جہاد ترک کرنے کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فر مایا اسلام کے یہ پانچ ہی ارکان ہیں ۔توحید ورسالت پر ایمان ۔ پانچوں نمازیں ، رمضان المبارک کے روزے، ادائے زکوٰۃ اور حج بیت اللہ شریف

عن نافع ان رجلا اتی ابن عمر فقال یا عبد الرحمٰن ما حملک علی ان تحجعا ما وتعتمر عاو تترک الجهاد فی سبیل الله قد علم مارعب الله فیه قال یا ابن اخی بنالا سلام علی خمس ، ایمان با لله ورسوله ، والصلوٰة الخمس وصیام رمضان واداء زکوٰۃ وحج البیت

﴿بخاری جلد دوم، ص ۶۴۸﴾

اسی طرح جب آپ سے کہا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ جب مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں قتال کرنے لگیں تو ان میں صلح کرا دو اور پھر اگر ان میں سے ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو اس سے لڑائی کرو جو زیادتی کرتا ہے تو حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کی بات ہے اس وقت مسلمانوں کی تعداد قلیل تھی اور یہ حدیث بھی بخاری شریف میں ہی موجود ہے بلکہ مندرجہ بالا روایت ہی کا ایک حصہ ہے۔

متن ملاحظہ ہو:۔

قال یا ابا عبد الرحمٰن الا تسمع ما ذکر اللہ فی کتابہ وان طائفتان من المومنین اقتتلو فاصلحوا بینھما، الخ الیٰ امر اللہ ج وقاتلوھم حتیٰ لا تکون فتنۃ قال فعلنا علی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وکان الاسلام قلیلا

﴿بخاری شریف جلد۲ص ۶۴۸﴾

اسی طرح حضرت عبد اللہ ابن عمر کے ساٹھ سے بھی زیادہ اجتہاد ایسے ہیں جو جمہور اہل اسلام کے لئے نا قابل قبول ہیں مثلاً آپ بیت اللہ کی طرف رخ کر کے پیشاب کرنا جائز قرار دیتے ہیں جبکہ کوئی آڑ موجود ہو۔

ہم زیادہ تفصیل میں نہیں جائیں گے اور نہ ہی یہ ہمارا مقصد ہے کہ بات کو خواہ مخواہ طول دے دیا جائے۔

چونکہ قارئین کی اس خلش کو دور کرنا ضروری امر تھا اس لئے چند باتیں بتادی گئی اجتہاد روایات کی روشنی میں کیا جاتا ہے کسی بھی صحابی پاس جو روایت موجود ہو اس کا اجتہاد اسی کے مطابق ہوگا۔

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام فرامین کا حصر آپؐ کا کوئی بھی صحابی نہیں کر سکا تھا اس لئے یہ صورت پیدا ہوئی اور ضروری نہیں کہ ہر اجتہاد دوسروں کے بھی لائق عمل یا حجت ہو کیونکہ اجتہاد میں غلطی کا امکان ہے

چنانچہ انہی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے جب کہا کہ اہل میّت کی آہ و بقا سے میّت پر عذاب ہوتا ہے

تو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ نے فرمایا نہیں، خدا کی قسم نہیں بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات کفار کے لئے فرمائی ہے

کہ ان کے مردے پر عذاب ہو رہا ہوتا ہے اور یہ اس پر رو پیٹ رہے ہوتے ہیں عبداللہ بن عمر نے جھوٹ نہیں بولا مگر اس کو یا تو سماع میں غلطی ہوئی یا اس سے سہواً ہو گیا ہے۔

قال لما بلغ عائشة قول عمر و ابن عمر قالت انكم لتحدثوني عن غير ولا مكذبين ولكن السمع يخطئى۔

دوسری روایت میں ہے۔

فقالت عائشه يغفر الله لابی عبد الرحمٰن اما انه لم يكذب ولكنه نسی او اخطاء

(مسلم شریف جلد اول، ص ۳۰۳)

عزمیت یا رخصت

بہر حال اس مسئلہ کو انہیں الفاظ پر ختم کیا جاتا ہے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما طبعاً بجائے ہنگامہ خیز زندگی حجرہ نشینی کو زیادہ پسند فرماتے تھے بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا کہ آپ نے بجائے تب و تاب جاودانہ اور

مقام عزمیت کے مقام رخصیت کو اپنا رکھا تھا اور خواہ کتنا ہی اہم موقع کیوں نہ ہو جدال وقتال سے پرہیز کرتے تھے۔

یہی وجہ تھی کہ جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے آخری لمحات میں چھ افراد میں سے کسی ایک کو خلیفہ بنا لینے کے لئے وصیت فرمائی تو ساتویں امیدوار کے طور پر آپ کی خدمت میں حضرت عبداللہ ابن عمر کا نام بھی پیش کیا گیا۔

مگر آپ نے اس مشورہ کو مسترد کرتے ہوئے فرمایا کہ میں کسی ایسے شخص کو خلافت کی ذمہ داریوں کے اہل کس طرح سمجھ سکتا ہوں جو اپنی بیوی کو ٹھیک طریقے سے طلاق بھی نہ دے سکتا ہو۔

﴿طبقات ابن سعد جلد سوم صفحہ ۱۴۶﴾

بتایا یہ جا رہا تھا کہ جناب عبداللہ بن عمر فطرتاً جدال وقتال سے پہلو تہی کرتے تھے اور مجتہد فی الدین تھے ان کے سامنے اطاعت امیر کی ایسی ہی روایات تھیں جن کے پیش نظر انہوں نے بیعت یزید کر بھی لی اور پھر اسے توڑنے سے انکار کر بھی دیا۔

مگر ان کا یہ اجتہاد عالم اسلام کے لئے نا قابل قبول نہیں تھا خاص طور پر اہل مدینہ جن میں صحابیؓ بھی تھے اور صحابہ زادے بھی اور ان کے مقدس نفوس نے جب دمشق میں جا کر خود تصدیق کر لی کہ یہ یزید فسق و فجور میں پورے طور پر مبتلا ہے اور یہ خبر پوری تصدیق کے ساتھ مدینہ منورہ میں پہنچ گئی

توانہوں نے اس بیعت کے پرخچے اڑادیئے اور اسے بھی اجتہاد ہی کہا سکتا ہے

چنانچہ تمام اہل مدینہ کا یہ اجتہاد تھا کہ فاسق وفاجراور تارک نماز آمر کے خلاف آواز اٹھانا ضروری ہے اور عبداللہ ابن عمر کا یہ اجتہاد کہ جب ایک شخص کی بیعت کرلو تو جب تک وہ مرتد ہوکر دائرہ اسلام سے نکل نہ جائے اس کی اطاعت کرو!

مگراس بات پر آپ نے یہاں بھی عمل نہیں کیا کہ امیر کے خلاف جو شخص بھی خروج کرے اس کی گردن اڑادو اور نہ ہی آپ نے اس پر اس وقت عمل کیا جب امام حسین علیہ السلام مکہ معظّمہ سے کوفہ کو روانہ ہوئے تھے حالانکہ پوری حدیث پر عمل اسی صورت میں ہوسکتا تھا

کہ آپ یزید کی حمایت میں امام حسین سے بھی لڑائی کرتے اور واقعہ حرّہ کے وقت اہل مدینہ پر بھی تلوار اٹھاتے۔

مگر آپ اپنی طبیعت کے موافق ہر مقام پر لڑائی جھگڑے سے اجتناب کرتے رہے اور خونریزی سے بچتے رہے اور آخر میں اس احتیاط اور سلامت روی کے باوجود بھی حضرت عبداللہ بن زبیر کے دور خلافت میں حجاج بن یوسف کے ایک فوجی نے آپ کو زہر آلود نیزہ سے شہید کردیا۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

کیا یہ بیعت خلافت ہے

قارئین کو اچھی طرح یاد ہوگا کہ امیر معاویہ نے یزید پلید کے لئے حجاز مقدس میں کون کون سے حربے استعمال کئے کیا اس بیعت کو خلافت راشدہ کی بیعت کہا جا سکتا ہے؟

ہر گز نہیں کیونکہ حضرت امام حسین علیہ السلام حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر اور حضرت عبداللہ بن زبیر نے اپنی گفتگو سے امیر معاویہ کو لاجوب کر دیا تھا اور ان پر ثابت کر دیا تھا کہ یہ بیعت اسلامی بیعت نہیں اور بالآخر امیر معاویہ نے ان سے مایوس ہو کر لوگوں میں یہ اعلان کر دیا تھا کہ ان سب نے بیعت کر لی ہے لہٰذا تم بھی بیعت کر لو۔

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ عبداللہ بن عمر نے بھی اس بیعت کو غلط قرار دیا تھا کہ لڑائی جھگڑے سے بچنے کے لئے یہ اقرار کر لیا کہ اگر لوگوں نے تمھاری بات مان لی تو میں انکار نہیں کروں گا۔

اور ان روایات کے علاوہ شارحین بخاری نے یزید کی بیعت کو توڑنے کے قول ابن عمر کی تشریح میں جو لکھا ہے اس میں بیعت کرنے کا واقعہ اس طرح درج ہے

کہ جب امیر معاویہ نے عبداللہ بن عمر سے یزید کے لئے بیعت لینا چاہی تو انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ میں دو امیروں کی بیعت کیسے کر سکتا

ہوں تو امیر معاویہ نے انہیں ایک لاکھ درہم بھیج دیا اور آپ نے قبول کر لیا۔

اور پھر جب امیر معاویہ فوت ہوئے تو یزید کو آپ نے خط لکھ دیا کہ:۔

﴿مجھے تیری بیعت قبول ہے﴾

عن نافع ان معاویہ ارادا ابن عمر علی عن یبالع لیزید فابیٰ وقال لا ا بائع الا میرین ،فارسل الیه معا ویة بمائة الف درهم فا خز ها فرس الیه رجلا فقال له ما یمنک ان تبایع؟فقال ذالک ذالک یعنی عطا ء ذالک المال لا ء جل وقوع المبائعة ان دینی عندی اذا الر خیڈ فلما مات معاویة کتب ابن عمرالی یزید۔

﴿فتح الباری شرح بخاری جلد ۵،ص ۱۲۷﴾

یھی نسخه

یہ نسخہ جناب امیر معاویہ نے حضرت عبد الرحمن بن ابی بکرؓ کے لئے بھی استعمال کیا تھا مگر انہوں نے قبول نہ کیا اور اس پیش کش کو مسترد کرتے ہوئے فرمایا کہ میں دنیا کے بدلے دین فروخت نہیں کروں گا۔

چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی الاصابہ ابن عبد البر الاستیاب میں اس حقیقت کا یوں اظہار کرتے ہیں۔

زہیر بن عبداللہ بن نافع سے روایت ہے کہ امیر معاویہ نے لوگوں

کو بلا کر یزید کی بیعت کے لئے خطبہ دیا، پھر حسین ابن علی، عبداللہ ابن زبیر اور عبدالرحمٰن بن ابی بکر سے کلام کیا تو عبدالرحمٰن بن ابوبکر نے فرمایا کہ یہ ہرقلیہ طریقہ ہیکہ ایک قیصر کے مرنے پر دوسرا قیصر تخت نشین ہوتا رہا ہے۔

خدا کی قسم یہ کبھی نہیں ہوگا اور عبدالعزیز نے زہری کی سند سے بیان کیا کہ امیر معاویہ نے واپس آ کر ایک ہزار دینار عبدالرحمٰن بن ابی بکر کے پاس بھیجا تو انہوں نے واپس کر دیا اور فرمایا!

کہ میں دنیا کے بدلے دین فروخت نہیں کرتا اور پھر مکہ معظمہ میں چلے گئے اور یزید کی بیعت مکمل ہونے سے پہلے ہی انتقال فرما گئے۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو ان کے وصال کی خبر پہنچی تو آپ مکہ معظمہ تشریف لے گئیں اور ان کے مزار پر روتی رہیں۔

متن یہ ہے:۔

واخرج الزبیر عن عبد الله بن نافع قال خطب معاویة فدعا الناس الی بیعة یزید فکلمه الحسین بن علی وابن ازبیر وعبد الرحمٰن بن ابی بکر فقاله عبد الرحمٰن اهر قلیلة کلما مات قیصر کان قیصر مکانه لا نفعل والله ابدا ولبسنده له عبد العزیز الزهری قال بعث معاویه الی عبد الرحمٰن بن ابی بکر بعد ذالک الف دینار فردها وقال لا ابیع دینی بد نیائی وخرج الی المکة فمات بها قبل ان تتم بیعت

الیزید ولما بلغ عائشه خبره خرجت حاجة فو قفت علی قبره فبکت

﴿ الاصابہ فی تمیز الصحابۃ جلد دوم، ص ۴۰۰ ﴾

﴿ الاستعیاب فی معرفۃ الاصحاب جلد ۲، ص ۳۹۳ ﴾

انہی کتابوں اور بخاری شریف وغیرہ میں ہے کہ امیر معاویہ نے حجاز مقدس میں اپنی آمد سے پہلے مروان کو لکھا کہ لوگوں سے یزید کے لئے بیعت لو اور مروان نے حکم حاکم کو پہنچانے کے لئے جب اہل مدینہ کو جمع کر کے خطبہ دیا تو حضرت ابو رحمٰن بن ابو بکر نے فرمایا کہ یہ سنت ہرقل ہے یہ سنتے ہی مروان نے آپ کو پکڑنا چاہا تو آپ نے اپنی ہمشیرہ سیّدہ عائشہ صدیقہ کے حجرہ میں پناہ گزیں ہوئے ۔ مروان بھی آپ کے پیچھے تھا۔

اس نے حضرت عبد الرحمٰن بن ابو بکر کو کہا کہ تمہارے حق میں یہ آئت نازل ہوئی ہے ﴿ **لوالدیہ اف** ﴾ یعنی تم اپنے والدین سے زیادتی کرتے ہو ۔ اس کی خرافات سن کر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پردے کے پیچھے سے اس کا انکار فرمایا۔

اور فرمایا کہ:۔ اگر تم چاہو تو اس کا نام بتا دوں کہ یہ کس کے لئے نازل ہوئی ہے۔

واخرج البخاری من طریق یوسف بن ما ھلک کان مروان علی الحجاز استعملہ معاویۃ فخطب فذکر یزید بن معاویۃ لکی یبا یع لہ

بعد ابیه فقال له عبد الرحمٰن بن ابی بکر شیأ ،
فقال خذوه، فدخل بیت عائشة فقال مروان
هذا الذی وانزل الله فیه ﴿والزی قال لوا لدیه
اف لکما ﴾فانکرت عائشة ذالک من وراء ا
لحجا ب ،

واخرجه النسائی والا سما عیلی من وجه آخو
مطولا فقال مروان سنة ابی بکر وعمر ،فقال
عبد الرحمٰن سنة هرقل و قیصر وفیه فقالت
عائشة والله ما هو به ولو شئت ان اسمیه
لسمیته ه

﴿الاصابہ جلد۲،ص۴۰۰﴾

﴿الاستعیاب جلد۲،ص۳۹۳﴾

عجیب دھوکا

عباسی وغیرہ نے متعدد بار یہ دھوکا دینے کی کوشش کی ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر کا وصال تو ۵۳ھ میں ہوگیا تھا اور یزید کی تخت نشینی کا دو ۶۰ھ ہے تو یہ دھوکا محض دھوکا ہے

کیونکہ یزید کی ولیعہدی کا پروگرام ۵۰ھ سے بھی پہلے مرتب ہو چکا تھا کیونکہ اس فتنہ کا آغاز کرنے والے مغیرہ بن شعبہ ۵۰ھ میں انتقال کر گئے تھے اور یہ مسئلہ بہر حال ان کی زندگی میں ہی اٹھا تھا کیونکہ بعد

ازانتقال توانہوں نے یہ مشورہ امیر معاویہ کونہیں دیا ہوگا۔

عباسی نے بخاری شریف کی وہ حدیث نقل کر کے جس میں عبدالرحمان بن ابوبکر نے اس بیعت کو ہرقل کی سنّت قرار دیا تھا لکھا ہے کہ مروان کے کہنے پر سب لوگوں نے ہی بیعت یزید کو تسلیم کر لیا تھا

اور صرف عبدالرحمٰن بن ابوبکر نے ہی انکار کیا تھا چہ خوب ہم پوچھتے ہیں کہ اگر مروان یہ کام مکمل کر چکا تھا تو امیر معاویہ کو مدینہ منورہ اور مکہ معظّمہ میں اس کے لئے اتنے پاپڑ کیوں بیلنے پڑے۔

حقیقت یہ ہے کہ جھوٹ کے پاؤں ہوتے ہی نہیں اور حقائق کو خواہ کتنا مسخ کرنے کی کوشش کی جائے حقائق ہی رہتے ہیں۔

اور یہ قطعی بات ہے کہ یزید کی بیعت کا کوئی شرعی جواز موجود نہیں تھا ورنہ لاکھ لاکھ درہم اور ہزار ہزار دینار سے رائے عامہ کو خریدنے کی کوشش نہ کی جاتی۔

جو حکومت تلواروں اور دیناروں اور کے زور پر معرض وجود میں آئی ہوا سے خلافت حقہ اور خلافت راشدہ کس طرح تسلیم کیا جا سکتا ہے اور پھر اس سنت ہرقلیہ پر عمل کرنے سے جس طرح اسلامی اقدار پامال ہوئیں ان کو ہر انصاف پسند مسلمان ٹھیک طور پر جانتا ہے۔

ابوبکر ابن العربی نے اس امارت کو خلافت حقہ اور عباسی وغیرہ نے خلافت راشدہ ثابت کرنے کے لئے جو ایوان استدلال سجایا تھا وبفضلہٖ تعالیٰ

زمین بوس ہو چکا ہے۔

اب یزید کا تعارف باقی ہے جسے صحابہ کا امام و امیر اور فرشتہ ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا گیا ہے۔

یزید کا اصلی چہرہ

قارئین باب اول میں یزیدیت کے پرستاروں کے یزید پلید کی مدح و ستائش میں لکھے ہوئے متعدد قصائد ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

مگر لفظوں کے یہ خوبصورت غلاف یزید کے بھیانک چہرے کو کیسے ڈھانپ سکتے ہیں جب کہ اس کی مکروہ تصویر قرطاس عالم پر کھینچی جا چکی ہے۔

خارجیوں کی خلافت راشدہ معرض وجود میں آنے کا شاخسانہ قارئین بالوضاحت ملاحظہ فرما چکے ہیں اب ان کے خلیفہ راشد پیدائشی جنتی اور معصوم فرشتہ کے کرتوت ملاحظہ فرمائیں۔

سب سے پہلے ہم یزید نوازوں کی یزید نوازیوں کا جواب دیں گے اور پھر اس کے کارنامے پیش کریں گے۔

ایک جھوٹ اور سہی

ہمارے قارئین یہ تو جان ہی چکے ہیں کہ یزید کے میر یزید کے منشی یزید کو یگانہ روزگار عابد و زاہد تابعی تسلیم کر کے اسے صحابہ کا امام اور امیر ثابت

کرتے ہیں مگران کے امام دوم ابوبکر ابن العربی جن کا نام آپ گزشتہ صفحات میں کئی بار پڑھ چکے ہیں یزید کی امارت کو بزم خویش خلافت حقہ تسلیم کرانے کے بعد اسے صحابی بھی تسلیم کرانا چاہتے ہیں۔

چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل نے یزید کا تذکرہ صحابہ کرام میں کیا ہے اور اس کے تابعین کا ذکر شروع کیا ہے۔

ملاحظہ ہو:۔

وهذا احمد بن حنبل على تقسفه وعظيم منزلة فـى الـديـن وورعـه قد اد خلت يزيد بن معاوية فـى كتـاب الـز هـد انـه كان يقول فى خطبة اذا مرض احد كم مرضاً فا شقى ثم تمائل فلينظر الا افـجـل عـمـل عنده عنده قليلزمه ولينظر الـى أسو أعمل عندپ فليد عه وهزا يدل على عـظـيـم مـنـزلـة عـنـده حتـى يد خله فى جملة الـزادهـا مـن الـصـحابة والتابعين الذى يقتدى بقولهم وير عوى من وعظمهم، ونعم وما ادخله الا فـى جملة الصحابة قبل ان يخرج الى ذكر ا لتا بعين

﴿العواصم من القواصم ص ۲۳۲﴾

ترجمہ:۔

اور یہ امام احمد بن حنبل ہیں ان کا دین اور تقویٰ میں

عظیم مقام ہے انہوں نے اپنی کتاب الزہد میں یزید
بن معاویہ سے روایت نقل کی ہے کہ اس نے خطبہ میں
کہا تھا کہ جب تم میں سے کوئی آدمی بیمار ہو کر نزع
کے عالم میں پہنچ کر پھر تندرست ہو جائے تو وہ غور
کرے اور اس عمل کو لازم قرار دے لے جو افضل
ترین ہو اور پھر اپنے کسی برے عمل کو دیکھے تو اسے
ترک کر دے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یزید کا
مقام امام احمد بن حنبل کے نزدیک بہت بلند تھا حتیٰ
کہ امام احمد بن حنبل نے یزید کو ان زہاد صحابہ اور
تابعین میں شمار کیا ہے جن کی اقتداء کی جاتی ہے اور
جن کے واعظ سے لوگ گناہ چھوڑ دیتے ہیں اور ہاں!
امام احمد بن حنبل نے یزید کو صحابہ میں شمار کیا ہے اور پھر
اس کے بعد تابعین کا ذکر ہے

کیا یزید صحابی بن گیا

یہ ہے ترجمہ قاضی ابن عربی صاحب کی عبارت کا اب اس سے بڑھ
کر کذب وفریب دہی کی واردات کیا ہوگی کہ فرضی عبارت بنا کر امام احمد بن
حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب بھی کر دی جائے اور ان کی کتاب کا نام

بھی لکھ دیا جائے۔

آپ اندازہ کریں کہ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کے کئی سال بعد پیدا ہونے والے ایک ظالم بادشاہ کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی ثابت کرنے کے لئے فرضی عبارتیں بنا سکتا ہے وہ حقیقت بیان کرنے میں کہاں تک مخلص ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ یزید کی خلافت کو اور بیعت خلافت کو اعتراضات سے بچانے کے لئے قاضی صاحب نے جو ہاتھ پاؤں مارے ہیں وہ ان سب ان کے فلسفیانہ ذہن کی پیداوار ہے

ورنہ حقیقت سے تو اس کا دور کا بھی تعلق نہیں اور اب یہ شوشہ چھوڑ دیا ہے کہ امام احمد بن حنبل تو یزید کا تذکرہ صحابہ کرام میں کرتے ہیں۔

عباسی نے بھی اس روایت کو اپنی کتاب خلافت معاویہ و یزید کے صفحہ ٦٦ پر ابن عربی کے ہی حوالہ سے نقل کیا ہے اور حاشیہ میں لکھ دیا کہ موجودہ کتاب الزہد میں یہ روایت موجود نہیں۔

علاوہ ازیں تم نے بھی تو یزید پلید کی حضرت ابو درداء صحابی سے ان کے انتقال کے تیس سال بعد ہم نشینی ثابت کر ہی دی ہے آخر یہ غیر حقیقی باتیں اور تاریخی فراڈ کہاں تک تمہارا ساتھ دیں گے۔

جیسا کہ ہم پہلے بھی بتا چکے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ ہی وہ بزرگ ہیں جنہوں نے واضح طور پر یزید پلید کو کافر کہا اور مستحق لعنت قرار

دیا اور تم انہی امام صاحب پر تہمت لگا رہے ہیں کہ وہ اسی یزید کو صحابہ کرام کو شمار کرتے ہیں اور اس کی روائتیں بیان کرتے ہیں

شرم تم کو مگر نہیں آتی !

ہمارا چیلنج

اس سے قبل کے یزید پلید مکروہ ترین تصویر کا خاکہ قارئین کے سامنے لایا جائے اور اس کے مکروہ چہرے پر ڈالے ہوئے خاجیوں کی لفاظی کے پردے کے نقابوں کو نوچا جائے ہم دنیا بھر کے تمام یزید نوازوں کو چیلنج کرتے ہیں کہ اگر تم سب لوگ مل کر بھی جمہور اہل سنت کے کسی بھی مصدقہ کتاب سے یہ ثابت کردو کہ چاروں فقہی ائمہ کرام میں سے کسی ایک نے بھی یزید کو خلیفہٴ برحق ثابت کیا ہو اور امام حسین علیہ السلام کی شہادت کو خروج **عن الجماعت** قرار دیتے ہوئے فتنہ خیزی اور شر انگیزی کا نام دیا ہو تو ہم تمہیں مبلغ ایک ہزار روپے نقد ادا کرنے کے لئے ہمہ وقت تیار ہیں ذرا بھی سچائی کی رمق باقی ہے تو یہ انعام حاصل کرنے کی ضرور کوشش کریں۔ عبارات کو توڑ

مروڑ کے پیش کرنا تحقیق نہیں فراڈ ہے بہر حال یہ چیلنج
کر دینے کے بعد بھی ہمیں قطعی طور پر یقین ہے کہ یہ
انعام تم لوگ قیامت تک بھی حاصل نہیں کر سکو گے
کیونکہ ایسا ثبوت پیش کیا جانا محال ہی نہیں ناممکنات
سے ہے بہر صورت اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو
ثبوت پیش کرو بصورت دیگر اپنی اب تک کی گئی تمام
خرافات کو نذر آتش کرتے ہوئے از سر نو اسلام قبول
کر کے خدا تعالیٰ سے سابقہ گناہوں کی معافی طلب
کرو در توبہ تو وا ہی رہتا ہے، ممکن ہے کہ رحمت خدا
وندی تمہیں اپنے دامن میں جگہ دے دے، ورنہ تم
لعنت کے گھڑوں میں تو گر ہی چکے ہو، ہمارا دعویٰ ہے
کہ جمہور اہل سنت میں سے کسی اے کا بھی کبھی یہ
عقیدہ نہیں رہا کہ **نعوذ باللہ من ذالک**
امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام حکومت کے باغی
تھے اور یزید پلید خلیفہ برحق ہونے کے ساتھ ساتھ
متقی اور پرہیز گار بھی تھا اور اس کے نام کے ساتھ رضی
اللہ عنہ لکھنے کا جواز موجود ہے

بہر حال :۔

امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیگر علمائے اہل سنت سلف و خلف کی یزید کے بارے میں آراء ہم بالوضاحت آئندہ اوراق میں پیش کریں گے یہاں یزیدیوں کے سب سے بڑے حربہ کی قلعی کھولی جاتی ہے اور وہ حربہ ہے

حدیث قسطنطنیہ،، اسی روایت کی بنا پر ان لوگوں نے یزید کی شان بیان کرنے میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے ہیں اور اسی ہتھیار کے بل بوتے پر شان اہل بیت میں طعن و تشنیع کے تیر برسائے ہیں۔

بہر حال حدیث قسطنطنیہ کی تحقیق پیش خدمت ہے۔

خارجیوں کا سب سے بڑا حربہ

حدیثِ قسطنطنیہ

حدیثِ قسطنطنیہ

حمایتِ یزید پلید میں خارجیوں کے اسلحہ خانہ میں سب سے بڑا جو حربہ ہے وہ بخاری کی وہ حدیث ہے جس میں قیصر کے شہر یعنی قسطنطنیہ پر حملہ آور ہونے والی فوج کے لیے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے **مغفور لھم** فرمایا۔

خلافت معاویہ و یزید اور رشید ابن رشید میں اِس حربہ کو دو صد سے بھی زیادہ بار استعمال کرتے ہوئے عوام کو یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ یزید اِس فوج فوج میں بحیثیت جرنیل شامل تھا۔ اُس لیے وہ **مغفور لھم** کی بشارت میں شامل ہے۔ اور یہ کہ اُس کی مغفرت یقینی ہے۔

بلکہ رشید ابن رشید کے بے وقوف اور چربہ ساز مصنّف نے اس حدیث سے استنباط کرتے ہوئے یزید کو پیدائشی جنّتی کے لقب سے بھی ملقب کر دیا ہے۔ اور اس پیدائشی جنّتی کے جُملہ کو بھی اس نے بار بار دہرا کر عوام الناس کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کی ہے۔

چونکہ اس احمق الناس نے کسی بھی کتاب کے ماخذ کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا اور محض کتاب خلافت معاویہ و یزید کی تحریروں اور استدلال سے متاثر ہو کر ہی کتاب ترتیب دی ہے۔ اِس لیے وہ یقین واعتماد سے اس بات پر اڑا ہوا ہے کہ یزید پلید قطعی طور پر جنّتی ہے اور بشارتِ مغفرت کا

مصداق ہے۔

اس مجہول ترین انسان نما حیوان کو یہ تک بھی معلوم نہیں کہ عباسی ۔نے یہ استدلال پیش کرتے وقت کونسا فراڈ کھیلا ہے اور وہ فریب دیتے وقت کسقدر مضطرب ہے۔

مثل مشہور ہے ! کہ نقل کے لیے بھی عقل کی ضرورت ہوتی ہے۔اور جہاں عقل کا سرے سے ہی فقدان ہو وہاں سوائے جہالت کے اور کیا ہوگا۔

بہر حال ابو یزید جسے ہم ابنِ یزید کہیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔کا رنگ قطعی طور پر تقلیدی ہے۔اور وہ ان تمام تر روایات کے گردوپیش سے قطعی طور پر نا آشنا اور ناشنا سا ہے۔

وہ عباسی کی پیش کردہ ہر روائت کو جوں کا توں قبول کرتے ہوئے آیاتِ قرآنی سمجھ لیتا ہے۔اور پھر انہیں قطع برید شدہ روایات کا سہارا لیکر اپنی ذہنی غلاظت کو غلیظ اور غیر مہذب تحریروں کی صورت میں کاغذوں پر پھیلاتا چلا جاتا ہے۔

ان حالات میں سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ ابنِ یزید بٹ سے قطع نظر کرتے ہوئے عباسی کی ان تحریروں کو سامنے لایا جائے جن کے بل بوتے پر ابنِ یزید بٹ اور عباسی کے دیگر متبعین مسلسل ایمان سوز اور گمراہ کن پراپیگنڈہ کر رہے ہیں۔

چنانچہ پہلے ہم عباسی کی متعدد صفحات پر پھیلی ہوئی حدیثِ قسطنطنیہ کی بحث من وعن پیش کرتے ہیں اور بعد میں اس پر شارحینِ حدیث کا تبصرہ پیش کرتے ہوئے عباسی کی فریب کاریوں کا پردہ چاک کریں گے۔

ملاحظہ ہو !

خارجیوں کا استدلال

اس فوج کے امیر اور سپہ سالار امیر المومنین کے لائق فرزند امیر یزید تھے۔ یہی وہ پہلا اسلامی جیش تھا جس نے قسطنطنیہ پر جہاد کیا۔

اسی اسلامی فوج کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بشارتِ مغفرت دی تھی۔

صحیح بخاری کی کتاب الجہاد کے باب (**ما قیل فی قتال الروم**) یعنی رومی عیسائیوں سے جہاد کے ذکر میں فرمایا گیا ہے۔ کی حدیث یہ ہے۔

قال النبی صلی الله علیه وآله وسلم اول جیش من امتی یغزون مدینة قیصر مغفور لهم۔

ترجمه !

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ! میری اُمت کی پہلی فوج جو (قسطنطنیہ) پر جہاد کرے گی اُن کے لیے مغفرت ہے۔

﴿صحیح بخاری جلد اوّل ص ۴۱۰﴾

شارح صحیح بخاری علامہ قسطلانی نے مدینہ قیصر کی تشریح کی

ہے۔اس سے مُرادرومی نصرانیت کا صدر مقام قسطنطنیہ ہے۔پھراس حدیث

کے حاشیہ پرلکھاہے!

کان اول من غزا مدینة قیصر یزید بن معاویةو
معه جماعة من سادات الصحابه کا بن عمر و
ابن عباس و ابن الزبیر و ابی ایوب انصاری
رضی الله عنهم

مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) پرسب سے اول جہاد یزید بن معاویہ نے کیا

اوران کے ساتھ سادات صحابہ مثل ابن عمر وابن عباس وابن زبیراورابوایوب

انصاری کی ایک جماعت تھی۔

﴿حاشیہ ص ۴۱۰ جلد ا صحیح بخاری مطبوعہ اصح المطابع دہلی ۱۳۵۷ھ﴾

علامہ ابن حجر نے فتح الباری شرح بخاری میں فرمایا ہے کہ یہ

حدیث حضرت معاویہ اوراُن کے فرزند امیر یزید کی منقبت میں ہے۔ساتھ

ہی محدث المہلب کا یہ قول نقل کیا ہے۔

قال المهلب فی هٰذالحدیث منقبه المعاویه
لانه اول غزا البحر و منقبة مولده لانه اول غزا
مدینة قیصر

﴿حاشیہ بخاری جلداول ص ۴۱۰﴾

اس حدیث کے بارے میں محدث المہلب نے فرمایا ہے۔کہ یہ

حدیث منقبت میں ہے حضرت معاویہ کے کہ جنہوں نے سب سے پہلے بحری جہاد کیا اور منقبت میں ہے یہ ان کے فرزند (امیر یزید) کے کہ اُنہوں نے سب سے پہلے مدینہ قیصر قسطنطنیہ پر جہاد کیا۔

حضرت ام حرام زوجۂ حضرت عبادہ بن الصامت سے مروی ہے جن کے گھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیلولہ فرمایا اور بحالتِ خواب حضرت معاویہ کے بحری جہاد ، جہادِ قسطنطنیہ کی کیفیتوں کا انکشاف ہوا۔

اول جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا

﴿صحیح بخاری شریف جلد ۱ ص ۴۱۰﴾

علامہ ابن حجر **قد اوجبوا** کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں !

یعنی ان سب غازیوں کے لیے جنت واجب ہوگی۔

ابن تیمیہ نے صحیح بخاری کی حدیثِ جہاد کو نقل کرتے ہوئے لکھا ہے اور پہلی (اسلامی) فوج جس نے (قسطنطنیہ) پر جہاد کیا اس کے سردار امیر یزید تھے۔ اور لفظِ فوج ایک معیّن تعداد ہے مطلق نہیں یعنی اس فوج کے ہر شخص کا مغفرت میں شامل ہونا قوی تر ہے۔

اسی حدیثِ (مغفرت) کی خاطر (امیر) یزید نے قسطنطنیہ پر جہاد کیا۔

﴿منہاج السنۃ ص ۲۵۲ جلد ۲﴾

اس حدیث میں جن دو اسلامی لشکروں کے لیے وجوبِ جنت ومغفرت کی پیشگوئی لسانِ نبوی سے ہوئی کتاب الجہاد صحیح بخاری وکتاب الجہاد صحیح مُسلم پہلا اسلامی جیش حضرت امیر معاویہ کی قیادت میں تھا اور دوسرا اسلامی جیش امیر یزید کی سرکردگی میں تھا۔

امیر یزید کی اس فوج میں جیسا کہ ابھی ذکر ہوا بڑے بڑے صحابہ کرام یعنی حضرت ابوایوب انصاریؓ (میزبانِ رسول) نیز حضرت عبداللہ بن عمرؓ۔ عبداللہؓ ابن عباسؓ کے علاوہ ابنِ زبیرؓ اور حُسینؓ بن علیؓ شامل تھے۔

ابن کثیر نے حضرت حسین کی شرکتِ جہادِ قسطنطنیہ اور امیر یزید کے ساتھ اس فوج میں شامل ہونے کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

كان الحسين يغد الى معاوية فى كل عام فيعطيه ويكرمه وكان فى الجيش الذين غزو القسطنطنيه مع ابن معاوية يزيد

﴿البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۵۱﴾

ترجمہ !

حُسینؓ ہر سال معاویہ کے پاس جایا کرتے تھے کہ وہ ان کو عطیہ اور ان کا اکرام کرتے۔ وہ (حُسینؓ) اس فوج میں شامل تھے جس نے امیر معاویہ کے فرزند کے ساتھ قسطنطنیہ پر جہاد کیا تھا۔

﴿خلافت معاویہ ویزید ص ۲۹ تا ۳۲﴾

ان دلائل کے بعد خارجی عباسی نے اِدھر اُدھر کی تحریروں سے صرف یہ ثابت کرنے کوشش کی ہے کہ قسطنطنیہ کے جہاد میں سیّدنا امام حسین علیہ السلام بھی شامل تھے۔ اور یہ جنگ یزید پلید کی زیرِ کمان ہی لڑی گئی تھی۔ نیز یہ کہ ابوایوب انصاریؓ کا جنازہ بھی یزید نے ہی پڑھایا تھا۔ اور جنازہ کی نماز میں امام حسین علیہ السلام نے یزید کی اقتداء کی تھی۔

عباسی کی چالاکی

ان روایات کو بیان کرتے وقت خارجی مصنف نے ایک تو یہ ہوشیاری دکھائی ہے کہ شارحینِ حدیث کی عبارت کے محض اتنے ہی ٹکڑے نقل کیے ہیں جن سے اس کی مطلب براری ہوسکتی تھی اور دوسری چالاکی یہ کی ہے کہ حدیث میں بیان کیے گئے دو مختلف جیوش کی بشارتوں کو ایک جگہ جمع کر کے لکھ دیا کہ اس حدیث میں جن دو اسلامی لشکروں کے لیے وجوب جنت اور مغفرت کی پیشگوئی لسانِ نبوی سے ہوئی پہلا اسلامی جیش امیر معاویہ کی قیادت میں تھا اور دوسرا اسلامی جیش امیر یزید کی زیرِ قیادت تھا۔

اس خطرناک چالاکی کو بروئے کار لاتے ہوئے اس نے اور اس کے متبعین نے سینکڑوں بار اس بات کا اعادہ کیا ہے کہ یزید پلید پر حدیث کی رو سے جنت واجب ہوچکی ہے۔ اور یہ کہ وہ قطعی جنتی اور پیدائشی جنّتی ہے۔

اس سے بڑھ کر ان کی فریب کاری کی مثال اور کیا پیش کی جاسکتی

ہے کہ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو واضح طور پر فرما رکھا ہے کہ پہلے اسلامی جیش پر جنت واجب ہے اور دوسرے اسلامی جیش کے لیے وعدۂ مغفرت ہے۔

لیکن نام نہاد محققین نے انتہائی غیر محسوس طریقہ سے دونوں لشکروں کی بشارت کو ایک جگہ جمع کر کے یہ باور کرا دیا کہ ان دونوں کے لیے جنت واجب ہے۔ اور وعدۂ مغفرت ہے۔

جیسا کہ آپ سابقہ اوراق میں بھی یزید کی مدح سرائی کے ضمن میں ان کی متعدد تحریریں ملاحظہ کر چکے ہیں۔ حالانکہ جنت کے واجب ہونے اور اہلِ مغفرت ہونے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ جس کی وضاحت آگے آئے گی۔

خطرناک بے ایمانی

اب آپ ان لوگوں کی ان بے ایمانیوں اور دھوکا بازیوں کے دامِ تزویر کو دیکھیں جو انہوں نے شارحینِ حدیث کی عبارت نقل کرتے ہوئے پھیلانے کی کوشش کی ہے۔

چونکہ عباسی نے اپنے استدلال میں بخاری شریف کا حاشیہ پیش کرنے پر ہی اکتفاء کیا ہے۔ اس لیے سب سے پہلے آپ بخاری کی پوری حدیث اور بخاری کا وہ حاشیہ ہی پورے کا پورا ملاحظہ فرمائیں۔ جس کا کچھ

حصہ نقل کر کے بے ایمانی کے جوہر دکھائے گئے ہیں۔

بہتر ہے کہ آپ خارجی کی پیش کی گئی عبارت ایک بار پھر پڑھ لیں۔اور بعد میں پوری عبارت ملاحظہ فرمائیں۔

کٹی ہوئی عبارت

علاّمہ ابنِ حجر نے فتح الباری شرح بخاری میں فرمایا ہے کہ یہ حدیث معاویہ اور ان کے فرزند امیر یزید کی منقبت میں ہے۔ساتھ ہی محدّث المہلب کا یہ قول نقل کیا ہے۔

قال المهلب فی هذالحدیث منقبه المعاویه لانه اول غزا البحر و منقبة مولده لانه اول غزا مدینة قیصر

﴿حاشیہ بخاری ۱/۴۱۰ خلافت معاویہ ویزید ص ۳۰﴾

پوری عبارت

خارجی مصنّف نے لوگوں پر رعب جمانے کے لیے حدیث نقل کرنے کے بعد یہاں تک لکھا ہوا ہے کہ یہ بخاری شریف فلاں مطبع میں فلاں سن کی مطبوعہ ہے۔لیکن اس کی اصل عبارت ہضم کرتے ہوئے ڈکار تک نہیں لی ہے۔ملاحظہ ہو ! حدیث بخاری اور حاشیہ بخاری ،،

حدیث قسطنطنیہ

محدثین کی نظر میں

بخاری کی حدیث

حدثنا اسحٰق بن یزید الدمشقی حدثنا یحییٰ بن حمزہ حدثنی ثور بن یزید عن خالد بن معدان عنّ عمیر بن الاسود الانسی حدثہ انہ اتیٰ عبادہ بن الصامت وھو نازل فی ساحل حمص وھو فی بناءٍ لہ ومعہ امٍّ حرامٍ

قال عمیر محدثتنا امٍّ حرام انھا سمعت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول اول جیش من امتی یعترون البحر قد اوجبو قالت امّ حرام

قلت یا رسول اللہ انا فیھم قال انت فیھم قالت ثمہ قال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اول یغزو امتی مدینۃ قیصر مغفور لھم فقلت انا فیھم یا رسول اللہ قال لا

﴿ بخاری ص ۴۰۹ ، ۱۴۱۰ اصح امطابع دھلی ﴾

ترجمہ حدیث

راوی اسحٰق بن یزید دمشقی ، یحییٰ بن حمزہ ثور ،خالد بن معدان، عمر بن اسود عنسی سے روایت کرتے ہیں۔ کہ عبادۃ بن صامت ساحلِ حمص پر اُترے اور وہ ان کے خیمہ میں تھا اور ان کے ساتھ امّ حرام تھیں۔

حضرت عمیر فرماتے ہیں کہ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ میری اُمت میں سب سے پہلے جو لوگ سمندر میں جنگ کریں گے ان کے لیے جنّت واجب ہے۔

اِم حرام فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی یارسول اللہ میں انہیں میں ہوں ؟

آپ نے فرمایا !تم انہیں میں ہو۔

امّ حرام فرماتی ہیں !کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا !کہ میری امت میں سب سے پہلے جو لوگ قیصر کے شہر پر جہاد کریں گے ان کے لیے مغفرت ہے۔

میں نے عرض کی ان لوگوں میں میں ہوں؟

آپ نے فرمایا ! نہیں

حاشیہ بخاری

قولہ قد اوجبوا فعلوا وجبت لھم بہ

الـجـنة قوله مدينة قيصرائے ملک الروم قال قسطـلانی کان اول من غزا مدينة قيصر يزيد بـن مـعاوية و جماعت من سادات الصحابه کا بـن عـمـرو ابـن عباس و ابن الزبير وابی ايوب الانصاری و توفیٰ بها ابو ايو ب سنة و خمسين من الهجرة

انتهیٰ کـذا قـالـه فی الخير البـاری وفی الـفتح قـال الـمهـلب فی هٰذا الحديث منقبت لـمعٰوية لانه اول من غزا البحر و منقبة لو لده لا نـه اول من غزا مد قيصر و تعقبه ابن التين و ابـن المنير بما حاصلـه انه لا يلزم من دخوله فی ذٰلک العموم ان لا يخرج بدليل خاص اذلا يـختـلف اهـل الـعـلم ان قول صلی الله عليه وآلـه وسـلم مغفورلهم مشروط بان يكونوا من اهـل الـمغفرة حتیٰ لو ارتد احد ممن غزاها بعد ذالک لـم يـد خـل فی ذٰلک العموم اتفاقا فدل عـلـی ان الـماد مغفور لـمن وجد مشرط المغفرة فيه منهم

﴿ انتھیٰ بخاری جلد۱ ص ۴۱۰ ﴾

ترجمه حاشیه بخاری

قد اوجبوا ،،یعنی ان کے لیے جنت واجب ہے مدینہ قیصر یعنی

ملک روم ،

قسطلانی فرماتے ہیں !

کہ سب سے پہلے مدینہ قیصر (قُسطنطنیہ) پر یزید بن معاویہ نے جہاد کیا۔ اور اس کے ساتھ سردار صحابہ کی جماعت تھی جیسا کہ ابن عمر ابن عباس ابن زبیر اور ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنھم اجمعین اور ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ ۵۲ھ ھجری میں وہیں انتقال فرما گئے۔

خیر الباری اور فتح البخاری میں ہے کہ مہلب نے کہا اس حدیث میں معاویہ کی منقبت ہے کہ اس نے پہلی بحری لڑائی کی اور اُس کے بیٹے کی منقبت ہے کہ اُس نے قسطنطنیہ میں جنگ کی۔

اور تعاقب کیا ابن مہلب کا ابن تین اور ابن منیر نے کہ عموم میں داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ کوئی دلیل خاص سے خارج ہی نہ ہو سکے۔

کیونکہ اہل علم کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مشروط ہے کہ وہ لشکر اہلِ مغفرت سے ہوگا حتی کہ ان میں سے کوئی مُرتد ہو جائے تو وہ اس (بشارت) کے عموم میں ہرگز داخل نہیں

پس یہ دلیل ہے اس پر کہ **مغفور لھم** کی بشارت انہیں کے لیے ہے جن میں شرطِ مغفرت پائی جائے۔

یہ فریب کار

قارئین کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ خارجی عباسی نے کس طریقہ سے اپنی مطلب براری کے لیے مطلب کا ایک ٹکڑا نقل کر کے دوسروں کو دھوکا دینے کی کوشش کی ہے۔ اور کس جرأت و دلیری اور چوری اور سینہ زوری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کتاب کا نام صفحہ اور طبع ہونے کے مقام تک کا نام لکھ دیا۔

یہ لوگ ایسی حرکات محض اس وجہ سے پورے دھڑلے سے کر گزرتے ہوں کہ جن لوگوں کو متاثر کرنے کے لیے یہ سب کچھ کیا جا رہا ہے وہ اصل کتاب دیکھنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے۔

انہیں تو بس اردو نثر میں چٹ پٹی اور فصیح تحریر اور لچھے دار الفاظ کی ضرورت ہے۔ وہ نہیں جانتے کہ زلفِ محبوب کی طرح یہ پُر پیچ تحریریں ان کے ایمان و یقین کی راہوں میں بھی پیچ و خم پیدا کر دیں گی۔

شوخیِ تحریر کے یہ پیچ و خم
ہیں بھیانک راستے منزل نہیں

اور انہیں یہ تک محسوس نہیں ہوتا کہ یہ حسین و دلکش اندازِ تحریر اُن کے حُسنِ عقیدت و محبت کو قباحت و کراہت میں تبدیل کر کے رکھ دے گا۔

وہ سمجھتے ہیں کہ جب اتنے بڑے محدثین و محققین نے اسی راستہ کو پسند کیا تو ہم کیوں محروم رہیں۔

مگر انہیں کیا معلوم کہ محدثین و محققین کے نام پر ان کے ساتھ ایسا فراڈ کیا جا رہا ہے جو انہیں دولتِ ایمان سے ہی محروم کر کے رکھ دے گا۔

کون جانے پردۂ تحقیق میں
ہو رہی تکذیب ہے اسلام کی

خارجی عباسی نے بخاری کے حاشیہ پر دیا گیا علاّمہ قسطلانی شارح بُخاری کا ایک مُختصر قول نقل کر دیا گیا مگر یہ بتانا گوارا نہ کیا کہ امام قسطلانی نے اس حدیث کی پوری پوری شرح کس طرح بیان کی ہے۔

آپ نے اس اس حدیث کی طویل ترین شرح فرمانے کے بعد آخر پر لکھا ہے!

کہ ہم یزید کے متعلق ہرگز توقف نہیں کرتے بلکہ اس کے ایمان پر شک کرتے ہیں۔ اس پر مع اس کے اعوان و انصار کے اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

فنحن لا نتوقف فی شانه بل فی ایمانه لعنة الله علیه وعلیٰ انصاره وعلیٰ اعوانه

﴿ ارشاد الساری شرح بخاری جلد ۵ ص ۸۵ قسطلانی ﴾

علاّمہ قسطلانیؒ کی پوری عبارت ہم آئندہ اوراق میں پیش کر رہے ہیں۔ بتانا صرف یہ تھا کہ ان دین کے ڈاکوؤں کے اپنے ایمان کا کیا حال ہے جو اپنے ساتھ دوسروں کے ایمان کا جنازہ نکال دینے کے درپے ہیں۔

ان کا طریقۂ واردات

عظیم ترین جہالت اور سب سے بڑی حماقت ان دریدہ دہنوں کی تحقیق اور ریسرچ کے نام پر یہ ہے کہ ان کی نظر میں تمام مُفسّرین و محدّثین اور تمام مورّخین و محققین رافضی اور غالی شیعہ ہیں۔

تحیّر خیز ان کا یہ طریقۂ واردات ہے کہ جب کسی عظیم المرتبت ہستی کی عبارت کو قطع برید کر کے کوئی ایک آدھ جُملہ اُڑانا ہوتا ہے تو اُسے محقق بھی مان لیتے ہیں اور مُحدّث بھی، امام بھی کہہ لیتے ہیں اور علاّمہ بھی۔

مگر جب

اُس کی پوری عبارت عبارت سے واسطہ پڑتا ہے تو اُسے اُسی لمحہ غالی رافضی وغیرہ قرار دے دیتے ہیں۔ اور ایسی شرمناک وارداتیں انہوں نے اپنی کتابوں میں جگہ جگہ کی ہوئی ہیں۔ جن کی متعدّد جھلکیاں ہم بھی کسی مقام پر پیش کریں گے۔

تراشے جا چکے فرضی فسانے
حقیقت اب تجلّی بار ہو گی

بہر حال ہم اب اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں اور یزید لعین کے مغفور لهم کی بشارت میں شامل نہ ہو سکنے کے متعلق بخاری شریف کی اس حدیث کے بارے میں بخاری شریف کی متعدد شروح کی عبارت پیش کرتے ہیں

سب سے پہلے آپ عمدة القاری شرح بخاری المعروف عینی کی عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ پیشِ خدمت ہے۔

عمدة القاری شرح بخاری

امام بدر الدین عینی

قوله قد اوجبوا قال بعضهم ای وجبت لهم الجنة

قلت ! هذ الكلام لا تقضى هذا المعنى وانما معناه اوجبوا استحقاق الجنة وقال الكرمانى قوله اوجبوا ای محبة لا نفسهم

قوله اول جيش من امّتى يغزون مدينة قيصر اراد بها القسطنطنيه كما ذكرنا و ذكران يزيد بن معاوية غزا البلاد الروم حتى بلغ قسطنطنيه و معه جماعة من سادات الصحابه منهم ابن عمر و ابن عباس و ابن الزبير و ابو ايوب الانصارى و كانت وفاة ابى

ایــوب الا نــصــاری هــلـک قــریبــا مــن سـودالـقسطنطنیه فی سنة أثنتین و خمسین و قـال صـاحب الاة والاصح ان یزید ابن معاویه غـزا الـقسطنطنیه فی اثنین و خمسین و قیل سیـر الماویه جیشا کشیفا مع سفیان بن عوف الـی القسطنطنیه فارغلوا فی بلاد الروم و کان فـی ذٰلک الـجیـش ابن عباس ،ابن عمر و ابن ا لـزبیر ،ابـو ایـوب الانـصاری وتوفی ابو ایوب الانصاری فی موت الحصار

قـلــث الاظـهــران هٰو لآء الـسـادات من الـصــحابه کانوا مع سفیان هٰذا ولم یکو نوا مع یـزیـد بن معاویة لانه لم یکن اهلا ان یکون هٰو لآء السـادات فـی خدمته وقال المهلب فی هٰذا الـحـدیـث مـنـقبت لـماعویة کانوا اول من غزا الـبـحـر و مـنـقبة لـولـده یزید لانه اول من غزا مدینة قیصر انتهٰی

قـلـت ای مـنـقبة کـانـت لیزید و حالـه مشهـور (فـان قلت)قال صلی الله علیه و آله وسلم فی حق هٰذا الجیش مغفورلهم قلت قیل لا یلزم من دخوله فی ذٰلک العموم ان لا یخرج بـدلیـل خـاص اذلا یختلف اهل العلم ان قوله صلی الله علیه و آله وسلم مغفورلهم مشروط

بان یکونوا من اهل المغفرة حتی لو ادتدو احد
ممن غزا ھا بعد ذلک لم ید خل فی ذلک
العموم فدل علی ان المراد مغفور لمن وجد
شرط المغفرة فی منھم

﴿عمدۃ القاری شرح بخاری جز ۱۴ ص ۱۹۱﴾

ترجمہ

قد اوجبوا کے قول پر بعض نے کہا کہ ان کے لیے جنّت واجب ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ کلام ان معنوں کا مقتضی نہیں بلکہ اس کا معنی استحقاق جنّت کا وجوب ہے۔ اور کرمانی نے فرمایا کہ ان کی جانوں سے محبت واجب ہے۔

حدیث کا پہلا لشکر جو مدینہ قیصر پر جہاد کرے قسطنطنیہ جیسا کہ ذکر کیا اور یزید کا ذکر کیا اور یزید کا ذکر کہ کہ وہ بلاد روم میں جنگ کرتا رہا حتی کہ وہ قسطنطنیہ تک پہنچ گیا اور اس کے ساتھ سادات صحابہ کرامؓ کی جماعت تھی جن میں ابن عمر ، ابن عباس ، ابن زبیر اور ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنھم اجمعین تھے۔ اور وہیں پر ۵۲ ھجری میں ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے انتقال فرمایا۔

اور روائت ہے کہ معاویہ نے قسطنطنیہ میں سفیان ابن عوف کی معیّت میں لشکر بھیجا تھا جو کہ بلاد روم میں داخل ہوا اور اس جیش میں ہی ابن

عباس ،ابن عمر ،ابنِ زبیر اور ابوایوب انصاری تھے۔

اور محاصرہ کے دوران ہی ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی اور دیوارِ شہر کے قریب اُن کی قبر بنی۔ اور اُن کے وسیلہ سے لوگ قحط کے وقت دُعائیں مانگتے ہیں۔

ہم کہتے ہیں!

کہ یہ سادات صحابہ کرام سفیان بن عوف رضی اللہ عنہ کے زیرِ کمان تھے نہ کہ یزید بن معاویہ کی سرکردگی میں کیونکہ وہ ہرگز اس قابل نہیں تھا کہ یہ بزرگ صحابہؓ اُس کے ماتحت ہوں۔

اور اس حدیث میں مہلب کا یہ قول کہ اس میں معاویہ کی منقبت ہے کہ اُس نے پہلی بحری جنگ لڑی اور اُس کے بیٹے کی منقبت ہے کہ اُس نے مدینۂ قیصر پر جہاد کیا۔

ہم کہتے ہیں کہ اس میں یزید کی کونسی منقبت ہے۔ جبکہ اُس کا حال مشہور ہے۔

اگر تو کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جیش کے لیے مغفور لھم فرمایا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ عموم میں داخل ہونے کا یہ مطلب تو نہیں کہ وہ دلیلِ خاص سے بھی خارج نہ ہو سکے۔ کیونکہ اس میں اہلِ علم کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مغفور لھم مشروط ہے کہ وہ اہلِ مغفرت سے ہو۔

حتیٰ کہ کوئی ان غازیوں میں سے اس کے بعد ارتداد کرے تو وہ اس عموم میں داخل نہ ہوگا۔

پس یہ دلیل ہے اس پر کہ مغفور وہ ہے جس میں شرطِ مغفرت پائی جائے۔

فتح الباری شرح بخاری

ابن حجر عسقلانی

(یغزون مدینة قیصر) یعنی القسطنطنیه ، قال المهلب فی هذه الحدیث منقبة لمعاویة انه اوّل من غزا البحر و منقبة لولده یزید لانه اوّل من غزا لمدینة قیصر و تعقبه ابن التین و ابن المنیر بما حاصله ، انه لا یلزم من دخوله ذٰلک العموم ان لا یخرج بدلیل خاص اذ لا یختلف اهل العلم ان قوله صلی الله علیه و آله وسلم مغفورلهم مشروط بان یکونوا من اهل المغفرة حتی لو ارتدوا حز ممن غزاها ذالک لم ید خل فی ذالک العموم اتفاقاً فدل علی ان المراد مغفور لمن وجد شرط المعفرة فیه و منهم

﴿فتح الباری شرح بخاری جلد ششم ص ۱۰۲﴾

مدینۂ قیصر پر غزوہ

یعنی قسطنطنیہ پر چڑھائی۔ مہلب نے کہا ہے کہ اس حدیث میں معاویہ کی منقبت ہے کیونکہ اُس نے پہلی بار بحری جنگ لڑی اور اُس کے بیٹے کی منقبت ہے کہ اُس نے پہلی بار قسطنطنیہ پر چڑھائی کی۔

اور تعاقب کیا مہلب کا ابن تین اور ابن منیر نے کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کسی کو دلیل خاص سے بھی اس عموم سے خارج نہ کیا جا سکے۔

جبکہ اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول مغفور لھم مشروط ہے (اہلِ مغفرت سے)

حتی کہ اگر کوئی اس غزوہ کے بعد مُرتد ہو جائے تو وہ متفق علیہ اس عموم سے خارج ہے۔ پس یہ دلیل ہے جس میں شرطِ مغفرت پائی جائے۔

یزید کے حدیثِ قسطنطنیہ کے اخراج کی روائت عباسی خارجی کے نزدیک بھی اور شیخ الاسلام کی کتاب فتح الباری شرح بخاری سے نقل کی گئی ہے۔

اب کوئی ان نواصب وخوارج سے یہ پوچھے کہ تُم محدثین کرام کو شیخ الاسلام بھی تسلیم کرتے ہو اور اُن کی تحقیق کو بھی چیلنج کرتے ہو۔

تحقیق تو یہ ہے کہ اُنہوں نے اُس شخص کا قول بھی نقل کر دیا کہ جس نے یزید کو اس حدیث کے مطابق مغفور کہا۔ اور اُن محدثوں کا قول بھی نقل کر

رہا جنہوں نے پہلے قول کی تردید کی تھی۔

اور یہ تردید کرنے والے محدث ابن تین اور ابن منیر وہ لوگ ہیں جنہیں چوٹی کے ناقدین رجال میں شمار کیا جاتا ہے۔

کیاوں خارجی جو یزید کو ہر قیمت پر فرشتہ ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں یہ بتا سکتے ہیں کہ احادیثِ رسول کو تم زیادہ سمجھتے ہو یہ وہ محدثین کرام بہتر سمجھتے تھے جنہوں نے اس حدیث کی شرحیں لکھیں۔ مگر تم کیا جواب دو گے۔ تمہارے پاس سوائے کذ ابیّت کے رکھا ہی کیا ہے۔

بہرحال قارئین مزید حوالے دیکھیں۔

قسطلانی شرح بخاری

وكان اول من غزا الى مدينة قيصر يزيد بن معاوية و مع جماعة من سادات الصحابه ابن عمر و ابن عباس و ابن الزبير و ابى ايوب النصرى و توفى بها سنة اثنين و خمسين من الهره

استدل بها على ثبوت خلافة يزيد و انه من اهل الجنة لم قوله فى عموم قوله (مغفور لهم) و اجيب بان هذا جار على طريق الحمية لبنى أمية ولا يلزم من دخوله فى ذالك العموم ان لا يخرج بدليل خاص اذ لا خلاف ان قوله عليه السلام مغفور لهم مشروط بكونه

من اهل المغفره حتی لو ارتد واحد ممن غزاها
بعو ذالک لم یدخل فی ذالک العموم اتفاقا

﴿قسطلانی شرح بخاری جلد پنجم ص ۱۲۴ مطبوعہ مصر﴾

ترجمہ اور جو شہرِ قیصر قسطنطنیہ پر پہلی بار حملہ آور ہوا وہ یزید تھا۔ اور اس کے ساتھ سادات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا گروہ تھا۔ مثل ابن عمر، ابن عباس، ابنِ زبیر اور ابوایوب انصاری کے اور موخر الذکر نے ۵۲ھ ھجری میں وہیں انتقال فرمایا۔

اس سے مہلب نے یزید کی خلافت اور اُس کے جنّتی ہونے کی دلیل پکڑی ہے۔ کہ وہ مغفور لھم کے ارشاد کے عموم میں داخل ہے۔ اور اس کا جواب یہ دیا گیا کہ مہلب نے یہ بات بنیہ کہ حمایت کی وجہ سے کی ہے۔ اور یزید کے اس عموم میں داخل ہونے سے یہ ضروری نہیں کہ وہ کسی دلیلِ خاص سے بھی اس سے خارج نہیں ہوسکتا۔

کیونکہ اس پر اتفاق کیا جاچُکا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مغفور لھم مشروط ہے۔

اس شرط کے تحت وہ لوگ معفرت کے اھل ہونگے حتی کہ اگر کوئی شخص جنگ کے بعد مُرتد ہوجائے تو بالاتفاق اس بشارت سے خارج ہے۔

مغفور یا مقھور

اس حدیث کے متعلق دیگر شارحین بخاری نے بھی یہی سب کچھ لکھا

ہے۔ جو ہم نقل کر چکے ہیں۔ اس لیے باقی عبارات کو کسی دوسرے موقعہ کے لیے محفوظ رکھتے ہوئے ہم اخلاف یزید پلید سے یہ سوال کرتے ہیں کہ یزید مغفور تھا یا مقہور۔

مومن تھا یا مرتد۔

جنّتی تھا یا جہنّمی!

اور اس بات کا جواب تمہیں انہیں عبارتوں سے پیش کرنا ہوگا جن کا ایک حصہ کاٹ کر تم نقل کر دیتے ہو۔ اور باقی پوری عبارت بغیر ڈکار لیے ہضم کر جاتے ہو۔

تُم نے بُخاری کی حدیث بھی نقل کر دی اور مہلب کا قول بھی انہی شارحین سے نقل کر دیا جن کی پوری عبارات ہم نقل کر چکے ہیں۔

مگر تُم نے یہ نہ سوچا کہ اگر اس حدیث پر زور دیا گیا تو یزید پلید فاسق و فاجر سے بڑھ کر مُرتد بھی ثابت ہو جائے گا۔

ناجائز حمایت

محدثینِ کرام کی اس عبارت میں پہلے یہ بتایا گیا ہے کہ مُہلب کا قول بنو اُمیہ کی ناجائز حمایت کا پیش خیمہ ہے۔ اور یزید ہرگز اس عموم میں داخل نہیں، بلکہ معفور لھم کا قول قابلِ مغفرت ہونے کے ساتھ مشروط ہے۔ گویا یزید ہرگز قابلِ مغفرت نہیں اور وہ اس عموم سے خارج ہے۔

اور پھر دوسری بات جو محدّثین نے واضح کی ہے وہ یہ ہے کہ اس جنگ کے بعد ارتداد نہ کرنے والا شخص ہی قابلِ مغفرت ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ یزید کو محدّثین کا اس عموم سے خارج کرنا اُس کے مُرتد ہونے کی دلیل ہے۔

تعجب کی بات

کتنے تعجب کی بات ہے کہ مُسلّمہ محدثین کرام تو یزید کو اسی حدیث کی رو سے مُرتد اور مقہور ثابت کرتے ہیں اور نام نہاد محقّقین اس کے مغفور اور پیدائشی جنتی ہونے پر استدلال قائم کرتے ہیں۔

جہادِ قُسطنطنیہ

مؤرخین کی نظر میں

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قارئین کو یہ بھی بتادیا جائے کہ یزید پلید کا اس جنگ میں جانا کس نوعیت کا حامل ہے۔اس کے لیے ہمارے پاس متعدد کُتبِ تواریخ کا ذخیرہ موجود ہے۔مگر ہم مضمون کی طوالت سے گریز کرتے ہوئے صرف دو حوالے نقل کرنے پر اکتفاء کریں گے۔

چونکہ ہمیں معلوم ہے خارجی ٹولہ جنابِ محمد بن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ طبری تو کیا اُن کے نام سے ہی الرجک ہے اس لیے ہم نے پہلے بھی کوشش کی ہے کہ تاریخ طبری سے استدلال نہ قائم کیا جائے۔اور آئندہ بھی انشاء اللہ پوری کوشش کریں گے کہ بغیر انتہائی ضرورت کے طبری کا حوالہ نہ دیا جائے۔

چنانچہ ہم تاریخ کی مسلمہ کتابوں تاریخ کامل اور تاریخ ابن خلدون کی وہ عبارات نقل کرتے ہیں جو انہوں نے یزید اور جہاد قسطنطنیہ کے متعلق بیان کی ہیں۔

تاریخ کامل ابن اثیر

وقیل سنة خمسین سیر معاویة جیشا کثیفا الی بلاد الروم للغزاة وجعل علیهم سفیان ابن عوف و امر بنه یزید با لغزاة معهم فتثاقل و اعتقل فامسک عنه ابوه فاصاب الناس فی غزاتهم جوع و مرض شدید فا نشاء یزید یقول ما ان ابانی بما لاقت جموعهم

بـــالــفـرقــد نة مـــن حــمـــی و مـــن حــوم

اذا اتـكـــات عــلـــى الانـهــاط مـرتـفـعــاً

بـــديـــر مـــرأن عـــنـــدی اُمِّ كـــلــثـــوم

ام كـلـثـوم امـرءاة وهی انبة عبد الله بن عـامـر فبـلـغ معاوية شعره فاقسم عليه يلحقن بسفيـان فـی ارض الـروم ليصيببيه ما اصاب الناس۔

﴿تاریخ کامل ابن اثیر ص ۱۹۶ ، ۱۹۷﴾

اور ۵۰ھ میں معاویہ نے ایک لشکر جرار بلادروم کی طرف سفیان ابن عوف کی قیادت میں روانہ کیا اور اپنے بیٹے یزید کو اس لشکر میں شامل ہونے کا حکم دیا تو یزید حیلے بہانے بنا کر بیٹھ رہا۔

اس کے حیلوں بہانوں میں آ کر امیر معاویہ نے اُسے چھٹی دے دی۔

(خدا کی قدرت) کہ وہ لشکر ابتلاء کا شکار ہو گیا اور اُسے بیماری اور قحط نے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

یزید کو پتہ چلا تو وہ یہ شعر پڑھنے لگا۔

مجھے ہر گز اس کی پرواہ نہیں کہ ان لشکروں پر مقامِ فروقدانہ پر بخار اور سختی کی بلائیں نازل ہو گئی ہیں۔ جبکہ میں نے دیرمرآن میں اونچے تخت پر تکیہ لگایا ہوا ہے۔ اور اُمِ کلثوم میرے پاس بیٹھی ہوئی ہے۔

اُمِّ کلثوم عبداللہ بن عامر کی لڑکی اور یزید کی بیوی کا نام ہے۔

امیر معاویہ نے یہ شعر سُنے تو قسم کھالی کہ اب میں یزید کو سفیان بن عوف کے پاس ضرور بھیجوں گا تا کہ اس کو بھی ان مصیبتوں کا حصّہ ملے جو اسلامی لشکر پر نازل ہوئی ہیں۔

یہ ہے جذبۂ جہاد

عنقریب ہم اس سے ملتی جُلتی عبارت تاریخ ابن خلدون سے بھی پیش کریں گے۔ تاہم قارئین پر اس قدر تو واضح ہو ہی چکا ہے۔ کہ یزید پلید میں کس قدر جذبۂ جہاد تھا اور صحابہ کا یہ امام اور امیر کس قدر نشۂ جہاد میں سرشار تھا۔

حواریانِ یزید کو شرم آنا چاہیے کہ وہ کس بدنصیب اور بد بخت کی وکالت کر کے اپنے ایمانوں کو برباد کر رہے ہیں۔ اور نہیں سمجھتے کہ اکاذیب و اباطیل کے پلندے جمع کرنا اُن کے لیے جہنّم کی آگ بھی ثابت ہو سکتا ہے۔

کیا مجاہدین اسلام کی صف میں ایسے لوگوں کو شامل کیا جا سکتا ہے جو جہاد کا نام سُن کر بہانے تراشنے شروع کر دیں ؟

کیا یہ غازیانِ اسلام کی شان ہے کہ اسلامی جیوش آزمائش و ابتلاء کے دور سے گزر رہے ہوں اور اُن کا یوں تمسخر اُڑایا جائے کہ مُجھے ان

مصیبتوں کی کچھ پرواہ نہیں ،، میں نے اُنچے مقام پر مسند لگا رکھی ہے۔اور میری بیوی میری گود میں ہے۔

بے وقوفو ! مجاھد تو وہ تھا کہ جس کے بیٹے کو قتل کرنے کے لیے یزید نے مدینہ منوّرہ پر فوج کشی کی۔

جذبۂ جہاد تو اس کا نام ہے کہ صدائے جہاد سُنتے ہی تمام خواہشات کو ترک کر کے میدانِ جہاد میں آجائے اور پھر غسل دینے کے لیئے ملائکہ کی صف آجائے ،، اور پھر غسیلِ ملائکہ کے نام سے مشہور ہو۔

کس قدر تعجب کی بات ہے کہ تُم ایسے بد بخت کو مجاھدِ اعظم اور صحابہ کا سپہ سالار ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہو جو مجاھدین پر آنے والی مصیبتوں پر خوش ہوتا ہے اور اِس جہاد میں شامل نہ ہونے پر فخر کرتا ہے تُم اُسی کے لیے مغفور لھم کا قول ثابت کر رہے ہو۔

اور پھر اُس کا باپ محض اُس کا تفاخر توڑنے کے لیے زبردستی اُسے اُس فوج میں شامل ہونے کے لیے دھکیل کر بھیجتا ہے جو جہاد پر روانہ ہو چکی تھی اور مصیبت جھیل چکی تھی۔

تعجب ہے کہ تُم اُسے لشکر کا سپہ سالار بھی ثابت کر رہے ہو جو سفیان بن عوف کی زیرِ کمان پہلے ہی روانہ ہو چکا تھا۔اور اس کی تصدیق شارح بخاری علامہ عینی کی عبارت سے ہوتی ہے۔کہ قسطنطنیہ پر پہلی بار جہاد کرنے والے لشکر کے سپہ سالار سفیان بن عوف ہی تھے۔کیونکہ یہ ممکن نہیں تھا کہ

جلیل القدر صحابہ کا امیر یزید جیسے کھلنڈرے کو بنایا جاتا۔

تاریخ ابن خلدون اور جہاد قسطنطنیہ

اب آپ تاریخ ابن خلدون سے بھی اس واقعہ کی حقیقت ملاحظہ فرمالیں۔ پھر باقی بحث پیش کی جائیگی۔

امیر معاویہ نے ۵۰ھ میں ایک بہت بڑا لشکر سفیان بن عوف کی قیادت میں بلادِ روم کی طرف روانہ کیا۔ اور اپنے لڑکے یزید کو ان کے ہمراہ جانے کا حکم دیا لیکن یزید نے جانا پسند نہ کیا اور معذرت کر لی۔ اس پر امیر معاویہ نے اُس کی روانگی ملتوی کر دی۔

اتفاق سے مجاھدین کو اس جنگ میں اکثر مصائب کا سامنا ہوا۔ غلہ کی کمی اور مرض کی زیادتی سے بہت سے لوگ تلف ہو گئے۔ یزید کو خبر ہوئی تو وہ بے ساختہ اشعارِ ذیل پڑھنے لگا۔

ما ان ابانی بما لاقت جموعهم

بالفرقدنة من حمی و من حوم

اذا اتکات علی الانهاط مرتفعاً

بدیر مرأن عندی اُمّ کلثوم

یعنی !

مُجھ کو اس کی پرواہ نہیں کہ لشکر اسلام کو فرقدنہ میں سختی اور بدبختی کا سامنا کرنا پڑا۔ جبکہ میں نے بلند

ہو کر (دیر مران میں) رنگ برنگ قالینوں پر تکیہ لگایا

ہوا ہے۔ اور امِ کلثوم میرے پاس ہے۔

امیر معاویہ کے کانوں میں ان اشعار کی آواز پہنچی تو یزید کو جہاد پر بھیجنے کی قسم کھالی۔ چنانچہ یزید کو ایک جماعتِ کثیرہ کے ساتھ جس میں ابنِ عباس، ابنِ عمر ، ابن زبیر اور ابوایوب انصاری بھی تھے روانہ کیا۔

مجاھدین نے میدانِ جنگ میں پہنچ کر نہائت تیزی اور سختی سے جنگ شروع کی اور لڑتے بھڑتے قسطنطنیہ تک پہنچے۔ رومیوں نے قسطنطنیہ کی دیوار کے نیچے معرکہ آرائی کی۔ ان ہی معرکوں میں ابوایوب انصاری شہید ہو گئے اور قسطنطنیہ کی شہر پناہ کی دیوار کے نیچے مدفون ہوئے۔

تاریخ ابنِ خلدون کا متن ملاحظہ فرمائیں۔

بعث امیر معاویة سنة خمیس جیشا کثیفا الی بلاد الروم مع سفیان بن عوف و ندب یزید ابنه معهم فتثاقل فترکه ثُم بلغ الناس ان الغزاه اصابهم جوع و مرض و بلغ معاویه ان یزید اشد فی ذالک

ما ان ابانی بما لاقت جموعهم
بالفرقد نة من حمی و من حوم
اذا اتکات علی الانماء مرتفعاً
بدیر مرأن عندی اُمِ کلثوم

فحلف ليلحقن بهم فارفى جمع كثير جمعهم
اليه معاوية فيهم ابن عباس وابن عمر و ابن
الزبير و ابو ايوب الانصارى ودفن قريب من
سودها ورجع يزيد والعساكر الى الشام

﴿تاریخ ابن خلدون عربی جلد سوم ص ۱۰﴾

تاریخ ابنِ خلدون کا واضح ترین بیان پیش کردینے کے بعد اب ہم خارجیوں کے استدلال کو باطل قرار دینے کے لیے چند اصولی باتیں قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

چند اصولی باتیں

اول ۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ جہادِ قسطنطنیہ والی روائت راویوں کے اعتبار سے محل نظر ہے۔اور اگر یہ روائت بجائے بُخاری کے حدیث کی کسی اور کتاب میں ہوتی تو اس پر جرح کے انبار لگ گئے ہورے۔

دوم ۔ بنا بر صدق روائت !اگر یزید پلید اس جنگ میں برضا و رغبت بھی حصہ لیتا اور اس لشکر کا سپہ سالار بھی ہوتا تو جب بھی اس روائت میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس سے وہ پیدائشی جنّتی ثابت کیا جا سکے۔

اور مغفور لھم کا جملہ کسی شخص کے لیے قطعی جنّتی ہونے کا سرٹیفکیٹ نہیں ۔جیسا کہ اصحابِ عشرہ مُبشّرہ کے قطعی جنّتی ہونے کی بشارت سرکارِ دو

عالم نے دے رکھی ہے۔

اور نہ ہی مغفور لھم کا جملہ اصحابِ بدر کی طرح جو چاہو کرو کی ضمانت دے سکتا ہے۔ کیونکہ اُن لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُن کی پاکیزگی فطرت کے پیشِ نظر جو چاہو کرو کی اجازت دے رکھی تھی۔

بلکہ مغفور لھم کا فرمان **قد اوجبوا** کی بھی وُسعت نہیں رکھتا۔ اور اگر ہر دو لشکروں کا معاملہ ایک سا ہوتا تو حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہرگز دونوں کو علیحدہ نہ کرتے۔ بلکہ دونوں کے لیے ہی واجب ہونے کا ارشاد فرماتے۔

اگرچہ محدّثین نے **قد اوجبوا** سے جنّت کے علاوہ اور کچھ واجب ہونا بھی مراد لیا ہے۔

سوم ۔ اگر مغفور لھم کا مطلب پیدائشی جنّتی ہے تو ہر حاجی کو پیدائشی جنّتی قرار دینا ہوگا چاہے وہ حج کے بعد کسی کو قتل کرتا پھرے۔ اور خواہ اسلام سے ہی نکل جائے۔ کیونکہ حجّاج کے لیے اللہ تعالیٰ نے وعدۂ مغفرت فرما رکھا ہے۔

چہارم ۔ اگر مغفور لھم سے پیدائشی جنّتی مُراد لیا جائے تو ہر اُس شخص کو پیدائشی جنّتی کہنا ہوگا جو رمضان المبارک میں مُعتکف ہوتا ہے۔ خواہ وہ اعتکاف کے بعد ارتکابِ کبائر کرتا پھرے۔

کیونکہ حدیث شریف میں ہر اعتکاف کرنے والے کے لیے یہی جُملہ مغفور لھم اور اس کا واحد غفرلہ، موجود ہے۔

پنجم ۔ یہ کہ جس انداز سے یزید کو دھکیل کر میدانِ جہاد میں بھیجا گیا ہے۔ اس سے ہرگز وہ مغفور لھم کا مصداق قرار نہیں پاتا کیونکہ یہ یزید کا جہاد نہیں تھا بلکہ امیر معاویہ کی قسم پوری کی گئی تھی۔ اس لئے کہ جب تک کوئی شخص خود جذبۂ جہاد سے سرشار ہو کر میدانِ جنگ میں نہ جائے مجاھدین کی صف میں شمار نہیں ہوسکتا۔ ورنہ منافقینِ مدینہ بھی تلواریں اُٹھا کر اسلامی لشکر کے دوش بدوش میدانِ کارزار میں پہنچ جاتے تھے۔ مگر اُن کی اسلام کی طرف سے لڑائی کو بھی جہاد کا نام نہیں دیا جاسکتا۔

اور یہ حقیقت ہے کہ یزید نے اپنی مرضی سے نہیں بلکہ منافقوں کی طرح پنجابی محاورے کے مطابق

بدّھیاں لاہور ویکھیا،،

ششم ۔ یہ کہ اگر فرض کرلیا جائے کہ یزید اس وقت نہائت دیندار متّقی اور پرہیز گار تھا اور جذبۂ جہاد سے سرشار ہوکر قسطنطنیہ پر حملہ آور ہوا تھا اور وہ اس وقت جلیل القدر صحابہ کا سپہ سالار بھی تھا تو جب بھی اس کے بعد کے کرتوت اُسے داخلِ جہنّم کرنے کیلیے کافی ہیں۔

اور اس پر مورخین کا ہی نہیں بلکہ مُحدثین کا بھی اجماع ہے۔ جس کے بیشمار ثبوت آئندہ اوراق میں بھی پیش ہونگے۔

ان ضروری وضاحتوں کے بعد ہم نہائت اختصار کے ساتھ اس حدیث کے راویوں کا تعارف پیش کرتے ہیں اور چند ایک ضروری حوالہ جات نقل کرنے کے بعد اس مضمون کو ختم کرتے ہیں۔

حدیثِ قسطنطنیہ کے راوی

حدثنا اسحٰق بن یزید الدمشقی، حدثنا یحیٰی بن حمزۃ حدثنی ثور بن یزید عن خالد بن معدان انّ عمیر بن الاسود العنسی

﴿بخاری جلد اوّل ا ص ۴۰۹﴾

یعنی ا۔ اسحٰق بن یزید دمشقی ، ۲۔ یحیٰی بن حمزہ ، ۳۔ ثور بن زید ، ۴۔ خالد بن معدان ، ۵۔ عمیر بن اسود عنسی۔

ان پانچوں بزرگوں کا تعارف بخاری ہی میں اسماٗ الرجال کے تحت اس طرح ہے۔

ا۔ اسحٰق بن یزید بن ابراہیم ،، یہ دمشقی ہیں۔ جیسا کہ متن میں بھی اس کی وضاحت موجود ہے۔

۲۔ یحیٰی بن حمزہ بن واقد ابو عبدالرحمٰن دمشقی ،، یعنی یہ بزرگ بھی دمشق ہی کے رہنے والے ہیں۔

۳۔ صود بن زید الحمصی ،، یہ بزرگ حمص کے رہنے والے ہیں۔

۴۔ خالد ابن معدان الکلاعی

۵۔ عمیر بن الاسود العنسی

پہلے دونوں بزرگ دمشق کے رہنے والے ہیں۔ اور تیسرے بزرگ ساکنِ حمص ہیں۔

قارئین کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ جس طرح عراق میں روایات کا ایک کارخانہ تھا اسی طرح دمشق وحمص میں بھی ایسے ہی کارخانے معرض وجود میں آ چکے تھے۔

چونکہ یہ مضمون ہمارا مضمون نہیں اس لیے ہم اسے چھیڑنا ہرگز پسند نہیں کرتے۔ تاہم مندرجہ بالا بزرگوں کا تعارف تعدیل و جرح رجال کی کُتب سے پیشِ خدمت ہے۔

پہلے بزرگ اسحٰق بن یزید دمشقی کے متعلق مشہور محدّث ابن ابی حاتم کہتے ہیں ۔ کہ اُن سے میرے باپ نے روائت لکھی اور میں نے ابوزرعہ سے سُنا وہ فرماتے تھے میں نے اُس کا زمانہ پایا مگر اُس سے روائت نہیں لکھی۔

قال ابن ابی حاتم کتب عنہ ابی وسمعت ابا زرعہ یقول ادرکناہ ولم نکتب عنہ

(میزان الاعتدال ، تہذیب التہذیب)

دوسرے راوی یحیٰی بن حمزہ کے متعلق محدّثین لکھتے ہیں۔ کہ ان پر

قدریہ فرقہ سے تعلق رکھنے کا الزام ہے۔ اور ابن معین کہتے ہیں کہ وہ قدری تھے۔

کان یرمی بالقدر راوی عن ابن معین انہ کان قدریا

(میزان الاعتدال ، تہذیب التہذیب)

تیسرے راوی ثور بن یزید حمصی کے متعلق محدثین لکھتے ہیں کہ یہ قدری مذہب رکھتا تھا۔ اس کا دادا جنگِ صفین میں قتل ہوا اور وہ امیر معاویہ کے ساتھ تھا۔ چنانچہ ثور بن یزید حضرت علی کا ذکر کرتا تو کہتا کہ میں ایسے شخص کو دوست نہیں رکھتا جس نے میرے دادا کو قتل کیا ہو۔ اور اس کو قدریہ مذہب رکھنے کی پاداش میں اہلِ حمص نے شہر سے نکال دیا تھا۔

یقال انہ قدریا و کان جدہ قتل یوم صفین مع معاویۃ وکان ثوراً اذا ذکر علیاً قال لا احب رجلاً قتل جدی نفاہ اہل حمص لکونہ قدریا

تہذیب التہذیب جلد دوم ص ۳۴ عسقلانی ۔ تقریب التہذیب جلد ص ۴۷

امام احمد بن حنبل رماتے ہیں کہ ثور قدریہ عقائد رکھتا تھا اس لیے شہر بدر کیا گیا۔ اور اس کا گھر جلا دیا گیا اور اس کے قدری ہونے پر کلام کیا گیا،

قال احمد بن حنبل کان ثور یری القدر وکان اہل الحمص نفوہ اخرجوہ و اجرقوا دارہ

میزان الاعتدال جلد ۱ ص ۳۸۴ ذہبی ، الکشاف

مطبوعہ مصر جلد ۲ ص ۱۷۵

بُغض حضرت علی کا اقرار کرنے والا راوی

اگرچہ چوتھے راوی خالد بن معدان کے متعلق بھی مُحدثین کوئی اچھی رائے نہیں رکھتے بلکہ لکھتے ہیں کہ وہ مُرسل روایات بیان کرتے ہیں۔

محترم قارئین ہم مضمون کو زیادہ پھیلاؤ سے بچانے کے لیے انہیں بھی قلم انداز کرتے ہیں اور پہلے دونوں شامی و دمشقی بزرگوں کو بھی باوجود قدری وغیرہ ہونے کے نظر انداز کر دیتے ہیں اور صرف تیسرے راوی جنابِ ثور کے متعلق ضرور سوال کریں گے کہ کیا صرف اسی ایک راوی کی وجہ سے قصرِ روائت زمین بوس ہو سکتا ہے یا نہیں جبکہ وہ قدری ہونے کے ساتھ ساتھ دشمنِ علیؑ بھی ہے اور خود اقرار کرتا ہے کہ میں علی کو دوست نہیں رکھتا،،

حالانکہ صحیح روائت کے مطابق علی کا دوست ہونا ہی مومن کی نشانی ہے اور علی سے محبت نہ رکھنا ہی منافق ہونے کی دلیل ہے۔

خارجیوں کے مطابق تو یہ راوی یقیناً ثقہ ہو گا مگر اھلِ سُنت کے مطابق دُشمنِ علی اور قدریہ مذہب کا پیرو کس طرح قابل اعتماد ہو سکتا ہے جبکہ وہ اپنے آباؤاجداد سے لیکر بنواُمیّہ کا نمک خوار بھی ہو ؟

اگر یہ درست ہے کہ شیعانِ علی کی وہ روایات لائق اعتماد نہیں جو وہ اھلبیت کی شان میں بیان کریں تو پھر شیعان بنواُمیّہ کی وہ روائت کس طرح

قابلِ اعتماد ہوسکتی ہے جس سے بنوامیہ کے کسی فرد کی شان کا کوئی پہلو نکلتا ہو۔

حدیث قسطنطنیہ کے متعلق اس وضاحتی نوٹ کے بعد ہم ایسی روایات پیش کرتے ہیں جن میں لفظِ مغفور کا مفہوم موجود ہے مگر قطعی جنّتی ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

غفرلہ کی بشارت

عن ابی ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم من یقم لیلۃ القدر ایماناً واحتساباً غفرلہ من ذنبہ

بخاری شریف جلد اوّل صفحہ ۱۰

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، روائت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو ایمان کی حالت میں لیلۃ القدر میں جاگتا رہے تو اُس کے پہلے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔

اسی طرح بخاری شریف میں ہی رمضان المبارک میں عبادت کرنے والوں کے لیے وعدۂ مغفرت ہے۔

اگر مندرجہ بالا روائت میں یہ شرط موجود ہے۔ کہ اس میں عبادت کرنے والوں کے اس سے پہلے کے تمام گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور مغفور لھم میں ماتقدم من ذنبہ کی شرط موجود نہیں،، مگر جیسا کہ ہم بیان کرچکے ہیں

محدّثین نے اسے بھی مشروط کر دیا ہے۔ کہ بشرطیکہ وہ اہلِ مغفرت ہو۔

اب ان حالات میں اگر کسی مومن کے شب قدر میں جاگ لینے اور رمضان المبارک میں عبادت کر لینے پر بشارتِ مغفرت موجود ہے تو قسطنطنیہ میں دھکیل کر بھیجے گئے نام نہاد مجاہد کو سر پر کیوں اُٹھایا جا رہا ہے؟ جبکہ وہ اپنے کرتوتوں کی وجہ سے اس عموم سے خارج قرار دیا جا چکا ہے۔

علاوہ ازیں کُتب احادیث میں یہی پورے کا پورا جملہ مغفور لھم اعتکاف کرنے والوں کے لیے بھی موجود ہے۔

کیا اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ کوئی شخص ایک بار اعتکاف کر لے اور پھر جس قسم کے بھی چاہے جرائم کرتا پھرے پیدائشی جنّتی بن چُکا ہے۔

بہر حال حدیثِ قسطنطنیہ سے یزید کو پیدائشی جنّتی ثابت کرنے کا استدلال لغو اور واہیات ہے۔ اور ایسی باتیں خلف وسلف سے سوائے موجودہ خاجیوں کے کسی نے بھی نہیں کیں۔

مُہلب اور ابنِ تیمیہ وکلائے بنو اُمیہ نے اگرچہ اس سے یزید کے جنّتی ہونے کی دلیل قائم کی ہے مگر یہ پیدائشی جنّتی کا شوشہ ابنِ یزید وغیرہ کا ہی چھوڑا ہوا ہے۔

اگرچہ انہی الفاظ پر حدیثِ قسطنطنیہ کی بحث کو ختم کیا جا رہا ہے مگر جو بیان اب ہم شروع کرنے والے ہیں وہ بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی

ہے۔جس سے قطعی طور پر واضح ہو جائے گا کہ یزید کو حدیث قُسطنطنیہ کے مغفورین میں کسی بھی صورت شامل نہیں کیا جا سکتا حالانکہ وہ روائت بھی کئی طریقوں سے کمزور ہوتی ہے۔ جسمیں جہادِ قُسطنطنیہ کی فضیلت درج ہے۔

حرفِ آخر

درج ذیل عبارت صرف محض ابنِ یزید کے لیے پیش کی جارہی ہے۔کیونکہ یہ ناصبی ہونے کے ساتھ ساتھ اہلحدیث یعنی وہابی ہونے کا بھی دعویدار ہے۔اور یزید کو جنّتی بنانے کے لیے وہابیوں کے پیچھے پیچھے بھی بھاگتا ہے۔اور اس سلسلہ میں اپنے طائفہ سے کئی ایک فتوے بھی حاصل کر چکا ہے۔

عبّاسی کو یہاں اس لیے نہیں مخاطب کیا کہ وہ سرے سے کسی بھی مسلک کا پیرو کا نہیں۔اور اپنی ذات کو ہی امام الائمہ مُتصوّر کیے ہوئے ہے۔

بہرحال آخر پر حدیثِ قسطنطنیہ کے بارے میں وہابیوں کے پیشوا علاّمہ وحید الزمان کا تبصرہ پیشِ خدمت ہے۔

تیسیر الباری شرح بخاری

علامہ وحید الزّمان

دوسرا جہاد قُسطنطنیہ پر ہوا۔ یزید بن معاویہ اس لشکر کا سردار تھا۔ اِس میں بہت سے صحابہ شریک تھے۔ جیسے ابن عمرؓ ابن عباسؓ ، ابنِ زبیرؓ اور ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم

اس حدیث سے بعضوں نے یہ مطلب نکالا ہے جیسے مہلب نے کہ یزید کی خلافت صحیح ہے اور وہ بہشتی ہے۔

میں کہتا ہوں ! سبحان اللہ

اس حدیث سے یہ کہاں نکلتا ہے کہ یزید کی خلافت صحیح ہے؟

کیونکہ جب یزید قسطنطنیہ پر چڑھائی کر کے گیا اُس وقت تک معاویہ زندہ تھے، اُن کی خلافت تھی اور اُن کی خلافت تا حیات باتفاق علماء صحیح تھی۔ اب لشکرالوں کی بخشش ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اُس کا ہر فرد بخشا جائے اور بہشتی ہو۔

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک شخص خوب بہادری سے لڑ رہا تھا اور آپؐ نے فرمایا کہ وہ دوزخی ہے۔ اور بہشتی ہونے میں خاتمہ کا اعتبار ہے۔ یزید نے پہلے بڑا اچھا کام کیا کہ قسطنطنیہ پر چڑھائی

کی مگر خلیفہ ہونے کے بعد تو اُس نے وہ گُن پیٹ سے نکالے کہ معاذ اللہ امام حُسین کو قتل کرایا، اہلِ بیتِ رسول کی اہانت کی ، جب سر مبارک امام کا آیا تو مردود کہنے لگا میں نے بدر کا بدلہ لے لیا ہے۔

اور مدینہ منورہ پر چڑھائی کی ، حرمِ محترم میں گھوڑے باندھے، مسجد نبوی اور قبر شریف کی توہین کی ۔ان گناہوں کے بعد بھی کوئی یزید کو بہشتی کہہ سکتا ہے ؟

قسطلانی نے کہا تھا یزید اما مُحسین کے قتل سے خوش اور راضی تھا اور اہلِ بیت کی اہانت پر بھی۔اور یہ امر متواتر ہے۔اِس لیے ہم اِس باب میں توقف نہیں کرتے۔ بلکہ اُس کے ایمان میں ہمیں کلام ہے۔اللہ کی لعنت اس پر اور اُس کے مددگاروں پر۔

تیسیر الباری شرح بخاری جز ۱۱ ص ۹۲ مولف وحید الزمان

بخاری پر بخاری

یزید کے کاسہ لیسوں اور غاشیہ برداروں کو بخاری شریف میں وہ روائت تو نظر آ گئی جس میں پکڑ دھکڑ کر یزید کو ٹھونسا جا رہا ہے۔مگر اس حدیث سے قطعی طور پر آنکھیں بند ہو چکی ہیں جس میں واضح طور پر یزید کو دشمن اسلام اور ملحد قرار دیا گیا ہے۔جس کے دور کو فتنوں کا دور اور جس کی امارت کو بے وقوفوں کی امارت قرار دیا گیا ہے۔

وہ منحوس امارت جس کو مُخبرِ صادق، رسولِ برحق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتنوں کا دور قرار دیا ہے۔ اسلام سے بغاوت اور سرکشی کا دور کہا ہے۔ بدعت والحاد کا دور کہا ہے۔

یہ روائت بھی ہم بخاری شریف سے ہی پیش کریں گے اور پھر شارحینِ حدیث کی روشنی میں واضح کریں گے کہ یزید پلید فاسقو فاجر اور ملعون ہے۔ اور اس کا دورِ امارت اسلام کا روشن دور نہیں بلکہ اسلام کی صورت مسخ کر دینے والا دور منوس تر اور تاریک ترین دور ہے۔

اور اس حدیث کی موجودگی میں یزید ہر گز ہر گز مغفورین قسطنطنیہ میں شامل نہیں ہو سکتا۔ اور اُسے پیدائشی جنّتی قرار دینا محض خوارج ونواصب کی ذہنی اختراع ہے۔

بات میں بات

یہی نہیں بلکہ ان لوگوں کی دریدہ ذہنی کا یہ عالم ہیکہ یہ مروان جیسے گُستاخِ اھلِ بیتؑ اور دُشمنِ صحابہ کرامؓ کو بھی امیر المومنین اور امیر مروان کے القابات دیتے ہیں۔ اور اس کے نام کے ساتھ فخریہ طور پر رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھتے ہیں۔

اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ مروان کو اھلِ بیتِ رسول سے بے پناہ مُحبّت تھی۔

حالانکہ اسلام میں تمام فسادات کی جڑ مروان ہے۔ چنانچہ اکثر محدّثین نے اس پر لعنت کرنا جائز قرار دیا ہے۔

ہم نے مروان کے وہ تمام کرتوت اپنی کتاب (مُشکل کُشا) میں شرح و بسط کے ساتھ نقل کیے ہیں جو اس سے سازشوں اور فتنوں کی صُورت سے سرزد ہوئے۔

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ نے اُسے اپنے بھائی عبد الرحمن بن ابی بکر کی شان میں گستاخی کرنے کے جواب میں فرمایا تھا کہ رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم نے تیرے باپ پر اُس وقت لعنت کی تھی جب تُو اُس کی پُشت میں تھا اور فرمایا تھا کہ جو اُس کی پُشت میں ہے ہماری اُمت کے لیے خرابی ہے۔

چنانچہ ابنِ حجی عسقلانی وغیرہ نے یہ روائت اس طرح بیان کی ہے۔

اُمت کے لیے خرابی

نافع بن جبیر بن مطعم اپنے باپ سے روائت بیان کرتے ہیں ہم نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے کہ حکم بن ابوالعاص (مروان کا باپ) گزرا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! جو کچھ اس کی پُشت میں ہے ہماری اُمّت کے لیے خرابی ہے۔

اور ابن خیثمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن کے بیعتِ یزید کے انکار کرنے کے معاملہ میں فرمایا ! مگر اے مروان تُو گواہ ہو جا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیرے باپ پر اُس وقت لعنت کی جب تُو اُس کی پُشت میں تھا۔

متن یہ ہے۔

حدثنی نافع بن جبیر بن مطعم عن ابیہ قال کُنا مع النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضمر الحکم بن ابی العاص فقال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ویل الامتی مما فی صلب ھذا ، وروی ابن ابی خیثمہ من حدیث عائشۃ انھا قالت لمروان قصۃ اخیھا عبدالرحمٰن امتنع من البیعۃ لیزید بن معاویۃ اما انت یا مروان فاشھد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لعن اباک وانت فی صلبۃ

﴿الاصابہ جلد اوّل ص ۳۴۴﴾

الاستعیاب میں یہ روائت اس طرح ہے کہ عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے مروان کو فرمایا کہ بیشک تیرا باپ لعنتی ہے۔ اور ابن خیثمہ کے طریق سے ہے کہ اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے بھائی عبدالرحمٰن بن ابو بکرؓ کے معاملہ میں فرمایا ! کہ اے مروان تُو گواہ ہو جا کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیرے باپ کو اُس وقت لعنتی کہا تھا جب تُو اُس کی پُشت میں تھا۔

فاما قول عبدالرحمٰن ان اللعین ابوک فروی عن عائشۃ من طرق ذکرھا ابن ابی خیثمۃ وغیرہ انھا قالت لمروان اذ قال فی اخیھا عبدالرحمٰن ما قال اما انت یامروان فاشھد ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لعن اباک فی صلبہ

الاستعیاب جلد ۱ ص ۳۱۷

ضرور برا کھو

شاہ عبدالعزیز محدّث دہلوی اپنے فتاوی ۶ میں اس حقیقت کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں کہ!

اھلِ بیت سے محبت فرائضِ ایمانی سے ہے نہ کہ لوازم سُنّت۔ اور محبتِ اھلِ بیت کا تقاضا ہے کہ مروان علیہ اللعنۃ کو بُرا کہنا چاہیے۔ اور اُس سے دل بیزار رکھنا چاہیے۔ علالخصوص اُس نے نہائت بد سلوکی کی حضرت امام حُسینؓ اور اھلِ بیت کے ساتھ اور کامل عداوت رکھتا تھا ان حضرات کے ساتھ۔ اس خیال سے اس شیطان سے نہائت ہی بیزار رہنا چاہیے۔

فتاوی عزیزیہ مترجم ص ۳۸۰

الغرض محققین ومحدثین کے نزدیک مروان کا دُشمنِ اھلِ بیت ہونا قطعی مُسلّمہ امر ہے۔ جبکہ اس کے برعکس عباسی وغیرہ نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مروان برا محبِّ اہلبیت تھا اور خانوادۂ رسول کا نہائت

احترام کرتا تھا۔

مروان کا ذکر اس جگہ عجیب سا ضرور معلوم ہوتا ہوگا مگر جو ہم یزید کے متعلق بخاری کی روائت پیش کرنے والے ہیں اس کے ساتھ مروان اور آلِ مروان کا نہائت گہرا تعلق ہے۔ اس لیے ضروری تھا کہ یہ چند باتیں قارئین کے علم میں لاکر وہ روائت بیان کی جاتی تاکہ حقیقت سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے آسانی پیدا ہو جاتی۔ بہرحال اب آپ بخاری کی وہ روائت ملاحظہ کریں جس میں یزید پلید کے دورِ حکومت کو اُمت کی ہلاکت کا دور کہا گیا ہے۔

امّت کی ھلاکت کا سبب

بے وقوف اور ملعون یزید

بخاری شریف

باب قول النبی صلی الله علیه وآله وسلم هلاک امتی علی یدی اغیلمة السفها حدثنا موسیٰ بن اسمٰعیل قال حدث عمر بن یحییٰ بن سعید ابن عمروبن سعید قال اخبر نی جدی قال کنت جا لساً مع ابی هریرة فی المسجد النبی صلی الله علیه واله وسلم بالمدینة ومعنا مروان قال ابو هریرة سمعت الصادق والمصدوق صلی الله علیه وآله وسلم یقول هلکة امتی علی ایدی غلمة من قریش فقال مروان لعنة الله علیهم فقال ابو هریرة لو شئت ان اقول بنی فلاں وبن فلاں

﴿بخاری شریف جلد دوم ص ۱۰۴۶﴾

ترجمہ!

باب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد کا کہ میری امّت کی ہلاکت بے وقوف لڑکوں کے ہاتھوں ہوگی۔

موسیٰ بن اسمٰعیل روائت فرماتے ہیں کہ روائت بیان
کی عمر بن یحیٰی بن سعید بن عمر بن سعید نے کہ خبر دی مجھ
کو میرے دادا نے کہ میں مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم میں بیٹھا ہوا تھا اور ہمارے ساتھ مروان بھی تھا
۔ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے
صادق ومصدوق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے
سنا ہے کہ میری امت کی ہلاکت چند قریشی لڑکوں کے
ہاتھوں سے ہوگی تو مروان نے کہا ان لڑکوں پر لعنت
ہو یہ سن کر حضرت ابو ہریرہؓ نے فرمایا کہ اگر تو چاہے تو
میں یہ بھی بتا سکتا ہوں کہ وہ فلاں ابن فلاں ہیں ۔

حاشیہ بخاری

یہ قول ہے کہ بے وقوف لڑکے جو گناہوں پر مضبوطی سے قائم ہوں
گیا اور ابن اثیر کہتے ہیں کہ ان سے مراد بنو امیّہ کے لڑکے ہیں اور ان کی
بلوغت ان کے خلاف نہیں ،امت کا ہلاک ہونا ،اس سے مراد اس زمانہ کے
لوگوں کی ہلاکت ہے اور یہ قیامت تک کے لئے تمام امت کے لئے نہیں
،لڑکوں کے ہاتھوں سے جیسا کے یہ روایت اکثر نے بیان کی اور روایت کیا
سرخسی اور کشمیھنی نے اوپر ہاتھوں کے ساتھ جمع کے لئے اور یہ قول کہ لعنت ہو

بیٹے ہیں پس اللہ تعالیٰ کا اس کی زبان سے یہ کہلا دینا ان کے ﴿ملعون﴾ ہونے پر شدید حجت ہے اور بے شک طبرانی وغیرہ کی حدیث میں لعنت ہے مروان کے باپ حکم پر اور اُس پر جو اُس نے پیدا کیا۔

اور یہ قول کہ احداثا جمع حدیث یعنی نوجوانوں اور ان کا پہلا یزید ہے اُس کو وہی ملے جس کا وہ مستحق ہے وہ کبار بزرگان کو شہروں کی امارات سے معزول کر کے اپنے قریبوں میں سے اصاغر کو حاکم بناتا تھا۔

متن یہ ہے:۔

وفی روية عبد الصمد لعنته الله عليهم من اغليمة والعجب من لعن المروان الغلمة المذ كورين مع ان ظاهر انهم من ولده فكان الله تعالىٰ اجرى ذالک لسانه ليكون اشد فی الحجة عليهم لعلهم يتعظون وقد واردت احاديث فی لعن الحكم والا مروان وما ولد اخرجها طبرانی وغيره ـ الخ

قولا احداثا جمع هدث ای شبانا واولهم يزيد عليه ما يستحق وكان غالبا ينزع الشيوخ من امارة البلدان الكبار ويويها الاصاغر من اقاربه

﴿عمدۃ القاری شرح بخاری جلد ۲۴ صفحہ نمبر ۱۸۰﴾

فتح الباری شرح بخاری

عباسی اور اُس کے کاسہ لیسوں ابنِ یزید بٹ وغیرہ کے معتمد امام جنہیں یہ لوگ شیخ الاسلام کے نام سے یاد کرتے ہیں یعنی علامہ ابنِ حجر عسقلانی، وہ اس حدیث کی شرح فرماتے ہوئے واضح طور پر بتاتے ہیں کہ اُمت مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہلاکت اور تباہی کا سبب بننے والوں میں پہلا نام یزید بن معاویہ کا ہے۔ اور یہ بات انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مختلف احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں ثابت کی ہے انہوں نے اپنی مشہورِ زمانہ کتاب فتح الباری شرح بخاری میں زیرِ بحث حدیث مبارکہ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ :۔

میں کہتا ہوں کہ صبی اور غلیم تصغیر کے ساتھ ضعیف العقل وتدبیر اور ضعیف الدین کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ اگر چہ وہ جوان ہو اور یہاں یہی مراد ہے۔ ابن بطال کہتے ہیں کہ ہلاکتِ اُمت کی مراد حضرت ابو ہریرہ کی ہی دوسری حدیث سے ظاہر ہو جاتی ہے۔ جس کو دوسری سند سے علی بن معبد اور ابی شیبہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میں امارت سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ اور امارت غلیم یعنی لڑکوں کی حکومت کیا ہے؟

فرمایا اگر تم ان کی اطاعت کرو گے تو ہلاک ہو جاؤ گے یعنی دین کے

بارے میں ان کی اطاعت ہلاکت کا باعث ہے اور اگر تم اُن کی اطاعت نہیں کرو گے تو وہ تمہیں ہلاک کر ڈالیں گے۔ یعنی دنیا کے بارہ میں تمہاری جان لے کر یا تمہارا مال غصب کر کے یا جان بھی لے لیں گے اور مال بھی چھین لیں گے۔

اور ابن ابی شیبہ کی روائت میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بازاروں میں چلتے پھرتے فرماتے تھے۔ یا اللہ میں ۶۰ھ کا زمانہ نہ دیکھوں اور مجھے لڑکوں کی حکومت دیکھنی نصیب نہ ہو۔

اور اِس میں اِشارہ ہے کہ ان ﴿ہلاک کرنے والوں میں﴾ پہلا نمبر یزید کا ہے۔ کیونکہ ۶۰ھ میں یزید تھا اور وہ ایسا ہی تھا جیسا کہ ﴿رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم﴾ نے فرمایا تھا۔

کیونکہ یزید بن معاویہ کو ۶۰ھ میں حکومت ملی اور وہ ۶۴ھ تک زندہ رہا اور پھر مر گیا۔

اور اس بیان سے جو بات واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ جن قریشی لڑکوں کا ذکر ہوا اُن میں پہلا یزید ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے ۶۰ ہجری اور امارت صبیان کے متعلق بیان کیا ہے کیونکہ یزید بزرگوں کو سلطنت کے عہدوں سے معزول کر کے ان کی جگہ اپنے رشتہ دار چھوکروں کو عہدے دیتا تھا۔ متن ملاحظہ ہو۔

قلت وقد يطلق الصبي ولغليم با

لتصغير على الضعيف العقل والتدبير والذين ولو كان محتلما وهو المراد هذا قال ابن بطال جاء المراد بالهلك مبينا فی حديث آخر لابی هريرة رفعه اعوذبا لله من امارة الصبيان قالواوما امارة الصبيان قال ان اطعتموهم ورهلكتم ای فی دينكم وان عصيتمو هم اهلوكم ای فی دينكم بازهاق النفس او باذهاب المال اوبهما وفی رواية ابن شيبة ان ابی هريرة كان يمشی فی الاسواق ويقول اللهم لا تدركنی سنة ستين ولا امارة الصبيان وفی هذا اشارة الی ان اول الا غيلمة كان فی ستين يزيد وهو كذالک فان يزيد بن معاوية استخلف فيها وبقی سنة اربع و ستين والذی يظهران الی المذكورين من جملتهم وان اولهم يزيد كما دل عليه قول ابو هريرة راس ستين وامارة الصبيان فان يزيد كان غالباً ينتزع الشيوخ من امارة البلدان ويو ليها الا صاغر من اقاربة

﴿فتح الباری شرح البخاری جلد ۱۳ صفحہ ۷،۸ مطبوعہ مصر مولفہ ابن حجر عسقلانی﴾

علامہ ابن حجر عسقلانی کی یہ واضح ترین عبارت حق قبول کر لینے والوں کے لئے بہر صورت کافی ہے۔ وہ لوگ جن کے دلوں میں ایمان کی کوئی کرن ابھی موجود ہے انہیں ایمان و دیانت سے فیصلہ کرنا چاہیے حق

کس طرف ہے کیونکہ ایک طرف سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان ہے کہ سنہ ۶۰ ہجری میں بے وقوف اور امت کو ہلاک کرنے والے چھوکرے کی حکومت ہوگی جس کی دین میں اطاعت کرو گے تو دین ہلاک ہو جائے گا اور اگر تم اس کا کہنا نہ مانو گے تو وہ تمہاری جانوں کو ہلاک کر دے گا۔

اور دوسری طرف اُن لوگوں کا بیان ہے جو حدیث قسطنطنیہ کی فرضی آڑ لے کر یزید پلید کو خلیفہ راشد اور یگانہ روزگار عابد وزاہد اور متقی ثابت کرنے پر تلے ہوئے ہیں بلکہ جھوٹی موٹی روائتیں بیان کر کے اُسے اس کے سن پیدائش سے بھی پچیس سال پہلے ہی پیدا کرنے کی کوشش میں مصروف ہیں تا کہ وہ صحابی ثابت ہو جائے۔

اہل حق جانتے ہیں کہ حق یقیناً اسی طرف ہے جس طرف سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے۔ اس کے برعکس جو کچھ بھی بیان کیا جائے گا محض کذب وفریب اور باطل ہوگا۔

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ

سر تاج المحققین شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں کہ امت کی بربادی کا سبب یزید بن معاویہ، عبید اللہ بن زیاد اور مروان کے لڑکے تھے، اور ان لوگوں پر شہوات و ہیجان کا غلبہ تھا اسی وجہ سے انہیں نو عمر چھوکرے کہا گیا

چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:۔

وعن ابی هریرة قال قال صلی الله علیه وآله
وسلم هلكة امتی هلاكت امت من علی یدی
غلمة من قریش۔برد دوست کو دکان وجوانان
نو سالان است از قریش۔ کذافی القاموس وفی
الصراح غلام کودک اواصل غلمة واغتلام
غلبه شهوت و هیجان اوست۔در حواشین
وشته اند که مراد بآن غلمه کشتگان عثمان و
علی حسن وحسین اندرضی الله تعلیٰ عنهم
وامثال ایشان اند

اهل فتنه وبغی فطمه ودر مجمع البحار
آورده که ابو هریره می شناخت ایشان رابا
سماواشخاص ایشان وسکوت می کرداز تعین
ونام بر دن ایشان ازجهت ترس و مفسده ومراد
یزید بن معاویه و عبید الله بن زیاد مانند
ایشان اندا حداث و نو سا لان بنی امیه خذلهم
الله وبتحقیق صادر شد از ایشان قتل اهل
بیت پیغمبر صلی الله علیه وآله وسلم و بند
کردن ایشان و کشتن خیار مهاجرین و انصار
آنچه شد صادر شد۔

از حجاج که امیر الامراء عبد الملک بن
مروان بودواز سلیمان بن عبد الملک اولاد

اوازریختن خون ها وتلف کردن مال ها آنچه پوشیدہ نیست برهیچ کس

﴿اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد۳ صفحہ۲۸۲﴾

ترجمہ ! ابوہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ میری امت ہلاک ہوگی قریش کے نوجوان لڑکوں کے دونوں ہاتھوں سے جیسا کہ قاموس اور صراح میں ہے ۔کہ غلام لڑکے کو کہتے ہیں اور اس کی اصل غلمت ہے اور اغتلام اسکی شہوت اور ہیجان کا غلبہ ہے۔ اور اس حدیث کے حواشی میں لکھا ہے کہ ان لڑکوں سے مراد قاتلان عثمان وعلی اور حسن وحُسین رضی اللہ عنہم ہیں اور اس کی مثل اہلِ فتنہ اور ظلم وجور کرنے والے اور مجمع البحار میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کو پہچانتے تھے اور ان کے نام جانتے تھے مگر اُن کے ناموں کا تعیّن کرنے سے فساد وغیرہ کے ڈر سے خاموش تھے۔اور ان سے مراد یزید بن معاویہ اور عبید اللہ بن زیاد اور انکی مانند دیگر نوجوانانِ بنواُمیہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو ذلیل کیا اور تحقیق سے

ثابت ہے کہ انہوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہل بیت اور بہترین انصار ومہاجرین کو شہید کیا اور یہ عبدالملک بن مروان اور امیر الامراء حجاج بن یوسف اور اسکے لڑکے سلیمان وغیرہ نے بھی خون ریزی کی اور مالوں کو لوٹا اور یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں۔

مشکوٰۃ شریف میں آنے والی اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے جناب ملاعلی قاری شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ

وقال المظهر لعله اريد بهم الذين كانوا بعد الخلفاء الراشدين مثل يزيد و عبد الملك بن مروان وغيرهما.

﴿مرقاۃ مشکوٰۃ جلد ۱۰ صفحہ ۱۲۰﴾

مندرجہ بالا عبارت سے ظاہر ہے کہ امت محمدیہ کو دونوں ہاتھوں سے ہلاک کرنیوالے یزید پلید اور عبدالملک بن مروان وغیرہ ہیں۔

علاوہ ازیں ابن یزید بٹ کے اکابرین اہل حدیث مشکوٰۃ شریف کی اس حدیث کا ترجمہ وتشریح کرتے ہوئے واضح طور پر لکھتے ہیں کہ امت کی ہلاکت کا سبب یزید پلید ہی ہے اور اس نے سنت مصطفویہ کو تبدیل بھی کیا

ہے اور مدینہ منورہ کی بے حرمتی بھی کی۔ اور یہ کہ یزید اور مروان کے لڑکے ہی اس حدیث کے مصادق ہیں۔

چنانچہ لکھا ہے:۔

بمفتاح البرکات ترجمہ مشکوٰۃ

اور یزید کے وقت کا قتال جس میں بے حرمتی مسجد نبوی کی ازالۂ بکارت ہزارہا عورتوں کا لشکریوں کے ہاتھ سے وقوع میں آیا ﴿اور اس کا اطلاق﴾ کتنے ایک نوجوانوں کے حصّے قریش میں سے ہے جیسے یزید اور مروان کی اکثر اولاد۔

﴿بمفتاح البرکات ترجمۃ المشکوٰۃ مطبوعہ﴾

﴿مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل جلد چہارم صفحہ ۷۷﴾

دیگر متعدد محدثین کرام نے بھی اس حدیث بخاری کے ضمن میں قطعی طور پر صراحت فرما رکھی ہے کہ اس کا مستحق یزید پلید ہی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق امت کی تباہی اور بربادی کا پیش خیمہ اسی کا دورِ حکومت ہے۔

اب جبکہ محدثین کرام نے یہ بھی وضاحت کر رکھی ہے کہ حدیث قسطنطنیہ کے مغفورین میں یزید کو شامل نہیں کیا جا سکتا کیونکہ وہ حدیث شرط مغفرت کے ساتھ مشروط ہے اور یزید پلید میں میں شرط مغفرت نہیں پائی

جاتی اور یہ بھی بتا دیا کہ امارۃ صبیان کا شروع کندہ یزید پلید ہی ہے تو پھر آج کل کے بزعم خویش اہل حدیث کو حدیث رسول کی پیروی کرتے ہوئے محدثین کرام کی تحقیق کو تسلیم کرنا چاہیے یا فرضی قصے کہانیوں کو ریسرچ کا نام دے کر اپنی بات پوری کرنے کا خبط پورا کرنا چاہیے۔

کیا یہ محدثین کرام معاذ اللہ شیعہ اور غالی رافضی بن جائیں گے جنہوں نے یزید پلید اور اس کے بعد دور بنو امیہ کو احادیث رسول کی روشنی میں امت کی ہلاکت اور تباہی کا دور ثابت کیا ہے اور مروان کو بھی اس میں شامل کرتے ہوئے غلمہ کا ترجمہ ضعیف العقل اور ضعیف الدین بتایا ہے۔

تاریخ کے نام پر تو یہ لوگ امام ابن جریر طبری پر شیعہ ہونے کا الزام لگا لیں گے اور ان کی بیان کردہ روایات کو مسترد کر دیں گے۔ مگر اب ان احادیث کے بارے میں کیا رویہ اختیار کریں گے جن کو سواد اعظم کے مسلمہ اور ثقہ محدثین نے اپنی کتابوں میں نہ صرف درج کیا ہے بلکہ اپنی آراء کو بھی واضح طور پر ظاہر کر دیا ہے

تاریخ اسلام کا روشن باب

قارئین کرام اندازہ فرمائیں کہ رسول برحق مخبر صادق تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ میری امت کی ہلاکت قریش کے چند لڑکوں کے ہاتھوں ہوگی اور پھر یہ فرمان رسول حرف بحرف پورا ہو گیا۔

یزید بن معاویہ اور اولاد مروان بن حکم نے اپنی سفاکیوں اور ہلاکت خیزیوں سے سرور انبیا کے اس فرمان مقدس پر مہر ثبت کر دی، ثقہ مورخین نے ان کے حالات کو قلمبند کیا۔

محدثین کرام نے ان روایات کو معیار روایت پر جانچا اور اچھی طرح وزن کر لینے کے بعد بتایا کہ یہ قریشی لڑکے جن کو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ واالہ وسلم نے بے وقوف اور امّت کی ہلاکت کا سبب فرمایا تھا۔ وہ اولاد مروان ہے اور ان سب کا امام اول یزید بن معاویہ ہے جس نے اس ہلاکت کی بنیاد رکھی۔

مگر آج کا نام نہاد محقق فرمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ، میں اپنی اختراع کو پیش کر کے یہ ثابت کرنے پر تلا ہوا ہے کہ یہ دور تاریخ کا روشن ترین باب ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امّتی ہونے کا بھی دعویٰ ہے مگر ان سے مخالفت کا یہ عالم ہے کہ وہ جس دور کو ظلمت کا دور فرماتے ہیں یہ اسے روشنی کا زمانہ کہتا ہے وہ جس کو ہلاکت اور گمراہی کا دور فرماتے ہیں یہ اسے رشد وہدایت کا دور قرار دیتا ہے۔

بہر حال عباسی کا مزعومہ تاریخ کا روشن باب اہل اسلام کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں۔ مذکورہ بالا روایات کے علاوہ دیگر بھی متعدد ایسی روایات کتب احادیث میں موجود ہیں

جن کے مطالعہ سے واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ مخبر صادق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یزید کے پُرفتن دور کی نشاندہی پہلے ہی کر رکھی ہے اور تاریخ اسلام کے اس سیاہ ترین باب کو اہل اسلام کے لئے وحشت ناک دور قرار دیا ہے اور نشاندہی کر رکھی ہے کہ فلاں شخص ہماری سنتوں کو تبدیل کر کے بدعات والحاد کا آغاز کرے گا۔

چنانچہ اس سلسلہ میں مزید چند روایات ہدیۂ قارئین کی جاتی ہیں۔

دین میں رخنہ اندازی کرنے والا

ابن منیعؒ، ابو یعلیؒ، بیہقیؒ اور ابو نعیمؒ نے یہ روایت بیان کی ہے کہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ہمیشہ یہ امر ﴿دین﴾ اعتدال وانصاف پر غالب رہے گا۔ حتّٰی کہ بنو امیہ کا ایک شخص اس میں رخنہ اندازی کرے گا اور اس شخص کے لئے کہا گیا کہ وہ یزید ہے۔

اخرج ابن منیع وابو یعلی البیهقی وابو نعیم عن ابی عبیدة بن الجراح رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی علیه وآله وسلم لا یزال هذا لامر معتد لا قائما بالقسط

حتّٰی یثلمه رجل من بنی امیة یقال له یزید

﴿حجة الله علی العالمین، صفحه ۵۲۹﴾

صلوٰۃ کا تارک شھوات کا تابع

امام بیہقی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا ساٹھ ہجری کے بعد نمازوں کو ضائع کریں گے اور شہوات کی پیروی کریں گے۔

واخرج البھیقی عن ابو سیعد الخدری رضی الله عنه سمعت رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم یقول یکون خلف بعد ستین سنه اضاعوا الصلوٰة واتبعوالشهوات ه

﴿حجۃ اللہ علی العلمین صفحہ نمبر ۵۲۹﴾

خصائص کبریٰ میں ھے

خصائص کبریٰ میں ہے کہ تاجدار انبیاء نے فرمایا خلافت راشدہ کے بعد ملک عضوض ہوگا اور پھر جابر و مفسد حاکموں کا دور ہوگا جو شرمگاہوں اور شراب کو حلال کریں گے اور ریشمی لباس پہنیں گے۔

ثم کائن ملکا عضوضا ثم کائن عتوا وجبریه

وفساد فی الامت یستحلون الفروج والخمور والحریر حضرت ابی درداء فرماتے ہیں لا مدینة بعد عثمان ولا رخاء بعد معاویة

﴿خصائص کبریٰ جلد۲ صفحہ نمبر ۲۱۶﴾

اللہ کی پناہ مانگو

امام احمد حنبل اور جناب بزاز نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! اللہ سے پناہ مانگو ساٹھ ہجری سے، اور چھوکروں کی امارت سے اور فرمایا کہ نہیں جائیں گے وہ ساتھ دنیا کے حتّی کہ تختِ امارت باپ سے بیٹے کی طرف منتقل کرتے رہیں گے۔

واخرج احمد والبزاز بسند صحیح عن ابی هریره رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم تعوذوا بالله من راس الستین ومن امارة الصبیان وقال لا تذهب با لدنیا حتی تصیر لکنع بن لکع

﴿حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ نمبر ۵۲۹﴾

اور یہ روایت تو قارئین ملاحظہ فرما ہی چکے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان کے پیش نظر مدینہ منورہ کے بازاروں میں چلتے پھرتے بھی یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ الٰہی مجھے ۶۰ ہجری دیکھنا نصیب نہ ہو پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرما لیا اور آپ ۵۷ ہجری میں انتقال فرما گئے اب آپ ایک ایسی رویت ملاحظہ فرمائیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سنّت مصطفٰے کو تبدیل کرنے والا بھی یزید ہی تھا۔

سنّت مصطفیٰ کو تبدیل کرنے والا

امام بیہقی حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ سن سے پہلے ہماری سنت کو تبدیل کرنے والا شخص بنو امیہ سے ہوگا۔

امام بیہقی فرماتے ہیں کہ ہمارا گمان ہے کہ ایسا کرنے والا شخص یزید بن معاویہ ہے۔

واخرج بهيقه عن ابی هريرة رضی الله عنه
سمعت رسول الله صلی الله عليه وآله سلم
يقول اول من يبدل سنتی رجل من بنی امية
قال البهيقی يشبه ان يكون هو يزيد بن معاويه
﴿حجةالله علی العالمين صفحه نمبر ۵۲۹﴾

محدثین کرام نے حضور کی پیشگوئی کے مطابق تو یزید کے نام کا تعین کیا ہے

اس کا انکار کسی بھی صورت میں نہیں ہوسکتا کیونکہ فرمان رسول کے مطابق حضرت ابوہریرہ کا ۶۰ھ ہجری سے پناہ مانگنا ایک نا قابل تردید حقیقت ہے جبکہ یہی سال یزید کی تخت نشینی کا ہے الاصابہ میں امام ابن حجر مکی فرماتے ہیں،

وھذا الحدیث مرفوعا کان ابو ھریرۃ تشبوء
ابصدغی معا ویہ لا تد رکنی سنت سنین

﴿الاصابہ ج ۲ ص ۲۰۷﴾

خدا یزید کو برکت نہ دے

حضرت ابونعیم حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سرکار دو عالم کی طویل حدیث نقل کرتے۔ جس میں فتنوں کا ذکر کرتے ہوئے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خلافت راشدہ کے ختم ہو کر ملوکیت کے آنے کی خبر بھی دی ہے اور یزید کا نام لے کر پیشگوئی فرمائی ہے کہ اللہ یزید کو برکت نہ دے وہ میرے حسینؑ کو شہید کروائے گا اور پھر ولید بن عبدالمالک کے متعلق فرمایا کہ وہ فرعون ہوگا اور شرائع اسلام کو مٹائے گا میرے اہل بیت کے ایک شخص کے خون سے رنگین کرے گا۔

اس مضمون کا واضح ترین متن ملاحظہ فرمائیں:۔

واخرج ابو نعیم عن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال
اتتکم الفتن کقطلع الیل المظلم کلما ذھب

رسـل اتی رسل تناسخت النبوة وصارت ملكا
امسک یا معاذ و احص فلما بلغت خمسة قال
یـزیـد لا یبا رک الله فی یزید ثم ذرقت عیناه
فـقال نـعی الی الحسین واتیت بتربة واخرت
بقاتلة فلما بلغت عشرة قال
الـولیـد اسم فرعون هادم شرائع الاسلام یبؤد
مه رجل من اهلبیة

﴿الحجۃ اللہ علی العالمین ص ۵۲۹﴾

ام المومنین کی بات هی مان لو

علاوہ ازیں شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے یزید کے بارے میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روائت بھی نقل فرمائی ہے۔

عـن عایشه یزید لا بارک الله فی یزیدالطعان
اللعان اما انه نعی الی حبیبی ومنجلی حُسین
اتیت بتـرتـه ورائـت قـاتـلـه امـا انه یقتل بین
ظهـرانی قومفکا ینصروه الا عمهم الله بعقاب
رواه ابن عسا کر

﴿ماثبت بالسنۃ ۲۲۰﴾

ترجمه :۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے

روایت ہے کہ قاتل وملعون یزید کو اللہ برکت نہ دے
کیونکہ اس نے میرے پیارے بیٹے حسین کے ساتھ
بغاوت کی اور ان کو شہید کرایا۔ حسین کی تربت کی مٹی
میرے پاس لائی گئی اور مجھے ان کا قاتل بھی دکھایا
گیا اور بتایا گیا کہ جنکے سامنے حسینؑ شہید کیئے جائیں
گے وہ ان کی مدد نہیں کریں گے اور اسی سبب سے ان
پر مسلط کر دیا گیا ہے۔

مندرجہ بالا روائت کو خوارج ونواصب نے اس لئے وضعی قرار دے رکھا ہے کہ ام المومنین سیّدہ عائشہ صدیقہ کا حضرت امام حسینؑ کی شہادت سے پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا حالانکہ ام المومنین کی روایت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کی پیش گوئیوں میں سے ایک ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنھن کی متعدد پیشگوئیاں جوانہوں نے حضور سرور دو عالم صلا اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سن رکھیں تھیں۔ کتب احادیث میں موجود ہیں۔

اور یہ روایت بھی ترتیب مضمون کے لحاظ سے قطعی طور پر پیش گوئی ہے جس میں شک وشبہ کی کوئی گنجائش نہیں جناب سیّدہ عائشہ صدیقہ کا یزید کا نام لینا بھی مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث کے مطابق ہے جس میں آپ نے لابارک اللہ یزید فرمایا ہے

اور پھر جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حیات طیبہ میں تو یزید کی بیعت کا مسئلہ زوروں پر تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئیاں بھی آپ کے سامنے تھیں پھر اس میں خلاف واقع کونسا امر ہے جسے یہ یزیدی ماننے سے گریز کرتے ہیں۔

امام اعظم ابو حنیفہ کا فتویٰ

یزید کے بارے میں ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک ڈھکا چھپا نہیں آپ کا یہ قول محدثین کے نقل در نقل کرنے سے تواتر کا درجہ حاصل کر چکا ہے کہ ہم یزید کے بارے میں سکوت کرتے ہیں انشاء اللہ العزیز عنقریب ہم بھی یہ قول نقل کریں گے اور اس ضمن میں متعدد حوالہ جات بھی پیش کریں گے۔

شارحین کرام نے اس قول کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس توقف کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ یزید کی مذمت نہ کرو بلکہ اس سے ظاہر ہے کہ امام صاحب کے نزدیک یزید لعین کا اسلام مشتبہ ہے اگر یزید کے اسلام میں آپ کو اشتباہ نہ ہوتا تو اسے مسلمان کہنے میں ہرگز سکوت نہ کرتے اس مسئلہ میں مزید گفتگو محدثین اور فقہائے کرام کی عبارات نقل کرنے کے بعد ہوگی یہاں ہم عباسی کی اس چالاکی پر روشنی ڈالیں گے جو اس نے امام صاحب کا نام استعمال کرنے کے سلسلہ میں دکھائی ہے۔

قارئین گزشتہ اوراق میں پڑھ چکے ہیں کہ عباسی نے امام اعظم نام سے ایک روایت نقل کر کے یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی ہے کہ امام حسین علیہ السلام کا خلیفہ وقت کے خلاف خروج ناجائز تھا۔ حالانکہ نہ تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت میں امام حسین کا نام لیا ہے اور نہ یزید پلید کا نہ تو امام حسین علیہ السلام کے خروج کو ناجائز قرار دیا ہے اور نہ ہی یزید پلید کی امارات وحکومت کو درست تسلیم کیا ہے بلکہ یہ وہی روایت ہے جو متعدد کتب احادیث میں حدیث مصطفیٰؐ کی صورت میں موجود ہے اور اس ضمن میں یہ ایک ہی روایت نہیں متعدد اور بھی روایات کتب احادیث میں موجود ہیں جنہیں عباسی نے کبھی حدیث رسولؐ کے نام سے پیش کیا ہے۔

اور کبھی اقوال صحابہ اور اقوال ائمہ کے نام سے بیان کیا ہے حالانکہ ان روایات میں سے اکثر وہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام سے اپنی بیعت لیتے ہوئے ارشاد فرمائیں۔ اور بعض وہ ہیں جنہیں محدثین نے جانشینان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، سیّدنا فاروق اعظم، سیّدنا عثمان ذوالنورین اور سیّدنا حیدر کرار رضوان اللہ علیہم اجمعین کی خلافتوں میں رخنہ اندازی نہ کرنے کے سلسلہ میں بیان فرمائیں۔

اور ایک دو روایات ایسی بھی ہیں جنکا اطلاق ہر حاکم وقت پر ہوسکتا ہے لیکن وہ قطعی طور پر مشروط ہیں ان میں سے ایک روایت میں یہ شرط موجود ہے کہ جب تک کوئی حاکم ارتداد نہ کرے اس سے قتال نہ کرو اور دوسری

روایت میں یہ ہے کہ جب تک وہ نماز پڑھتا ہے اس پر تلوار نہ اٹھاؤ۔

اور ساتھ ہی ساتھ میں یہ شرط بھی موجود ہے کہ جب تک وہ تمہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف بلاتا رہے اس کی بات سنو اور جب تمہیں معصیت اور گناہ کی طرف بلائے اس کا انکار کردو۔

اور اس کے ساتھ ساتھ یہ روایات بھی موجود ہیں کہ جابر حکمران ان کے سامنے کلمہ حق کہنا سب سے بڑا جہاد ہے جب کہ پہلی دونوں روایات میں جن کا ہم اوپر ذکر کر چکے ہیں میں ہے کہ ہر حال میں حاکم وقت کی اطاعت کرو اور اس کے خلاف نہ تلوار استعمال کرو اور نہ زبان سے محاذ آرائی کرو۔

ان تمام تر روایات کو ایک ہی مکام پر جمع کر کے جب بھی تطبیق دی جائے گی تو قطعی طور پر یہ نتیجہ نکلے گا کہ حاکم وقت کی طرف سے جب تک تمہیں دنیاوی تکلیفیں پہنچتی رہیں پورے ضبط وتحمل کے ساتھ ان دنیاوی مشکلات کا مقابلہ کرو اور صبر سے کام لو اس کا حکم مانو اور ہرگز نظام سلطنت کو درہم برہم نہ کرو اور اگر حاکم وقت اطاعت خدا اور رسول سے نکل گیا ہو اور تمہیں معصیت کی طرف راغب کرتا ہے تو تم بھی اس کی اطاعت سے نکل جاؤ۔

اور قرآن کریم کی نص قطعی سے بھی یہی ثابت ہے کہ

اطیعو اللہ واطیعو الرسول اولو الا مر منکم

سب سے پہلی شرط ہی یہ ہے کہ اللہ و رسول کی اطاعت کرو پھر اس

بلکہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ، سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کے صاحبزادے کے صاحبزادے یعنی زید بن زین العابدین رضی اللہ عنہ کا ایسے ہی حالات میں پورا پورا ساتھ دیتے ہیں جن حالات سے امام حسین علیہ السلام کو سابقہ پڑا تھا چنانچہ کتب معتبرہ میں یہ واقعہ شرح وبسط کہ ساتھ موجود ہے۔

مشہور محقق مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ دشت کربلا کی مصیبت اور اس کے بعد بنی امیہ کے فولادی پنجوں کی آہنی گرفتوں نے عام مسلمانوں پر اوس ڈال دی تھی باطل کے مقابلہ میں اٹھنے کی تاب مسلمانوں میں عموماً باقی نہ رہی تھی اور سب سے زیادہ خصوصیت کے ساتھ دنیا میں پیسے گئے۔

وہ فاطمہ اور اولاد علی ﴿رضی اللہ تعالیٰ عنہم﴾ تھی جب یہ حال ہو گیا ہو جیسا کہ امام زین العابدین سے منقول ہے کہ بیمار ہونے کی وجہ لوگوں نے انہیں قتل کرنے سے چھوڑ دیا

﴿امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی﴾

آگے چل کر لکھا ہے کہ اہل بیت کو اس قدر کچل دیا گیا تھا کہ مدینہ منورہ میں واقعہ حرہ پیش آیا، حالانکہ زیادہ تر اس واقعہ کے پیش آنے میں بڑا سبب امام حسین علیہ السلام کی شہادت تھی۔لیکن طبقات میں لکھا ہے خود حضرت سیدنا زین العابدین کا بیان ہے کہ:۔

ما اخرج فیھا احد من آلِ ابی طالب ولا خرج فیھا من بنی عبد المطلب لو موا بینھم۔

﴿طبقات ابن سعد۔ ج ۵۔ ص ۱۵۹﴾

یعنی ابو طالب کے خاندان سے کوئی آدمی بھی اس ہنگامے میں شریک ہونے کے لئے نہ نکلا اور نہ عبد المطلب کے گھرانے والے نکلے سب کے سب گھروں میں پڑے رہے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حادثۂ کربلا کے بعد اہل بیت نبوّت والوں نے سیاسی قصوں سے اپنے آپ کو الگ تھلگ کر لیا خود امام زین العابدین علیہ السلام نے اپنی پوری زندگی عبادت وریاضت اور مجاہدے میں گزاری۔

مدینہ منورہ کے پاس عقیق نامی ندی کے کنارے جو محلّہ تھا وہیں آپ نے مکان بنوالیا اور اپنے بال بچوں اور خاندان والوں کے ساتھ صبر شکر کے ساتھ زندگی کے دن پورے کر رہے تھے سیّدنا امام حسین علیہ السلام کی اولا د ذکور میں آپ تنہا باقی رہ گئے تھے۔ لیکن خدا نے آپ کی اولاد میں برکت دی۔

سب سے زیدہ شہرت امام محمد باقر بن محمد علی بن حسین نے حاصل کی چونکہ آپ کی والدہ امام حسن علیہ السلام کی صاحبزادی تھیں۔ اس لئے دونوں بھائیوں کی نمائندگی آپ کا وجود کرتا تھا۔

سیّدنا زین العابدین علیہ السلام کے دوسرے صاحبزادے دوسری

عورتوں سے تھے جن میں زید بن علی ﷺ زین العابدین ﷺ الشہید رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔

حضرت زید غیر معمولی طور پر حسین وجمیل تھے اور غیر معمولی طور پر ہی ذہین وفطین، علم دوست، معارف پرور ہونے کے ساتھ بڑے بہادر اور نڈر تھے آپ کے متعلق امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

میں نے زید بن علی کو دیکھا تھا جیسے ان کے خاندان کے دوسرے حضرات کے مشاہدے کا مجھے موقع ملا ہے میں نے ان کے زمانہ میں ان سے زیادہ فقیہ کسی کو نہیں پایا اور ان جیسا حاضر جواب واضح اور صاف گفتگو کرنے والا آدمی اس عہد میں مجھے کوئی نہیں ملا در حقیقت ان کے جوڑ کا آدمی اس زمانہ میں نہ تھا۔

مشاھدت زید بن علی کما شاھدت اھله فلما رائت فی زمانه افقه منه ولا اعلم والا اسراع جواباً ولا ابین قولا لقد کان منقطع التمرین

روض الکبیر ص ۵۰

اور امام ہی کیا اس عہد کے بڑوں میں مشکل ہی سے کوئی آدمی نظر آتا ہے جس سے حضرت زید شہید کے متعلق اس قسم کے الفاظ منقول نہیں۔

شعبی سے روایت ہے کہ زید بن علی سے بہتر بچہ شائد ہی کسی عورت نے پیدا کیا ہوا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ علمی اور فہمی فراست کے ساتھ حضرت زید

شہید کی دنیاوی سوجھ بوجھ غیر معمولی تھی۔

حضرت زید کوفہ میں

اس مختصر تعارف کے بعد قارئین کے لئے یہ جاننا دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا۔ کہ حضرت زید بن زین العابدین نے بنوامیہ کے خلاف کیسے علم جہاد بلند کیا جب کہ خاندان اہل بیت ملکی سیاست سے قطعی طور پر الگ تھلگ ہو کر محض عبادت الٰہی اور حصول علم میں مصروف ومشغول تھا۔

تو ہوا یہ کہ بنوامیہ کے سابق عامل خالد نامی جو کہ کوفہ میں تھا کو نئے عامل یوسف نے غبن وغیرہ کے کیس میں ملوث کرنے کے لئے کچھ شہادتیں جمع کر لیں اور کہا کہ یہ غبن شدہ روپیہ پیش کرو خالد کو کچھ اور تو نہ سوجھی اس نے کہہ دیا کہ میں نے یہ رقم مدینہ میں حضرت زید بن زین العابدین کے پاس جمع کرائی ہے اور ان کے ساتھ کئی لوگوں کے نام بھی بتا دیئے یوسف نے مرونی حاکم ہشام بن عبدالمالک کو اس واقعہ کی اطلاع دے دی چنانچہ ہشام نے حضرت زید اور دوسرے لوگوں سے جن کا نام خالد نے لیا تھا پوچھ گچھ کرنے کے لئے حاکم مدینہ کو لکھا۔ اس نے حضرت زید کے سامنے یہ واقعہ دہرایا تو آپ حیران رہ گئے بالآخر اپنی صفائی پیش کرنے کے لئے انہیں ہشام بن عبدالمالک کے پاس دمشق آنا پڑا۔

آپ نے صفائی پیش کی تو ہشام نے کہا کہ آپ سچے ہیں اور خالد جھوٹا ہے مگر آپ کو بجائے مدینہ واپس جانے کے کوفہ جانے کے لئے کہا۔

تا کہ خالد کے سامنے بات ہو جائے۔ آپ کوفہ میں آئے تو خالد نے واضح طور پر اعلان کر دیا کہ میں نے آپ کے پاس کوئی امانت نہیں رکھی ۔حضرت زید نے پوچھا تو پھر تو نے ہمارا نام کیوں لیا؟

تو اس نے جواب دیا مجھے توقع تھی کہ آپ کے آنے پر نجات کی کوئی راہ نکل آئے گی کوفہ کی حالت اس وقت یہ تھی کہ مساجد کے مینار گرا دیئے گئے تھے اور عیسائیوں کے لئے پر شکوہ گرجا تعمیر کر دیا گیا تھا ایمان والوں پر مشرکین کا تسلط صرف اس وجہ سے قائم کیا گیا تھا کہ بادشاہ کی آمدنی میں کمی نہ آئے۔ بہر حال انتہائی ابتر حالات تھے اس وقت کوفہ میں ان حالات میں اگر زید خود آنا چاہتے تو ہر گز نہ آسکتے کیونکہ حکومت مروانیہ نے اہل بیت کی مکمل طور پر نگرانی کر رکھی تھی۔

حالانکہ اہل بیت رسول کہیں جانا پسند نہیں کرتے تھے۔ اب چونکہ حضرت کو خود حکومت ہی نے کوفہ بھیجا تھا۔

اس لئے کوفہ میں آپ کی آمد انتہائی پر سکون ماحول میں ہوئی تھی مگر مصیبت یہ ہوئی کہ کوفیوں کے سینوں میں سوئے ہوئے جذبات کے جراثیم پھر جاگ پڑے۔

اہل کوفہ نے جناب زید شہید کی خدمت میں اسلامی اقتدار کو بچانے

رہے تھے تاہم مورخین و محققین کا اتفاق ہے کہ یزید پلید ہشام بن عبدالملک سے بدرجہا بدتر تھا۔

فتویٰ یہ تھا

اور اس حقیقت سے کون نا آشنا ہے کہ سیّدنا امام حسین علیہ السلام اپنے پوتے زید رضی اللہ عنہ سے شان و عظمت میں بہر صورت اور بہر حال بدرجہا بہتر تھے۔ اب جب کہ یہ ثابت ہے کہ امام حسینؓ زید سے بہتر و برتر ہیں اور یزید ہشام سے کم تر و بدتر ہے تو امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا زیدؓ کے جہاد کے بارے میں فتویٰ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

خروجه يضاحي خروج رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يوم بدر

یعنی حضرت زید کا اس وقت کھڑے ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بدر میں تشریف لے جانے کی طرح ہے۔

﴿الروض الکبیر ص ۲۶۰ بحوالہ امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی ص ۱۳۸﴾

ایک روایت اور بھی ہے کہ ان دنوں حج کا زمانہ تھا اور امام ابوحنیفہ نے فتویٰ صادر کیا کہ جناب زید کی قیادت میں جہاد کو جانا حج بیت اللہ سے افضل ہے۔

اسلام یا فرعونیت

ان روشن حقائق کی موجودگی میں عباسی وغیرہ کا مسلمانوں کو دھوکا دینا کہ امام اعظم ابوحنیفہ نے حاکم وقت کے خلاف خروج سے منع فرمایا ہے اور پھر ساتھ ہی امام صاحب کے تلامذہ امام محمد وغیرہ سے بھی ایسی ہی باتیں منسوب کی ہیں جو سراسر جھوٹ، بے بنیاد کذب سرائی اور صریح دھوکا کے مترادف ہے اس قسم کا تاثر دے کر یہ لوگ ہر حکومت کی چمچہ گیری کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔

کہ جب کوئی حاکم بن جائے تو اس کے جوروستم سہتے رہو۔ اسلام کی پامالی اور بربادی دیکھتے رہو۔ مگر اس کے خلاف کبھی آواز نہ اٹھاؤ وہ جو کرتا ہے اسے کرنے دو ورنہ تم دین سے نکل جاؤ گے تمہاری موت جاہلیت کی موت ہوگی تمہارا ٹھکانہ جہنم ہوگا وغیرہ وغیرہ ہم کہتے ہیں کہ ایک شخص بذریعہ الیکشن جمہوری طرز پر برسر اقتدار آجائے۔ تو پھر وہ متفقہ علیہ حاکم ہوگا یا نہیں؟

اور جب وہ یقیناً متفقہ علیہ ہے تو پھر اس کے خلاف عوام کی نعرہ بازی کیوں ہوتی ہے۔ اسے ذلیل ورسوا کر کے ایوانِ صدر سے کیوں نکالا جاتا ہے اس سے اسلامی دستور کیوں طلب کیا جاتا ہے اس کے اعمال وافعال پر کیوں نکتہ چینی کی جاتی ہے اور پھر حکومتوں کے تختے کیوں الٹے جاتے ہیں۔

حالانکہ تمہارے فارمولے کے مطابق ایسا کرنے والے لوگ لائق

گردن زدنی، جہنمی اور جہالت کی موت مرنے والے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ تمہارا یہ فارمولا مسلمان حاکموں کو ہٹلر اور سٹالن بننے کی ترغیب دیتا ہے۔ نمرود اور فرعون بننے پر راغب کرتا ہے، حالانکہ اسلام نے مسلمانوں کو حکام کا محاسبہ کرنے کا پورا پورا حق دے رکھا ہے۔

اسلام تو مظلوم کی حمائت کرتا ہے مگر تم کہتے ہو کہ ظلم سہتے رہو مگر ظالم کی شکایت نہ کرو۔ اسلام جابروں سے ٹکرانے کا حکم دیتا ہے مگر تم کہتے ہو کہ مجبور گھٹ گھٹ کر مر جائے، مگر جابر حاکم کے خلاف آواز بلند نہ کرے، اسلام کہتا ہے کہ جو حاکم نماز کا تارک ہو اس سے ٹکرا جاؤ۔

تم کہتے ہو کہ مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلنے والوں اور اسلامی اقدار کو پامال کرنے والے کو بھی خلیفہ راشد تسلیم کرو، اور اس کے خلاف علم جہاد بلند کرنے والے کو باغی قرار دیتے ہو۔

کیا یہ تاریخی ریسرچ ہے یا اسلام سے کھلم کھلا بغاوت اور سرکشی، تم نواسہ رسول کو باغی کہتے ہو

حالانکہ تم خود باغی ہو، خداوند قدوس کے باغی ہو، رسول کریم کے باغی اسلام اور قرآن کے باغی اور اس بغاوت کی سزا یقیناً یقیناً جہنم ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جب کسی پر تعصب کا بھوت سوار ہو تو وہ ہوش وحواس کھو بیٹھتا ہے، یہی حال موجودہ نواصب کا ہے۔

تعصب کی آگ نے ان کے ذہنوں کو پراگندہ اور دماغوں کو مختل کر

نہیں تھی وہ ایک کھلنڈرا اور عیش پرست امیر زادہ تھا۔

بقول تمہارے بھی وہ اپنے استاد کی پگڑی اچھال دیا کرتا تھا۔ پھر اس کی اچھی تربیت کس نے کرنا تھی۔ وہ گاؤں میں محض اپنے ذوق کی تسکین کے لئے رہتا تھا اور اس کا وہ ذوق تھا شکار گاہوں میں کتوں کی فوج لئے پھرنا یہی اس کا عظیم مشغلہ تھا اور یہی اس کا جہاد تھا اور اس پر تمام مورخین کا اتفاق ہے امیر معاویہ اس کی ان عادات اور درشتیء مزاج کو اچھی طرح جانتے تھے اور ان کا بھی یہی خیال تھا کہ اسے اس وقت تک لوگوں سے دور رکھا جائے جب تک اس کی حکومت کی تمام راہیں استوار نہ کر لی جائیں۔

یہی وجہ تھی کہ متعدد لوگ اس کے کرتوتوں سے اچھی طرح واقف نہ تھے اور جو لوگ اسے قریب سے جانتے تھے انہوں نے امیر معاویہ کو تلقین کی کہ پہلے اس کی اصلاح کر لیجئے اور پھر بیعت کا سلسلہ شروع کر لینا چنانچہ حاکم بصرہ کوفہ زیاد جو ابن زیاد ملعون کا باپ۔ اور امیر معاویہ کے باپ ابو سفیان کا بیٹا تھا اس نے واضح طور پر امیر معاویہ کو اس کام سے رک جانے کا مشورہ دیا تھا۔

تاریخ کامل ابن اثیر اور دیگر کتب تواریخ میں اس امر کی پورے طور پر وضاحت موجود ہے ذیل میں ہم تاریخ ابن اثیر کے خلافت بنوامیہ پر مشتمل ترجمہ شدہ حصہ کے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں۔ تا کہ واقعات اچھی طرح نکھر کر قارئین کے سامنے آ جائیں۔

بیعت یزید کے مفصل حالات

یزید سے اس کے باپ کے ولیعہد ہونے کی بیعت کی ابتداء اور تحریک مغیرہ بن شعبہ سے ہوئی۔ امیر معاویہ نے ارادہ کیا کہ ان کو کوفے سے معزول کر کے ان کی جگہ سعید ابن عاص کو مقرر کریں مغیرہ کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے کہا کہ میں خود امیر معاویہ کے پاس جا کر استعفے دے آؤں گا تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ مجھے حکومت سے نفرت و کراہت ہے۔

﴿خلافت بنوامیہ ابن اثیر، ج ا۔ ص ۸۲﴾

چنانچہ وہ اس خیال سے دمشق پہنچے اور پہلے یزید کے ہی ذریعہ سے یزید کی ولیعہدی کی بات امیر معاویہ تک پہنچائی انہوں نے بلا کر پوچھا مگر اس میں میرا ضامن اور معاون کون ہوگا؟

مغیرہ نے کہا کہ اہل کوفہ کے لئے میں اور بصرہ کے لئے زیاد کافی ہے ان دونوں شہروں کے بعد کوئی شخص آپ کی مخالفت نہیں کرے گا۔

امیر معاویہ نے کہا کہ ٹھیک ہے۔ تم واپس جاؤ اور ایسے لوگوں سے اس کے متعلق گفتگو کرو جن پر تمہیں اعتبار و وثوق ہو پھر ہم اور تم دیکھیں گے کہ کیا ہوتا ہے۔

امیر معاویہ سے رخصت ہو کر مغیرہ اپنے دوستوں میں آئے انہوں

نے پوچھا کہو کیا ہوا مغیرہ نے جواب دیا۔ میں نے امیر معاویہ کہ پاؤں امت محمدی کی بعید الغایت رکاب میں رکھ دیا ہے۔ اور ان کے امور میں ایسا شگاف کیا ہے جو قیامت تک بند نہیں ہوگا۔ اور پھر ایک شعر پڑھا جس کا یہ ترجمہ ہے۔

مجھ جیسا آدمی تو دشمن کے رازوں میں شریک ہوتا ہے اور مجھ جیسے آدمیوں کو بڑے بڑے غضبناک دشمن گرامی قدر سمجھتے ہیں۔

الغرض اس کے بعد مغیرہ واپس آئے اور کوفہ میں ایسے لوگوں سے یزید کا ذکر کیا جن کو وہ جانتے تھے کہ وہ بنوامیہ کے طرف دار ہیں اور پھر ان سے دس یا دس سے زائد اشخاص کا وفد تیار کیا۔ اور ان کو تیس ہزار درہم دیئے اور اپنے بیٹے موسیٰ بن مغیرہ کی ماتحتی میں روانہ کیا ان لوگوں نے امیر معاویہ کو مل کر بڑے زور و شور سے بیعت یزید کے خیال سے کلّی اتفاق کیا۔ اور انعقاد بیعت کی درخواست پیش کی۔

امیر معاویہ نے انہیں کہا کہ ابھی اپنی رائے کے اظہار میں عجلت نہ کرو بلکہ اپنی رائے پر جمے رہو پھر موسیٰ بن مغیرہ سے پوچھا تمہارے باپ نے ان لوگوں کے دین کو کتنے میں خریدا؟

موسیٰ بن مغیرہ نے کہا کہ تیس ہزار درہم میں امیر معاویہ نے کہا کہ ان لوگوں نے اپنے دین کو کیسا آسان سمجھ رکھا ہے

﴿خلافت بنوامیہ کامل ابن اثیر، ج ۱ ص، ۸۸﴾

اس کتاب میں دوسری روایت ہے کہ وہ وفد چالیس افراد پر مشتمل تھا اور جب موسیٰ بن مغیرہ سے امیر معاویہ نے پوچھا کہ تیرے باپ نے ان کے دین کو کتنے میں خریدا تو انہوں نے کہا کہ چار سو درہم میں۔ امیر معاویہ نے یہ سن کر کہا کہ مغیرہ نے ان کے دین کو بہت سستا پالیا ہے۔

پھر امیر معاویہ نے اس وفد کو یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ عجلت سے تاخیر اچھی ہے وفد واپس چلا گیا اور امیر معاویہ کا یزید کی بیعت لینے کا ارادہ قوی ہو گیا اور پھر مشورہ کے لئے بصرہ کے گورنر زیاد کو خط لکھا

﴿خلافت بنوامیہ کامل ابن اثیر ج ۱ ص ۸۹﴾

کردار یزید کی جھلکیاں

زیاد نے خط پڑھ کر عبید ابن کعب النمیری سے کہا کہ امیر معاویہ نے مجھے ایسا ایسا خط لکھا ہے۔ وہ لوگوں کی نفرت سے خائف بھی ہیں اور ان کی تابعداری کی امید بھی رکھتے ہیں امر الاسلام کا تعلق اور اس کی ضمانت بہت مشکل کام ہے یزید کے مزاج میں نرمی اور سبکی ہے اور اس کے ساتھ ہی شکار کا ازحد دلدادہ ہے اس لئے تم امیر معاویہ سے ملو یزید کے عادات و خصائل بیان کرو اور کہو کہ ابھی اس کام میں توقف کرو۔

عبید ابن کعب نے مشورہ دیا کہ اس سے یہ بہتر ہے کہ میں یزید سے مل کر بتاؤں کہ تمہارے والد نے زیاد سے تمہاری بیعت کے متعلق مشورہ

طلب کیا ہے ان کو خوف ہے کہ لوگ تمہاری سبکیوں کی وجہ سے تم پر الزام نہ لگا دیں ان کا خیال ہے کہ یزید ایسی باتوں کو ترک کر دے جن کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں اس کے خلاف کینہ پیدا ہو گیا ہے۔

زیاد نے یہ مشورہ قبول کر لیا پھر عبید یزید کو ملا اور تمام واقعہ بیان کیا جس کا اثر یہ ہوا کہ وہ اپنی بہت سی باتوں سے باز آ گیا یزید کو ملنے کے بعد امیر معاویہ کو زیاد کا خط دیا جس میں لکھا تھا کہ ابھی اس معاملے میں عجلت نہ کریں،

﴿ خلافت بنوامیہ کامل ابن اثیر ج ا۔ص ۸۹ ﴾

انعقاد بیعت

جب زیاد کا انتقال ہو گیا تو امیر معاویہ نے یزید کی بیعت لینے کا عزم کر لیا چنانچہ عبداللہ ابن عمر کے پاس ایک لاکھ درہم بھیجے۔

جو انہوں نے قبول کر لئے لیکن جب ان کے سامنے بیعت یزید کا ذکر کیا تو فرمایا چہ خوب اس کا مطلب ہے میرا دین بہت سستا ہے۔

اس کے بعد امیر معاویہ نے مروان کو لکھا کہ میری ہڈیاں کھوکھلی ہو گئی ہیں۔

اور چاہتا ہوں کہ میری موجودگی میں خلافت کا فیصلہ ہو جائے۔ تا کہ امت اختلاف و انتشار سے بچ جائے مروان نے اہل مدینہ کے سامنے تقریر میں یہ پیغام پہنچا دیا، جواب میں سب نے کہا کہ یہ بہت اچھی بات

ہے۔ مگر ہمیں بتا دیا جائے کہ کسے منتخب کیا جا رہا ہے۔

تا کہ بعد میں اختلاف پیدا نہ ہو سکے اور نہ ہی وہ انتخاب میں غلطی کریں، مروان نے امیر معاویہ کو یہ اطلاع دے دی، امیر معاویہ نے لکھا کہ یزید کا انتخاب کیا گیا ہے۔

مروان نے پھر لوگوں کو جمع کر کے خطبہ دیا کہ امیر معاویہ نے تمہارے لئے ایک شخص کا انتخاب کر لیا ہے اور انتخاب میں کوئی غلطی نہیں کی چنانچہ انہوں نے اپنے بیٹے یزید کو خلیفہ بنایا ہے۔

اس پر حضرت عبدالرحمن بن ابو بکر صدیق نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ تم بھی جھوٹے ہو اور معاویہ بھی جھوٹا ہے۔

امت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کسی کو انتخاب کرنے کا تمہارا ارادہ نہیں بلکہ تم لوگ اسے ہرقلیہ بنانا چاہتے ہو کہ ایک ہرقل مر گیا تو دوسرا ہرقل اس کی جگہ بادشاہ بن جائے۔

مروان نے کہا یہ وہی شخص ہے جس کے لئے خدا تعالیٰ نے

﴿والذی لو الدیه اف لکما﴾ والی آیت نازل کی ہے۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ نے یہ سنا تو پردے کے پیچھے سے فرمایا، اے مروان اے مروان!

یہ آواز سنی تو سب خاموش ہو گئے اور مروان نے بھی ادھر منہ کر لیا، تو آپ نے فرمایا تم جھوٹ کہتے ہو کہ آیت عبدالرحمن کے حق میں نازل ہوئی

ہے، بلکہ یہ آیت فلاں فلاں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

مگر تم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لعنت کے ٹکڑے ہو، پھر حضرت امام حسین نے کھڑے ہوکر بیعت یزید کا انکار کیا۔

اور ابن عمر اور ابن زبیر نے بھی ایسا ہی کیا، مروان نے ان تمام باتوں کی خبر معاویہ کو دیدی،

﴿خلافت بنو امیہ ابن اثیر﴾

وہ بات کرو جو ہم چاہتے ہیں

اس اثناء میں امیر معاویہ نے اپنے عمال یزید کی تعریف وتوصیف کرنے اور مختلف شہروں سے ان کے پاس وفود بھیجنے کے لئے لکھا، چنانچہ مدینہ منورہ سے محمد بن عمرو بن حزم اور بصرہ سے احنف بن قیس آئے اور امیر معاویہ سے ملاقات کی۔ محمد بن عمر نے کہا کہ ہر راعی سے اس کی رعیت کا سوال کیا جائیگا، اس لئے آپ خوب غور کر لیجئے۔ کہ آپ امت محمدی پر کس کو والی بنارہے ہیں، یہ سن کر امیر معاویہ پر کچھ ایسی نگوں ساری ﴿شرمندگی﴾ طاری ہوئی کہ سردی کے موسم میں تنفس شروع ہوگیا۔

پھر امیر معاویہ نے احنف بن قیس ﴿بصرہ والے﴾ کو یزید کے پاس جانے کا حکم دیا۔ جب وہ واپس آئے تو امیر معاویہ نے پوچھا کہ تم نے یزید کو کیسا پایا انھوں نے جواب دیا میں نے شباب، نشاط، درشتی اور مزاج

دیکھا۔

اس کے بعد امیر معاویہ کے پاس وفود جمع ہو گئے، تو انہوں نے ضحاک ابن قیس فزاری کو کہا کہ پہلے میں کلام کروں گا۔اور جب میں چپ ہو جاؤں تو تم لوگوں کو یزید کی بیعت کی دعوت دو گے اور مجھے بیعت لینے کی ترغیب دینا چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا پھر سعید بن اشدق نے بھی ایسی ہی تقریر کی ان کے بعد یزید بن مقنع عذری نے اٹھ کے کہا کہ امیر معاویہ کے بعد یزید خلیفہ ہوگا۔

اور اگر کسی نے اس کا انکار کیا تو اس کا فیصلہ تلوار کرے گی امیر معاویہ نے کہا کہ آپ بیٹھ جایئے آپ سیّد الخطباء ہیں اس کے بعد دیگر وفود نے بھی یزید کے حق میں تقریریں کیں

﴿خلافت بنوامیہ، کامل ابن اثیر جلد ا۔ ص ۹۱﴾

اس کے بعد امیر معاویہ نے احنف بن قیس سے کہا کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟

انہوں نے کہا کہ اگر سچ کہتے ہیں تو آپ سے ڈر لگتا ہے اور اگر جھوٹ کہتے ہیں تو خدا تعالیٰ سے خوف آتا ہے۔

اے امیر المومنین، آپ یزید کے لیل ونہار، ظاہر و باطن، اور دخل وخروج سے واقف ہیں پس اگر آپ ان کو اللہ تعالیٰ اور امت کے لئے پسندیدہ خیال کرتے ہیں تو مشاورت کی ضرورت نہیں۔اور اگر آپ اس کے

متعلق اس کے سوا کچھ اور رائے رکھتے ہیں تو اس معاملہ کو توشۂ دنیا بنا کر چھوڑتے جایئے۔ جبکہ آپ خود راہی آخرت ہونے والے ہیں

بعدازاں لوگ متفرق ہو گئے اور احنف کی تقریر کا تذکرہ کرنے لگے

غرض یہ کہ امیر معاویہ دور ونزدیک کے آدمیوں کو انعام و کرام دیتے۔ ان کی خاطر و مدارت کرتے اور ان پر لطف و احسان کرتے رہے تا آنکہ لوگ پختہ طور پر ان کے ساتھ ہو گئے اور انہوں نے یزید سے بیعت کر لی جب اہل عراق اور اہل شام بیعت کر چکے تو امیر معاویہ ایک ہزار سوار ہمراہ لے کر حجاز کی کی طرف روانہ ہوئے۔

﴿خلافت بنوامیہ کامل ابن اثیر جلد ا۔ص ۹۱﴾

تاریخ ابن اثیر میں اس کے بعد وہ تمام روایات معمولی تغیر لفظی سے موجود ہیں جو آپ العواصم من القواصم سے بیعت یزید کے سلسلہ میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اور تمام تر روایات وواقعات دیگر ثقہ اور مسلمہ کتب تواریخ وسیر میں بھی موجود ہیں۔ علامہ ابن اثیر جزری سواد اعظم کے عظیم ترین مورخ محدث اور بطل جلیل ہیں۔ اس لئے آپکی کتاب سے ہی چند اقتباسات کا اختصار پیش کرنے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

ہم نہیں سمجھتے کہ ان حالات میں یزید پلید کے لئے لی جانے والی بیعت میں شریعت مطہرہ کی کونسی شق موجود ہے۔

کیا یہ شرعی خلافت ہے کہ کسی شخص کو نامزد کر کے مسلمانوں سے اس

کے متعلق رائے پوچھی جائے اور بصورت انکار یا توان کو مسلمانوں کی امانت بیت المال سے بڑی بڑی رقوم عطا کر کے خرید لیا جائے اور یا بزور شمشیر ان کی صدائے احتجاج کی گردن کاٹ دی جائے۔

قارئین خود فیصلہ فرمائیں کہ اگر یہ خلافت راشدہ ہے تو آمریت کس کا نام ہے۔ آخر پر عباسی کے نیم معتمد جناب ابن خلدون کی تاریخ سے اس واقعہ کا مختصر متن ملاحظہ فرمائیں۔

فرد معاوية المغيرة الى الكوفة وامره ان يعمل
فى بيعة يزيد فقدم الكوفة وذاكر من يرجع اليه
من شيعة بنى اميه فاجابوا وقد منهم جماعت
مع ابنه موسىٰ فدعاء الى عقد البيعة ليزيد

﴿ابن خلدون جلد سوم ص ۱٦﴾

وکلائے یزید کا اعتراف

ان روشن حقائق کے باوصف وکلائے یزید خود بھی متعدد مقامات پر اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ بیعت یزید کے طریقہ کار کو جلیل القدر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نہ صرف یہ چیلنج ہی کیا تھا بلکہ کتاب وسنّت کے خلاف ہر قلانہ نظام قرار دیا تھا اور ہر ممکن طریقہ سے کوشش کی تھی کہ اسلام میں اس بدعت ضالہ کا اجراء نہ ہو۔

یزید کے کاسہ لیس اس وقت اعتراف کرتے ہیں جب انہیں یزید

پلید کو فرشتہ سیرت ثابت کرنا ہوتا ہے۔

چنانچہ ان لوگوں کی رسوائے زمانہ کتابوں میں متعدد مقامات پر لکھا ہوا ہے کہ صحابہ کرام نے یزید کی بیعت خلافت کے طریقہ کی مخالفت کی تھی اس کے کردار پر نکتہ چینی نہیں کی تھی اگر یزید کردار کا اچھا نہ ہوتا تو صحابہ کرام اس بات کا بھی برملا اعلان و اظہار کر دیتے۔

جہاں تک یزید کے کردار پر نکتہ چینی کا سوال ہے اس کی وضاحت بھی ہم چند سطور کے بعد کرنے ہی والے ہیں دیکھنا تو یہ ہے کہ جب بقول تمہارے بھی یہ بیعت اسلامی طریقہ پر منعقد نہیں ہوئی تو پھر یزید کی حکومت کو خلافت راشدہ اور یزید پلید کو خلیفہ راشد کس طرح کہا جا سکتا ہے؟

جب یہ بیعت بنیادی طور پر ہی خلفائے راشدین کی سنت کے خلاف اور دین قیم میں ایک مکروہ ترین امر اور بدعت ضالہ کی حیثیت رکھتی ہے تو پھر اس کے عواقب و نتائج کو درست تسلیم کروانے کے لئے ہاتھ پاؤں کیوں مارے جاتے ہیں۔

اب رہا یہ سوال کہ صحابہ کرام نے یزید کے کردار و افعال پر نکتہ چینی کیوں نہ کی تو اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرام نے یزید پر نکتہ چینی کی ہے۔ جو لوگ اس وقت یزید کی بدکرداریوں سے آگاہ تھے انہوں نے برملا اس کا اظہار بھی کر دیا تھا جنہیں بعد میں معلوم ہوا تو انہوں نے نہائت نفرت و حقارت سے اس کی بیعت کو توڑ ڈالا حتیٰ کہ یزید کے چچا اور ابن زیاد کے

باپ زیاد بن سفیان نے یزید کو بلا کر انتباہ کیا کہ وہ ان بد اعمالیوں کو چھوڑ دے جو اس کی بیعت کے انعقاد میں رکاوٹ بن سکتی ہیں۔

یزید کو اس کے گھر والوں سے زیادہ کون جان سکتا تھا زیاد اس کے گھر کا فرد تھا کہ اگر لوگوں پر یزید کی پوشیدہ کارگزاریاں ظاہر ہو گئیں تو لوگ اس سے متنفر ہو جائیں گے۔

بہر حال اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ یزید قبل از بیعت نہائت ہی فرشتہ سیرت تھا تو پھر بھی اس کی بیعت شرعی اور سنّت خلفائے راشدین کے خلاف تھی اور پھر سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ اس کے دور حکومت میں کیا ہوا؟،

اگر کوئی فرشتہ سیرت حکومت ملنے کے بعد شیطان کا روپ دھار لے تو کیا اس کی ملکوتی صفات کا جنازہ نکل جائے گا یا نہیں؟

یزید اگر نیک سیرت بھی ہوتا تو بھی اس کی حکومت کو خلافت حقہ نہیں کہا جا سکتا۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ کسی بھی دور میں اچھی سیرت کا مالک نہیں تھا۔

اس کے بچپن، لڑکپن، اور شباب کا ہر دور لہو ولعب اور بد افعالیوں کا دور تھا حکومت ملنے سے پہلے بھی اس میں مطلق العنانی، کھلنڈرا پن اور عیاشی وفحاشی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور حکومت ملنے کے بعد تو وہ مکمل طور پر کھل

کھیلا اور جی بھر کر بیت المال کی رقوم سے اپنی تسکین کا سامان فراہم کرتا رہا بہر حال وہ اول و آخر فطرتاً ایک عیاش شخص تھا۔

اور ساتھ ہی ساتھ ظالم و مبغوض اور انتہائی متشدد بھی تھا ان غلیظ اوصاف کا شخص امیر المومنین اور خلیفۃ المسلمین تو کیا مسلمان آمر کہلانے کا بھی حق دار نہیں چہ جائیکہ اسے صحابہ کا امیر ثابت کیا جائے ایسا ثابت کرنا سوائے ایک فراڈ کے اور کچھ بھی نہیں۔

کیا یزید محدث تھا

یزید نوازوں نے تاریخ کے سینہ پر جراحت کرتے ہوئے ایک شوشہ یہ بھی چھوڑا ہے کہ یزید ایک بہت بڑا فقیہہ اور محدث بھی تھا اس نے متعدد صحابہ سے سماع حدیث کیا۔ اور اسے متعدد روایات مروی ہیں حالانکہ یہ بات محض مفروضہ ہے۔

عباسی وغیرہ نے ابو بکر ابن عربی کے حوالہ سے یہ تاثر بھی قائم کیا ہے کہ بخاری شریف کی اس روایت کے مقابلہ میں جس میں حضرت عبداللہ بن عمر نے یزید کی بیعت نہ توڑنے کا ارشاد فرمایا ہے ان تمام روایات کو غلط قرار دیا جائے جن میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ یزید کی بیعت نہ کرنے والے چار افراد سے ایک ہیں ☼ یہ بحث گزشتہ اوراق میں ہو چکی ہے ☼ اس لئے یہاں صرف یہ بتانا ہے کہ اگر تم بخاری شریف کو فی واقع

ایک میعار قرار دیتے ہو تو پوری بخاری شریف میں ایک روائت ایسی دکھادو جو یزید سے مروی ہو یقین تم ایسا کبھی نہیں کر سکو گے۔

اس لئے کہ امام بخاری نے یزید پلید سے کوئی ایک روائت بھی بیان نہیں کی جب کہ بخاری شریف میں مروان بن الحکم جیسے متنازع اور مجروح شخص سے روایات لی گئی ہیں یہی نہیں۔

بخاری یزید پلید سے کوئی روایت لینا پسند نہیں کرتے۔تو پھر تم ادھر کیوں نہیں ہو جاتے جدھر امام بخاری ہیں بخاری کا یہ میعار کیوں تمہاری تکلیف کا باعث ہے اور اسے قبول کرنے سے کون سی چیز مانع ہے حقیقت یہ ہے کہ تمہارا اپنا ایک میعار ہے۔

اور تمہارے میعار پر اسلاف میں سے کوئی شخص بھی پورا نہیں اتر سکتا خواہ وہ کتنا ہی صاحب علم اور زی حیثیت ہو تم نے جن لوگوں کی جلالت علمی کا اعتراف کیا ہے ان کے بارے میں بھی مخلص نہیں ہو۔

بلکہ ان کی کتابوں سے بھی وہی روایتیں نقل کی ہیں جو تمہارے ذاتی معیار پر پوری اترتی ہیں۔ورنہ تم اپنے آپ ہی سب کچھ ہو اور خود ہی تحقیق کے نام پر اسلام کی بیخ کنی کرنے پر تلے ہوئے ہو اور تمہاری یہ تحقیق بے لگام تمہارا بیڑا غرق کر کے ہی دم لے گی۔

یزید کو فقیہہ اعظم اور محدث اعظم کے نام سے پیش کرنے والو آؤ ہم تمہیں بتائیں کہ محدثین کرام کی نظر میں یزید کا کیا مقام ہے؟

اور یہ وہ محدثین کرام ہیں جنہیں تم نے بھی بڑے بڑے خطابات سے یاد کیا ہے اور ان کی کتابیں بھی وہ ہیں جو بذات خود اس ضمن میں ایک عظیم معیار کی حیثیت رکھتی ہیں۔ امام ابن حجر عسقلانیؒ تہذیب التہذیب میں فرماتے ہیں کہ تریسٹھ ہجری میں اہل مدینہ نے یزید کی بیعت توڑ ڈالی تو اس نے مسلم بن عقبہ کو حکم دیا کہ تمہارے لئے مدینہ منورہ کو تین یوم کے لئے مباح کیا جاتا ہے اہل مدینہ سے میرے لئے غلامی کی بیعت لینا وہاں سے فارغ ہو کر مکہ معظّمہ چلے جانا اور ابن زبیر سے قتال کرنا۔ چنانچہ مسلم نے یزید کے حکم سے مدینہ منورہ میں افعال قبیحہ کئے صحابہ کرام اور ان کے بیٹوں اور خیار تابعین کو شہید کیا اور فواحش کا ارتکاب کیا۔ یزید ۶۴ھ ۱۵ ربیع الاول کو ہلاک ہوا اور اس کی روایت قابل اعتماد نہیں اور فرمایا کہ جب عمر بن عبد العزیز کے سامنے کسی شخص نے کہا کہ یہ بات امیر المومنین یزید بن معاویہ نے کی ہے تو حضرت عمر بن عبد العزیز نے فرمایا کہ تو یزید کو امیر المومنین کہتا ہے اور حکم دیا کہ اس کو بیس درّے لگائے جائیں۔

تہذیب التہذیب عسقلانی

ثم خرج اهل المدينة على يزيد خلعوه فى
سنة ثلاث وستين فا رسل اليهم مسلم بن
عقبه المرى وامره ان يستبيح المدينة ثلاثة
ايام وان يبايعهم على انهم خول وعبيد ليزيد

فاذا فرغ منها نهض الی مکة لحرب ابن زبیر
ففعل بها مسلم الا فاعیل۔
قبیحة وقتل بها خلقا من الصحابة وابنائهم
وخیار التابعین وافحش القضیة الی الغائة۔
وکان هلکة فی نصف ربیع الاول
سنة اربع وستین ولیست له راویة تعتمد وقال
کنت عند عمرین عبد العزیزفذکر رجل یزید
بن معاویة فقال قال امیر المومنین یزید فقال
عمر تقول امیر المومنین یزید و امربه فضرب
عشرین سوطا۔ ٭تهذیب التهذیب مطبوعه
مصر جلد ۱۱ ص ۳۶۱ عسقلانی٭

میزان الا عتدال ذهبی

میزان میں ہے کہ یزید بن معاویہ اپنے باپ سے روایت کرتا ہے
اور اس سے اس کے بیٹے خالد اور مروان کے بیٹے عبدالملک نے روایت کی
ہے عدالت مقدوح ہے اور وہ روائت کرنے کے اہل نہیں اور امام احمد بن
حنبل نے فرمایا ہے کہ اس سے کوئی روایت پہنچی ہی نہیں۔

یزید بن معاویة روی عن ابیه وعنه ابن
خالد وعبد الملک بن مروان مقدوح فی
عدالته لیس با هل ان یر وی عنه وقال احمد
بن حنبل لا ینبغی ان یر وی عنه

٭میزان الاعتدال جلد ۴۔ ص ۴۴۰٭

قارئین کو یاد ہوگا کہ ابوبکر ابن عربی اور عباسی نے امام احمد بن حنبل کی کتاب الزہد کے حوالہ سے باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ یزید سے امام احمد بن حنبل نے روائت بھی بیان کی ہے اور اس کا ذکر بھی صحابہ کرام نے کیا ہے مگر علامہ ذھبی جیسے جلیل القدر ناقد رجال فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ یزید پلید سے کوئی روایت ہمیں پہنچی ہی نہیں اور ذہبی کا اپنا قول یہ ہے کہ یزید روایت بیان کرنے کے اہل ہی نہیں اور مقدوح فی العدالت ہے۔

خلاصة التهذيب الكمال

رجال کی مشہور کتاب تہذیب الکمال میں ہے کہ یزید نے تین دن مدینہ کو مباح کیا پس وہ روایت بیان کرنے کا اہل نہیں اللہ تعالیٰ نے اسے چونسٹھ ہجری میں ہلاک کیا۔

متن یہ ہے!

يزيد بن معاوية بن ابو سفيان ولى لعهد من
ابيه واستباه المدينة فلم يمهله الله تعالىٰ
هلك سنة اربعه وستين۔

﴿خلاصۃ التہذیب الکمال جلد ۳، ص ۱۷۷﴾

﴿صفی الدین احمد بن عبداللہ﴾

اهل بیت سے یزید کی
گستاخیاں

یزید کے حواریوں کی ایک اور چالاکی

یزید کے متعلق یزید کی روحانی اولاد یہ باور کرانے کی کوشش میں مصروف ہے کہ اس ملعون نے اہل بیت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہمیشہ نیک سلوک کیا اور جب خاندان رسول کی لٹی پٹی شہزادیاں امام زین العابدین کے ہمراہ اس کے دربار میں پیش کی گئیں تو وہ ان کے ساتھ نہائت احترام کے ساتھ پیش آیا اور امام عالی مقام کے سر اقدس کو دیکھ کر نہایت غمزدہ ہوگیا اور رونے لگا۔

اور یہ کہ اہانت اہل بیت کے تمام واقعات یزید کے ساتھ شیعوں نے منسوب کر رکھے ہیں اس مفروضہ کو ثابت کرنے کے لئے وہ البدایہ والنہایہ ابن کثیر کی کٹی چھٹی عبارات کے ٹکڑے پیش کر کے نہایت طمطراق سے اپنے مکروہ ترین فریضہ سے سبکدوش ہو جاتے ہیں۔

اس کی تفصیل تو ہم واقعہ کربلا کے تاریخی شواہد پیش کرنے کے بعد بیان کریں گے فی الحال آپ البدایہ والنہایہ کی ہی وہ پوری پوری عبارتیں

ملاحظہ کریں جن سے واضح طور پر ظاہر ہو جاتا ہے کہ یزید پلید نے اہانت اہل بیت کرنے میں کوئی کسر باقی نہ اٹھا رکھی تھی۔

اس نے جناب امام زین العابدین اور جناب سیّدہ زینب سلام اللہ علیہا کی شان اقدس میں بھی گستاخیاں کیں اور امام عالی مقام کے سر اقدس کو سامنے رکھ کر نفرت وحقارت کے ساتھ چہرۂ انور پر چھڑی ماری اور بڑے غرور ونخوت کے ساتھ اعلان کیا کہ میں نے اولاد رسول سے جنگ بدر کا بدلہ لے لیا ہے۔

اور جب یزید کے درباری ایک کتے شامی نے حضرت فاطمہ بنت علی سلام اللہ علیہا کی طرف دیکھ کر کہا کہ یہ لڑکی مجھے بخش دیجئے تو جناب سیّدہ زینب سلام اللہ علیہا نے کہا کمینے اس بات کا حق نہ تجھے ہے اور نہ تمہارے امیر کو کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیٹیوں کے متعلق یہ خیال کرے تو یزید یہ سن کر آگ بگولہ ہو گیا اور جناب سیّدہ زینب سے نہایت درشتگی سے پیش آیا۔ بہر حال اب آپ البدایہ والنہایہ کی عربی عبارات کا پورا متن ملاحظہ فرمائیں اور فیصلہ کریں کہ یزید کے حواری اس کی کہاں تک وکالت کر سکتے ہیں۔

البدایه والنهایه

فلما دخلت الرؤس والنساء علی یزید دعا
اشراف الشام فا جلیهم حوله ثم دعا بعلی بن

الحسين وصبيان الحسين ونساء فا دخلن
عليه والناس ينظرون فقال العلی بن ا لحسين
يا علی ابوک قطع رحمی وجهل حقی و
نازعنی سلطانی فضع الله به ما قدرايت ،
فقال علی * ماصاب من مصيبة فی ولا فی
انفسكم الا فی الكتاب * فقال يزيد الابنه خالد
قال فما دری خالدما يرو عليه فقال له يزيد:قل
* ما اصابكم من مصيبة فبما كسبت ايد كم
ويعفو عن كثير * فسكت عنه ساعة ثم دعا
بالنساء والصبيان فرائی هيئة قبيحة فقال
قبح الله بن مرجانه لو كانت بئنهم وبينه
قرابةهورحم ما فعل هذا بهم ، ولا بعث بكم
هكذاوروی ابو مخنف عن الحارث بن كعب
عن فاطمه بنت علی قالت لما اجلسنابين
يری يزيد رق لنا وأمر لنا بشئی والطفناثم ان
رجلا من اهل شام احمر ،قام الی يزيد فقال
يا امير المومنين هب لی هذه يعميتی ،وكنت
جأ يه وفيعة ،فار تعدق فذعه من قوله فطننت
ان ذالک جائزلهم فاخذت بثياب اختی زينب
وكانت اكبر منی واعقل وكانت تعلم ان
ذالک يجوزفقالت لذالک الرجل كذبت والله
ولو مت ما ذالک لک له فغضب يزيد فقال
لها كذبت والله ان ذالک لی ولوشئت ان

افعلہ لفعلت قالت کلاواللہ ما جعل اللہ
ذلک لک الا ان تخرج من ملتنا وتدین بغیر
دیننا ،قالت فغضب یزید واسطتار ثم قال ایایٰ
تستقبلین بھذا؟ انما خرج من الدین ابوخ
واخواک فقالت زینب بدین اللہ ودین ابی
ودین اخی وجدی اھتدیت انت وابواک
وجدک قال کذبت وعدوۃ اللہ ۔قالت انت
امیر المومنین مسلط تشتم ظالما وتقھر
بسلطانک قالت فواللہ لکانہ استحی
فسکت۔

﴿البدایہ والنہایہ جلد۸ ص۱۹۴،۱۹۵﴾

جنگ بدر کا بدلہ لینے کا اقرار

فحدثنی ابو جعفر العنسی قال وقام یحی بن الحکم اخو
مروان بن الحکم فقال،

طعام یجنب الطف اوفی قرابۃ
من ابن زیاد العبدذُ الحسب الوغل
سمیۃ افحیٰ لسلھا عدو الحصی
ولیس لآل المصطفیٰ الیوم من نسل

قال فضرب یزید فی صدر یحی بن الحکم وقال لہ اسکت وقال
محمد بن حمید الرزی حدثنا محمد بن یحی الاحمری حدثنا عن
مجاحد قال لما جی براس لحسین وضع یدی یزید تمثل بھذا
الابیات۔

لیث اشیاخی ببدر شھدوا
جزع الخزرج فی وقع الاسل

فاھلوا واستھلوا فرحا
ثم قال الی ھینا لا تسل

حین حکت بفناہ برکبھا
واستحر القتل فی عبد الاسل

قد قلنا الضعف من اشرافکم
وعد لنا میل بدر فاعتدل

امام عالی مقام کے چہرۂ انور پر چھڑی مارنا

﴿۱﴾ عن القاسم قال لما وضع راس الحسین
بین یدی یزید بن معاویۃ جعل ینکت
بقضیب کان فی یدہ ثغرہ ثم قال الحسین ابن
الحمام المری یفلقن ھاماً من رجال اُلمزہ
علینا وھم کانوا اعق اظلما

مندرجہ بالا تمام تر عبارات ہیں البدایہ والنہایہ کی ہے جس سے
صاف ظاہر ہے کہ یزید پلید نے امام حسین علیہ السلام کا سر اقدس نہ صرف یہ
کہا کہ میں نے آل رسول کو قتل کر کے اپنے وڈیروں کی جنگ بدر میں ہونے

والی شکست کا بدلہ لیا ہے بلکہ امام عالی مقام کے دندان مبارک پر حقارت سے چھڑی بھی مارتا رہا۔

اسی کتاب سے اس سلسلہ کی دیگر روایات ملاحظہ کریں۔

﴿۳﴾ وقد رواہ ابن ابی الدنیا عن ابی الولید خالد بن یزید بن اسد عن عمار الدھنی عن جعفر قال لما وضع رأس الحسین بین یدی یزید وعندہ ابو برزۃ وجعل ینکبت بقضیب فقال لہ ارفع قضیبک فلقد رائت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم یلثمہ۔

﴿۴﴾ قال ابی ابن الدنیا وحدثنی مسلمۃ بن شبیب عن الحمید عن سفیان سمیعت سالم بن حفصہ قال قال الحسن لما جئ براس الحسین رجعل یزید یطعن با لقضیب.

سمیۃ امسی نسلھا الحصی
وبنت رسول اللہ لیس لھا انسل

﴿البدایہ والنہایہ ج ہشتم ص ۱۹۲ مطبوعہ مصر﴾

ناجمود عباسی وغیرہ نے مندرجہ بالا کتاب البدایہ والنہایہ کی عبارات کو کانٹ چھانٹ کر متعدد بار یہ دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے جب اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لٹا پٹا قافلہ یزید کے دربار میں پہنچا تو اس نے نہائت تاسف کا اظہار کیا اور امام حسین علیہ السلام کا کٹا ہوا سر اقدس دیکھ

کر غمزدہ ہو گیا بلکہ رونے لگا نیز یہ اس نے سیدہ زینب سلام اللہ علیہا اور امام زین العابدین کی بڑی آؤ بھگت کی اور نہایت احترام کے ساتھ مدینہ منورہ بھیج دیا اور کڑیاں ملاتے وقت ان خارجیوں نے البدایہ والنہایہ ہی کی عبارت کے قطع برید کئے ہوئے جملے پیش کئے ہیں۔

قارئین اندازہ فرمائیں کہ مندرجہ بالا روائت کی موجودگی میں گمان کیا جاسکتا ہے کہ یزید کہ دل میں امام حسین علیہ السلام و دیگر اہل بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ذرہ برابر بھی احترام ہوسکتا ہے ہرگز نہیں یہ سب یزید پرست ذہنیت کی بوقلمونیاں ہیں کہ ہر بات میں دھوکہ دینے کی کوشش کرو اور اس قدر جھوٹ بولو کہ جھوٹ کو بھی پسینہ آ جائے۔

واقعاتِ حَرّہ

خارجیوں کی نظر میں

اللہ کی مہربانی

امیر المومنین یزید کی مدت خلافت تقریباً پونے چار سال ہے جس میں حادثہ کربلا اور واقعہ حرہ کے سوا کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی حادثہ کربلا کو خانہ جنگی یا بغاوت کسی صورت بھی نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ یہ اسلام دشمن سبائیوں کی شرارت کا نتیجہ تھا۔

واقعہ حرہ کے متعلق مزید لکھا ہے۔

اس ہنگامہ میں اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے بہت ہی معمولی جانی نقصان ہوا بقول جلال الدین سیوطی کل تین سو ساٹھ مسلمان واقعہ حرہ میں مارے گئے اہل نظر اچھی طرح جانتے ہیں کہ اتنے بڑے ملک میں ایک شہر کے چند ہزار لوگوں کی شرارت یا بغاوت کو خانہ جنگی کا نام نہیں دیا جا سکتا ان دونوں حادثوں میں زیادہ سے زیادہ چھ سو کے قریب مسلمان کام آئے۔

﴿رشید ابن رشید صفحہ ۱۲۱۔۱۲۲﴾

عباسی کی قے چاٹنے والے ابن یزید کی عبارت واقعہ حرہ کے بارے میں قارئین ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اس پر پورا تبصرہ تو ہم آئندہ اوراق

میں کریں گے یہاں صرف ایک بات آپ کے ذہن نشین کرانا ہے۔ کہ واقعہ حرہ میں شہید ہونے والے وہی لوگ ہیں جن کی بیعت یزید کا سہارا لے کر ان خارجیوں نے امام حسین علیہ السلام کو باغی قرار دیا ہے کیونکہ اس وقت یہ لوگ صحابہ کرام اور صحابہ کرام کی اولاد تھے اور انہوں نے یزید کی بیعت کر کے ثابت کر دیا تھا کہ یزید بڑا صالح اور سعید ہے مگر اب انہی لوگوں کو شرارتی قرار دیا جا رہا ہے۔

بہر حال خارجیت اسی کا نام ہے اور خارجیوں کا یہ کردار آج سے نہیں بلکہ ان کے آباؤ اجداد شروع ہی سے ایسا کرتے آئے ہیں۔ ان بد نصیبوں کے دل میں نہ تو اہل بیت مصطفیٰ کی عزت ہے اور نہ صحابہ کرام کا احترام جب اہل بیت کو سب وشتم کرنا ہوتا ہے تو صحابہ کرام کی آڑ لیتے ہیں اور جب صحابہ کرام کی توہین مقصود ہوتی ہے وہ افراد اہل بیت کا سہارا تلاش کر لیتے ہیں۔ حالانکہ ان کی صحابہ سے بھی دشمنی ہے اور اہل بیت سے بھی عداوت ہے اگر ان لوگوں کے سینوں میں صحابہ کی سچی محبت ہوتی تو یہ لازمی امر تھا کہ یہ کبھی دشمن اہل بیت نہ [illegible] تے۔

بہر حال آئندہ اوراق [illegible] ہمیں اس پر تفصیل سے بحث کریں گے یہاں آپ واقعہ حرہ کے بار [illegible] نا محمود عباسی شاطرانہ تحریریں ملاحظہ فرمائیں یزید کی مدینہ پر فوج کشی [illegible] رے میں لکھتا ہے۔

مدینہ صحابیوں نے لوٹا

اس سختی میں کی نوعیت بھی یہ تھی کہ ایک تادیبی مہم باغیوں کی سرکوبی کے لئے تجر
بہ کار فوجی افسر کی ماتحتی میں بھیجی گئی افسروں میں متعدد صحابی وتابعی حضرات
تھے افسر بالا امیر مسلم بن عقبہ المری جو کبیر السن تھے اور اس زمانہ میں مریض
بھی انہوں نے اس خدمت کو بخوشی قبول کیا جس مدینہ طیبہ میں نبی کریم صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حضوری کا ان کو شرف حاصل ہوا تھا اس کو اپنی زندگی میں
کتنا فساد سے پاک کرنا اپنا فریضہ سمجھتے تھے ان کے ساتھ دیگر صحابہ امیر حصین
بن نمیر السکونی الاصابہ صفحہ ۳۳۹ ج ۱ امیر عبداللہ بن عصام اشعری الاصابہ
ص ۳۴۶ ج ۳ عبداللہ بن سعد الفزاری ﴿تاریخ الاسلام ذہبی ج ۳
ص ۳۱﴾ اور دوسرے صحابی وتابعی بھی ساتھ بھیجے گئے امیر روح بن زنباع
تابعی تھے ان کے فرزند ضبعان بن روح والی اردن تھے ان کے علاوہ متعدد
وہ حضرات بھی شامل تھے جو عبداللہ بن زبیر کے پاس امیر المومنین ﴿یزید﴾
کے پیغمبر کی حیثیت سے جا چکے تھے۔

﴿خلافت معاویہ ویزید ص ۳۷۸﴾

حبیب بن کرہ کا جو بنی امیہ کی تحریر لے کر امیر المومنین ﴿یزید﴾
کے پاس گیا تھا کا یہ بیان کہ جب فوجی دستہ روانگی کے لئے تیار ہو گیا امیر
المومنین اسے رخصت کرنے خود آئے تلوار گلے میں لگائے ہوئے تھے اور

عربی کمان کاندھے پر لٹکائے ہوئے تھے لشکر کے سواروں کو دیکھ رہے تھے اور یہ اشعار اپنی زبان سے کہہ رہے تھے جو بتغیر الفاظ پہلے بھی نقل ہو چکے ہیں۔

پھر امیر عسکر سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ مدینہ کے لوگوں کو تین دن کی مہلت دینا مان جائیں تو خیر ورنہ لڑائی کرنا جب غلبہ پا جاؤ تو باغیوں کا مال اور روپیہ اور ہتھیار اور غلّہ یہ لشکریوں کے لئے ہے۔

اس حکم پر بڑی چہ میگوئیاں کی جاتی ہیں اور وہ حدیث پیش کی جاتی ہے جس میں مدینہ کی حرمت مٹانے اور اہل مدینہ پر خوف مسلط کرنے والوں پر لعنت کی گئی ہے لیکن کوئی صاحب یہ نہیں بتاتے کہ مدینہ کی حرمت پر حرف لانے والا اصل میں تھا کون؟

اس خالی روحانی مرکز کو عسکری مورچہ اور بغاوت کا محور بنایا کس نے تھا؟

قرآن حکیم نے تو عین کعبہ میں بھی جنگ کی اجازت دے رکھی ہے پھر مدینہ کو فتنہ شورش سے پاک رکھنے اور باغیوں کی سرکوبی میں کیا چیز مانع تھی ایسی حالت میں بھی سمجھانے بجھانے فہمائش کرنے اور ایمان پیش کرنے کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا گیا تھا جو اہل مدینہ بغاوت میں شریک نہ تھے ان سے حسن سلوک کی تاکید کی گئی تھی۔ حضرت زین العابدین کے متعلق فوجی افسر کو خاص ہدایت کی گئی تھی۔

﴿صفحہ نمبر ۳۷۹﴾

امیر مسلم نے اہل مدینہ کو مخاطب کر کے جو الفاظ کہے وہ مورخین نے یہ لکھے ہیں۔

اے اہل مدینہ! امیر المومنین یزید سمجھتے ہیں کہ تم لوگ اصل ہو تمہارا خون بہانا انہیں گوارا نہیں۔ تمہارے لئے تین دن کی مدت مقرر کرتا ہوں جو کوئی تم سے باز آ جائے گا اور حق کی طرف رجوع کرے گا ہم اس کا عذر قبول کریں گے اور یہاں سے چلے جائیں گے اور اس ملحد کی طرف متوجہ ہوں گے جو مکہ میں ہے۔ اور اگر تم نہ مانو گے تو سمجھ لو کہ حجت تمام کر چکے۔

تین دن گزرنے کے بعد پھر اہل مدینہ کو مخاطب کر کے کہا کہ اے اہل مدینہ تین دن گزر چکے۔ کہو اب تم کو کیا منظور ہے ملاپ کرتے ہو یا لڑنا چاہتے ہو؟

اہل مدینہ نے جواب میں کہا کہ ہم لڑیں گے اس پر بھی امیر مسلم نے پھر ان سے یہ الفاظ کہے دیکھو ایسا ہرگز نہ کرو۔ بلکہ تم سب اطاعت گزاری اختیار کرو پھر ہم تم مل کر اپنا زور اس ملحد ﴿ابن زبیر﴾ پر ڈالیں ۔جس نے فاسقوں کو چار جانب سے اپنے پاس جمع کر رکھا ہے۔

﴿طبری ص ۷۔۸﴾

فاسقوں اور بے دینوں سے مراد باغیوں سے تھی جو احکام شریعت کی خلاف ورزی کرتے تھے۔

باغی پھر بھی باز نہ آئے۔ تین طرف خندقیں کھود رکھیں تھیں، پتھروں کے ڈھیر ان کے پاس تھے صلح کی بات کا جواب پتھروں سے دیا اور جب امیر مسلم نے آخری بات کہی کہ خدا سے ڈرو اور اپنی جانوں کی خیر مناؤ۔ تو انہیں گالیاں دیں اور امیر المومنین کو بھی نہ چھوڑا انہیں بھی گالیاں دیں۔

مدینہ کی آبادی کوئی لاکھوں کی نہ تھی سب شہر باغی نہ تھا۔ بغاوت کے سرغنہ وہ لوگ تھے جنہوں نے وقتی ہنگامہ بپا کر کے عوام کی ایک جماعت اکٹھی کر لی تھی، پھر مورچہ بندی کی تھی ان کی عسکری قوت کی کمزوری اس سے ظاہر ہے کہ خندقیں تین ہی طرف کھودی گئیں تھیں ۔اور ایک طرف ایسی آبادی تھی کہ مدافعانہ تدبیر کارگر نہیں ہو سکتی تھی۔

انصار کا بڑا گھرانہ بنو عبدالاشہل اس طرف آباد تھا یہ گھرانہ باغیوں کا شروع سے مخالف اور امیر المومنین کا حمائتی تھا۔ گویا بیعت توڑنے والے باغیوں کی فوج اتنی نہ تھی کہ سامنے سے دشمن کا مقابلہ کر سکے۔

اور نہ اتنی کہ تین طرف خندق کھود کر چوتھی طرف حفاظتی دستے متعین کر سکتے فوجی زاویہ نگاہ سے شائد ہی کبھی کوئی ایسی عقیم کاروئی کی گئی ہو جیسی اس وقت مدینہ کے باغیوں نے کی تھی۔

ان کو غرّہ تھا کہ ہمارا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے ہم ارض پاک کے رہنے والے ہیں ان کی اس جہالت کا اشارہ امیر المومنین کی گفتگو کے ایک فقرے سے ہو سکتا ہے جو موصوف نے امیر عسکر کو وداع کرتے وقت کی تھی فرمایا تھا یہ

سمجھ لو کہ تم ایسے لوگوں کی طرف جا رہے ہو جو نادان و ناسمجھ شیخی خورے اور اکھڑ ہیں جنہیں امیر المومنین معاویہؓ کے حلم نے بگاڑ رکھا ہے اور ان کو یہ گمان ہے کہ میرا ہاتھ ان تک نہیں پہنچ سکتا۔

﴿انساب الاشراف ج ۴ص ۳۴﴾

غرض یہ کہ جب کوئی چارہ کار باقی نہ رہا تو فوجی دستہ خندقوں کی طرف بڑھا، باغیوں نے پتھر اور تیر برسانے شروع کر دیئے جب اہل شام خندقوں کا پھیرا لگاتے تو لوگوں نے پہاڑوں اور چھتوں پر سے پتھروں اور پہاڑوں پر سے پتھروں اور تیروں کا نشانہ بنایا۔

﴿امامۃ والسیاسۃ ج ۱، ۲۲۲﴾

اتنے میں بنو اشہل کے سرکردہ لوگوں نے امیر مسلم کو مشورہ دیا کہ ان کے محلے سے فوج گزار کر شہر پر قبضہ کر لیں چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

﴿الامامۃ والسیاسۃ ج ۱، ص ۲۲۲﴾

غالی مولف نے لکھا ہے کہ ان لوگوں کو رشوت دی گئی تھی تو انہوں نے رستہ دے دیا۔

تھوڑی دیر لڑائی ہوتی رہی چند سرغنہ مارے گئے اور کچھ فرار ہو گئے اور ابن زبیر سے جا ملے۔ پانچ چھ سرغنہ گرفتار ہوئے اور بجرم بغاوت قتل کئے گئے۔

رہیں وہ تفصیلات جو بعد میں گھڑی گئیں کہ ہزاروں آدمی قتل ہوئے

خواتین کی بے حرمتی کی گئی دو ہزار کنواری لڑکیاں حمل سے رہیں یا بے دریغ مدینہ کو لوٹا گیا تو یہ سب داستانیں اکاذیب محض ہیں۔ جو بعد کے مسلمانوں کو برافروختہ کرنے اور پہلے مسلمانوں کی عزت وحرمت پر حرف لانے کے لئے وضع کی گئیں۔

﴿خلافت معاویہ ویزید ص ۳۷۹ تا ۳۸۱﴾

بغاوت کا تو چند گھنٹوں میں قلع قمع ہو گیا تھا شہر کو فتنہ جو عناصر سے پاک کرنے میں ہفتہ عشرہ لگ گیا۔

﴿خلافت معاویہ ویزید ص ۳۸۲﴾

یہ ہے غالی خارجی نا محمود عباسی کی واقعہ حرہ کے بارے میں خارجیانہ تحقیق جو ہم نے مسلسل عبارت کی صورت میں پوری کی پوری نقل کر دی ہے اگرچہ اس نے یزید کی حمایت میں پورا زور قلم صرف کر لیا ہے لیکن پھر بھی وہ سب کچھ تسلیم کر لیا ہے جسے مان لینے سے اس کی جان جاتی ہے۔

مثلاً یہ تسلیم کرتا ہے کہ یزید نے مسلم بن عقبہ کو مدینہ منورہ پر چڑھائی کے وقت حکم دیا تھا کہ جب اہل مدینہ پر غلبہ حاصل کر لو تو ان کا سب مال ودولت اور اسلحہ وغیرہ قبضے میں کر کے شامی فوج میں تقسیم کر دینا بلکہ ان کے کھانے پینے کا سامان غلہ وغیرا تک چھین کر شامیوں کو دے دینا۔

یعنی اہل مدینہ کا تمام مال وسامان مال غنیمت سمجھنا اور اپنے امیر لشکر کو یہ بھی بتا دیا کہ مدینہ منورہ کے لوگ بے عقل، نادان، نا سمجھ، شیخی خورے

اور اکھڑ ہیں انہیں میرے باپ کی حلیمی نے بگاڑ رکھا ہے جس کی وجہ سے وہ سمجھ رہے ہیں کہ میرا ہاتھ ان تک نہیں پہنچ سکتا گویا اہل مدینہ منورہ پر جو بھی مظالم توڑے گئے وہ سب یزید پلید کے حکم سے تھے اور یہ بھی بار بار لکھا ہے کہ اہل مدینہ باغی تھے اور انہیں بجرم بغاوت قتل کیا گیا۔

یعنی یزید کی بیعت توڑنے کے صلہ میں ان کا احترام صحابیت و تابعیت بھی ختم ہو گیا اور وہ سب بیک جنبش قلم باغی فسادی اور فتنہ پرور ہو گئے

اور نادانستہ طور پر یہ بھی اقرار کر لیا کہ اہل مدینہ یزید کو گالیاں دیتے تھے حالانکہ پوری کتاب میں طوطے کی طرح یہی رٹتا رہا ہے کہ اہل مدینہ تو یزید کے قصے پڑھتے تھے اور اس کی امامت وخلافت پر متفق تھے۔

حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر اس مقدس طائفہ نے بعض غلط فہمیوں کی بنا پر اس کی بیعت کی تھی انہوں نے اس کی بیعت توڑ دی تھی اور جب انہوں نے بیعت توڑ ہی دی تھی تو سینکڑوں صفحات میں یہ ثابت کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ کہ تمام اہل حرمین نے یزید کی بیعت بخوشی قبول کی تھی اس لئے وہ صحابہ کا امام اور امیر ہے۔

بہر حال اہل مدینہ کی بیعت توڑ دینے کو عباسی بغاوت ہی کا نام دیتا ہے اگرچہ اس کا پس خوردہ ابن یزید یہ باور کرانا چاہتا ہے کہ یزید کے زمانہ میں کوئی بغاوت نہیں ہوئی اور واقعہ کربلا اور واقعہ حرہ چند ہزار لوگوں کی شرارت تھی۔ اور اس شرارت کو بغاوت کا نام نہیں دیا جا سکتا۔

عباسی نے اس بات پر بھی بڑا زور دیا کہ مدینہ منورہ کو تاراج کرنے والے لشکر کے امیر صحابی تھے اور وہ ہرگز برداشت نہیں کر سکتے تھے کہ جس مدینہ منورہ میں انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہے وہاں کے لوگ فتنہ وفساد برپا کریں۔

اب اس منطق کو سوائے کسی شیطانی دماغ کے وسوسہ کے اور کیا نام دیا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر کو تباہ و برباد کرنے ہی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کا بدلہ اتارا جا سکتا ہے۔

نا محمود عباسی نے اپنے زبردست محقق ہونے کی ایک دلیل یہ بھی دی ہے کہ شامی فوج نے شہر رسول پر حملہ کر کے فوراً ہی غلبہ حاصل کر لیا پانچ سات سرغنہ باغی قتل کئے گئے۔

اور پھر امن وامان بحال کرنے کے لئے ہفتہ عشرہ وہاں رکے رہے حالانکہ یہ دنیا کا وہ زبردست تاریخی جھوٹ ہے جس کی مثال کہیں موجود نہیں علاوہ ازیں اس نے یہ بھی انکشاف کیا ہے کہ حکم قران کی رو سے عین کعبہ میں بھی جنگ لڑی جا سکتی ہے۔

پھر مدینہ منورہ کے شورش پسندوں، فتنہ کیشوں اور باغیوں کی سرکوبی کرنے سے کیا چیز مانع تھی حالانکہ پہلے خود ہی اس حدیث کا ذکر کرتا ہے کہ مدینہ والوں کو خوفزدہ کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے۔ اور ساتھ ہی صفائی پیش کر دی ہے۔ کہ یہ تو کوئی بتاتا ہی نہیں ہے کہ اہل مدینہ کو خوفزدہ کیا

کس نے تھا؟

اور پھر خود ہی بتا دیا کہ مدینہ منورہ خالص روحانی مرکز ہے اسے عسکری مورچہ اور محور بنانے والے خود اہل مدینہ ہی تھے کیونکہ انہوں نے ہی تو یزید کی بغاوت کی تھی اگر یزید نے ان کو قتل کر دیا تو کونسا جرم ہے گویا اہل مدینہ ہی اہل مدینہ کو خوفزدہ کرنے کے موجب تھے اور ﴿ معاذ اللہ ﴾ لعنت والی حدیث کا اطلاق بھی انہیں پر ہوتا ہے۔

یزیدی فوج کو راستہ کس نے دیا

نامحمود عباسی نے یہ تاثر دینے کی بھی ناکام کوشش کی ہے کہ مدینہ منورہ کے کثیر لوگوں نے یزید کی بیعت نہیں توڑی تھی بلکہ اکثر قبائل ان مفسدین سے ناراض تھے جنہوں نے یزید کی بیعت کو توڑا تھا ﴿معاذ اللہ﴾

اور اس کے ثبوت میں یہ دلیل پیش کی ہے کہ جب یزیدی لشکر نے اہل مدینہ کا محاصرہ کر رکھا تھا تو اس وقت بنو عبدالاشہل [illegible] نے یزیدی لشکر کی حمایت کرتے ہوئے اس کو اپنے گھروں سے راستہ دے دیا تھا کہ تم ادھر سے گزر کر ان فسادیوں کو قتل کر دو اور مدینہ منورہ کو لوٹ لو۔

﴿نعوذ باللہ من ذالک﴾

عباسی کا یہ محض فریب اور شدید کذب وافتراء ہے اور یہ سب کچھ اس کے اپنے ہی شیطانی ذہن کی اختراع ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی ذی شعور شخص اپنے دشمن کو یہ کہے کہ آیئے تشریف لایئے اور مجھے قتل کر کے میرے گھر کا مال واسباب لوٹ لیجیے۔

حقیقت صرف یہ ہے کہ مسلم بن عقبہ نے مدینہ کا محاصرہ کر لیا تو اہل مدینہ نے جن بنو امیہ کو محصور کر لیا تھا کہا کہ ہمارے ساتھ عہد کرو کہ شامی فوجوں کا ساتھ نہیں دو گے اور ہمارے ساتھ مل کر ان کا مقابلہ کرو گے اگر تم نے ہمارے ساتھ یہ عہد نہ کیا یا کسی قسم کے فریب کو بروئے کار لائے تو ہم

تمہیں قتل کر دیں گے۔ چنانچہ بنوامیہ نے ان کے ساتھ وعدہ کر کے یہ یقین دلایا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔

مگر موقع ملتے ہی مروان نے اپنے لڑکے عبد الملک بن مروان کو مسلم بن عقبہ کے پاس خفیہ طور پر بھیج کر یہ نشان دہی کر دی کہ تم مدینہ منورہ کی مشرقی سمت سے حملہ کر کے مقام حرہ میں داخل ہو جاؤ کیونکہ یہی ایک راستہ ہے۔ جو تجھے کامیابی سے ہمکنار کر سکتا ہے۔

چنانچہ عبد الملک بن مروان کے بتائے ہوئے راستہ سے مسلم بن عقبہ مدینہ منورہ میں داخل ہوا اور اس حقیقت پر مورخین ومحدثین کا قطعی طور پر اتفاق ہے۔

چنانچہ علامہ ابن کثیر نے بھی اس واقعہ کو تقریباً ایسے ہی لکھا ہے۔

وسار مسلم بمن معه من الجيوش الى المدينة فلما اقترب منها اجتهدا اهل المدينة فى حصار بنو امية وقالو لهم والله لنقتلنكم عن آخر كم او تعطوفا موثقاً ان لا تدلوا علينا احد من هواء الشامين ولا تمالئوهم علينا فاعطوهم العهود بذالك فلما وهل الجيش تلقاهم بنو اميه فجعل مسلم يسائلهم عن الاخبار فلا يخبره احد فلا نخصر لذالك وجاءه عبد الملك بن مروان فقال له ان كنت تريد النصر فانزل شرقى المدينة فى الحرة الخ فشكره

مسلم بن عقبة علی ذالک وامتثل ما اشاربه
فنزل شرقی المدینة فی الحرة

﴿البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۱۹﴾

کیا یوم حرّہ میں چند لوگ شہید ہوئے ہیں؟

خارجی عباسی نے واقعہ حرّہ کی اہمیت ختم کرنے کے لئے ایک دلیل یہ بھی دی ہے کہ اس حادثہ میں چند لوگ مارے گئے اور چند گھڑیاں جنگ لڑنے کے بعد یہ معاملہ ختم ہو گیا۔ اور چند گھڑیوں کی لڑائی میں بگڑ جانے والے نظم ونسق کو بحال کرنے کے لئے یزیدی افواج کو ہفتہ عشرہ مدینہ میں رکنا پڑا اور عباسی کے پس خوردہ ابن یزید نے تو یہ تک لکھ دیا کہ حادثہ حرّہ میں اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی سے کوئی نقصان نہیں ہوا اور صرف چند سوا ہالیان مدینہ کے قتل سے اہل مدینہ کی اس شرارت کا قلع قمع ہو گیا۔

جہاں تک اہل مدینہ کی شرارت کا تعلق ہے اس کی وضاحت ہم آئندہ اوراق میں کریں گے مگر جہاں تک اہل مدینہ پر یزیدی افواج کے مظالم کی داستان ہے یہ اس قدر کرب انگیز ہے کہ بیان کرتے ہوئے جگر پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔

یہ الگ بات ہے کہ عباسی وغیرہ اسے انتہائی معمولی واقعہ قرار دے کر حق یزیدیت ادا کرنے میں مصروف ہیں حالانکہ ان لوگوں کی یہ کذب سرائی گوز شتر سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ حقائق سے

روگردانی تو کر سکتے ہیں لیکن حقائق کو تبدیل کر دینے کی طاقت ان میں ہرگز نہیں دیگر مستند تواریخ اور کتب احادیث کے علاوہ ان کے نصف ثقہ مورخ علامہ ابن کثیر بھی اس دردناک واقعہ کی تصویر کشی کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ واقعہ حرہ انسانیت سوز مظالم کی انتہائی المناک داستان ہے اور یزیدی لشکر کی وحشتناکیوں کی مثال پوری دنیائے تاریخ میں نہیں ملتی۔

چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب البدایہ والنہایہ میں مختلف روائتوں کی روشنی میں اس حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ مسلم بن عقبہ نے اہل مدینہ کے قتال اور مدینہ منورہ کے تاراج کرنے میں اس قدر زیادتیاں کیں کہ سلف صالحین کو اس کا نام مسلم کی بجائے مسرف رکھنا پڑا۔

نیز یہ کہ یزیدی فوجوں نے اہل مدینہ کو قتل کرنے کے بعد ان کا تمام مال ومنال بحکم یزید لوٹ لیا۔ اور مدینہ منورہ کی عفت مآب عورتوں کے ساتھ زنا بالجبر کا ارتکاب کیا حتی کہ جن خواتین کی عصمت دری کی گئی ان میں سے ایک ہزار عورتوں نے زنا کے بچوں کو جنم دیا۔

اور یہ بھی بتایا ہے کہ شہید ہونے والے فسادی لوگ نہیں تھے بلکہ مقتدر صحابہ کرام اور صحابہ زادے تھے۔ اور کثرت سے ان لوگوں کی اولاد تھے جن کو سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے انصار و مددگار کے لقب سے یاد فرمایا تھا۔

اور پھر یہ سب کچھ بیان کرنے کے بعد علامہ ابن کثیر نے یزیدی

افواج کو ان تمام احادیث کا مصداق قرار دیا ہے جن میں اہل مدینہ کو ایذا دینے اور خوفزدہ کرنے والوں کے متعلق سزاؤں اور وعیدوں کا بیان ہے۔

اور یہ بھی ثابت کیا ہے کہ یزیدی افواج نے یہ تمام تر مظالم یزید پلید کے حکم کے مطابق توڑے تھے اور یزید ان تمام شیطانی حرکات میں ملوث بھی ہے اور ان کا ذمہ دار بھی۔

واقعات حرہ

تاریخ کے آئینہ میں

جنگ حرہ میں یزید کی مرضی کے مطابق اہل مدینہ پر توڑے جانے والے مظالم اور مدینہ طیبہ کی اہانت و بے حرمتی کی جو تصویر محدثین و مورخین نے پیش کی ہے وہ یہ ہے۔

دول الاسلام ﴿تاریخ ذہبی﴾

﴿کان﴾ ابوہ قد جعله ولی العهد من بعده فقدم من ارض حمص وجار الیٰ قبر والده ثم دخل دمشق فرکب الی الخضراء وکانت دار السلطنة فخطب الناس وبایعوه بالخلافة وکتب الی الاقالیم بذالک فبایعوه وامتنع من بیعته اثنان عظیمان الحسین ابن علی سبط رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم وعبدالله ابن الزبیر ابن عمة رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ثم نقض بیعته اکابر اهل المدینة لسوء سیرته وقیل کان یشرب الخمر وابغضوه لما جری من قتل الحسین رضی الله عنه

وبعث جيشاً الى المدينة لينذروهم ويد عوهم
الى الطاعة ثلاثه ايام فان اطاعوه والا قاتلوهم
فامتنعوا من طاعة وتعبئوا للقتال بظاهر
المدينة فالتقى الجمعان وكثر القتل وذالك
فى آخر سنة ثلاثه وستين وانهرم المدينون
وقتل منهم معقل الا شجمى وعبد الله ابن
حنظلة ابن الغسيل وعبد الله ابن زيد
المنازنى وهئولاء من الصحابة ثم سار رجيش
يزيد الى ابن الزبير وقد عاذ بيت الله وعنده
عبيده واتباعه فحاصره حتى يبا لع يزيد فابىٰ
وقاتلهم اياما ونصبوا على ابن زبير المنجنيق
وقتل جماعه فلا قوة الا با لله فبينما نهم
كذالك اذجاء الخبر بهلاک يزيد

﴿دول السلام تاریخ ذہبی مطبوعہ حیدر آباد دکن ص ۳۱﴾

ترجمہ دول الاسلام ﴿تاریخ ذہبی﴾

﴿یزید کو﴾ اس کے باپ نے اپنے بعد ولی عہد مقرر
کیا چنانچہ پہلے وہ حمص میں اپنے باپ کی قبر پر آیا اور
پھر سوار ہو کر دار السلطنت دمشق پہنچا اور لوگوں کو
اپنی بیعت کے لئے کہا اور دیگر حکام کو لکھا کہ میرے
لئے بیعت لیں اور دو عظیم شخصیتوں سبط رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسین بن علی اور رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی زبیر کے بیٹے
عبداللہ ابن زبیر نے اس کی بیعت سے انکار کیا پھر
اہل مدینہ کے اکابرین نے بھی اس کی بیعت توڑ دی
اس لئے کے وہ ﴿یزید﴾ بدکردار تھا اور اہل مدینہ
کہتے تھے کے یزید شرابی ہے اور انہیں یزید کی اس
بات پر بھی غصہ تھا کہ یزید نے حضرت امام حسین کو
شہید کروایا۔ اہل مدینہ کی بیعت توڑنے پر یزید نے
مدینہ منورہ پر لشکر کشی کی اور کہا کہ اہل مدینہ کو میری
اطاعت کے لئے تین دن کی مہلت دینا اگر وہ
اطاعت کرلیں تو فبھا ورنہ انہیں قتل کر دینا چنانچہ
۶۳ھ کے اواخر پر مدینہ منورہ میں لوٹ مار کر کے جن
کثیر لوگوں کو قتل کیا گیا ان میں معقل الاشجعی، عبداللہ
بن حنظلہ غسیل الملائکہ اور عبداللہ بن زید منازلی شامل
ہیں اور یہ لوگ صحابہ کبار میں سے تھے مدینہ منورہ کو
لوٹنے کے بعد لشکر یزید نے عبداللہ بن زبیر کے لئے
بیت اللہ شریف پر چڑھائی کی کعبہ شریف کا محاصرہ کر
کے یزید کی غلامی اور اطاعت کے لئے کہا گیا اہل حرم

کے انکار پر کعبہ شریف پر منجنیقوں نے پتھر برسائے اور لوگوں کو قتل کیا لاحول ولاقوۃ الا باللہ اسی اثناء میں یزید کی ہلاکت کی خبر آ گئی۔

الا صابة فی تمیز الصحابه

﴿ابن حجر عسقلانی﴾

مسلم بن عقبه بن رباح بن سعد من قبل یزید بن معاویة علی الجیش الذین غزوا المدینة یوم الحرّه ذکر ابن عساکر وقال ادرک النبی صلی الله علیه وآله وسلم شهد صفین مع معاویة وکان الرجالة وعمده فی ادراکه انه استند الی ما اخرجه محمد بن سعد فی الطبقات عن الواقدی بآ سانیده قال لما بلغ یزید بن معاویة ان اهل المدینة اخرجو آعامله من المدینة وخلعوه وجه الیهم عسکر امر علیهم مسلم بن عقبه المری وهو یومئذ شیخ ابن بضع وتسعین سنة فهذا یدل علی انه کان فی العهد النبوی کهل وقد افحش مسلم القول والفعل با هل المدینة واسرف فی قتل الکبیر والصغیر حتی سموه مسرفاً وابا المدینة ثلاثة ایام لذالک والعسکر ینبهون ویقتتلون ویفجرون ثم رفع القتل وبایع من بقی

علی انهم عبید لیزید بن معاویة وتوجه بالعسکر الی مکة لیحارب ابن الزبیر لتخلفه عن البیعة لیزید فعوجل بالموت فمات بالطریق وزاک سنة ثلاث وستین واستمر الجیش الی مکة فی صرو ابن الزبیر وبصوا المنجنیق علی ابی قبیس فجئهم الخبر بموت یزید ابن معاویة فانصر خوا وکفی الله المومنین القتال والقعبة

الاصابة ج ۳ ص ۴۷۰

ترجمہ!

الاصابہ میں مسلم بن عقبہ کے حالات میں لکھا ہے کہ یہ جنگ صفین میں امیر معاویہ کے ساتھ تھا اور بہت چالاک ہوشیار آدمی تھا اور پھر جب اہل مدینہ نے یزید پلید کی بیعت توڑ دی تو یہ شخص باوجود ستانوے سال کا ہونے کے بحکم یزید مدینہ منورہ کو تباہ برباد کرنے کے لئے تیار ہوگیا۔ وہ وقول فعل میں فحش قسم کا آدمی تھا اور اس نے مدینہ طیبہ کے صغیر وکبیر کے قتل میں اس قدر زیادتی کی کہ مسرف کے نام سے مشہور ہوا اس نے تین دن مدینہ منورہ کو مباح قرار دے دیا اور مدینۃ الرسول میں تین دن جی بھر کے قتل وغارتگری

اور فسوق اور فجور وہ اور اس کی فوجیں کرتے رہے اور
پھر مکہ معظمہ پر چڑھائی کر کے کعبۃ اللہ پر منجنیقوں نے
پتھر برسائے حتیٰ کہ یزید کی ہلاکت کی خبر آ گئی اور اللہ
تعالیٰ نے مسلمانوں کو یزید کے ظلم و جور سے بچا لیا

یزید کی بیعت کیوں توڑی

۶۳ھ میں یزید کی طرف سے عثمان بن ولید بن ابی سفیان امیر مدینہ ہو کر آیا اور اسی زمانہ میں اہل مدینہ کا ایک وفد جس میں عبداللہ بن حنظلہ اور عبداللہ بن ابی عمر بن حفص بن مغیرہ مخزومی و منذر بن زبیر وغیرھم شرفاء مدینہ تھے شام کو روانہ کیا یزید نے ان لوگوں کی بہت بڑی عزت کی عبداللہ بن حنظلہ کو علاوہ خلعت کے ایک لاکھ درہم اور باقی لوگوں کو دس ہزار درہم دے کر رخصت کیا جب اہل مدینہ واپس آئے تو اہل مدینہ ملنے کو حاضر ہوئے اور حال دریافت فرمایا۔

عبداللہ بن حنظلہ نے جواب دیا کہ ہم ایسے نا اہل سے مل کر آئے ہیں جس کا نہ کوئی دین ہے نہ مذہب، جو شراب پیتا ہے اور راگ باجا سنتا ہے خدا کی قسم اگر کوئی مہدی من اللہ ہوتا تو اس پر جہاد کرتا۔ حاضرین نے کہا، ہم نے تو سنا ہے کہ یزید نے تمہارا بڑا اکرام کیا ہے۔ خلعت اور جائزہ دیا ہے؟

عبداللہ نے فرمایا ہاں اس نے ایسا ہی کیا ہے لیکن ہم نے اس وجہ

سے اس کو قبول کر لیا ہے کہ اس کے مقابلہ کی ہم میں قوت آجائے اہل مدینہ یہ سن کر یزید سے زیادہ متنفر ہو گئے۔

﴿تاریخ ابن خلدون، ج ۵، ص ۱۲۸﴾

﴿معہ ابن اثیر مترجم﴾

اگرچہ تمام مورخین و محدثین نے اس واقعہ کو تقریباً ایسے ہی بیان کیا ہے جیسا کہ ابن اثیر کی تحریر سے ظاہر ہے لیکن ہم محض اختصار کے پیش نظر فتح الباری شرح بخاری کا عربی متن اور بخاری شریف کے حاشیہ کی عبارت پیش کرنے پر اکتفا کرتے ہیں تا کہ علامہ ابن اثیر کے بیان کی تائید بھی ہو جائے اور مضمون بھی زیادہ طوالت اختیار نہ کرے۔

فتح الباری شرح بخاری

بیعته، فلما خلع اهل المدینته فذکره، قلت وکان السبب فیه فازکروه الطبری مسندا ان یزید بن معاویة کان امر علی المدینة بن عمه عثمان بن محمد بن ابی سفیان فأوفد الی یزید جماعة من اهل المدینة منهم عبد الله بن غسیل الملائکة حنظلة بن ابی عامر وعبد الله بن ابی عمرو حفص المخزومی فی آخرین فاکرمهم واجازهم فرجعوا فأظهروا عیبه ولسبوه الی شراب الخمر وغیر ذالک

ثم وثبوا علی عثمان فأخرجوه وخلعوا یزید بن
معاویة فبلغ ذالک یزید فجهزا لیهم جیشا مع
مسلم بن عقبه المری وامره ان یدعوهم ثلاثا
فان رجعو ولا فقا فقاتلهم

﴿فتح الباری شرح بخاری ج،۱۳،ص ۷۰﴾

حاشیہ بخاری

وکان السبب فی خلعه ماذکره الطبرے ان
یزید بن معاویة کان امر علی المدینة ابن عمه
عثمان بن محمد بن ابو سفیان فا وفدا یزید
جماعة من اهل المدینة منهم عبدالله ابن
غسیل الملائکة وعبدالله بن عمر
والمخزومی فی آخرین فاکرمهم واجازهم
فرجعوا فا ظهروا واعبیه والنسبوه الی شرب
الخمر وغیر ذالک ثم وثبوا علی عثمان و
فرجوه خلعوا یزید بن معاویه الی آخر القصة

جوتوں کا ڈھیر

بلکہ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ جب اہل مدینہ کو ان کے یزید کے پاس
بھیجے ہوئے وفد نے آکر اطلاع دی کہ یزید فسق و فجور میں مبتلا ہے۔ شراب
پیتا ہے اور غنا کا رسیا ہے اور اس کا دین ومذہب کچھ بھی تو انہوں نے قریش پر
عبداللہ مطیع کو اور انصار پر عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر بنا دیا پھر

یزید سے اہل مدینہ نے اس طرح اظہار نفرت کیا کہ ایک شخص نے اپنا عمامہ اتار کر کہا کہ میں یزید کی بیعت کو اس طرح توڑتا ہوں جس طرح میں نے اپنا عمامہ اتار دیا ہے۔

پھر ایک شخص نے اپنا جوتا اتار کر کہا کہ میں یزید کی بیعت سے اس طرح نکل رہا ہوں جس طرح میں نے یہ جوتا اتار دیا ہے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اہل مدینہ کے اس اجتماع میں سے ہر شخص نے اپنا اپنا عمامہ اور اپنا اپنا جوتا اتار اتار کر رکھنا شروع کر دیئے حتیٰ کے عماموں اور جوتوں کے ڈھیر لگ گئے۔

عربی متن ملاحظہ ہو!

ففیها کانت وقعة الحرة و کان سببها ان اهل المدینة خلعوا یزید بن معاویة ولوا علی قریش عبد الله بن مطیع وعلی الانصار عبد الله بن حنظلة بن ابی عامر فلما کان فی اول هذا السنة اظهر وزالک واجتمعو عند المنبر فجعل الرجل منهم یقول قد خلعت عمامتی هذه ویلقیها عن راسه ویقول الآخره قد خلعته کما خلعت نعلی هذه حتیٰ اجتمع شئی کثیر من العمائم والنعال هناؤ

﴿البدایہ والنہایہ، ج ۸، ص ۲۱۸﴾

قارئین کرام! اس بات کو خاص طور پر ذہن نشین رکھیں کہ وہی مقدس

نفوس یزید کی بیعت کو اس حقارت سے توڑ رہے ہیں جن کی وجہ سے صحابہ کا امام اور صحابہ کا امیر کہا جاتا ہے بہر حال اب آپ تاریخ ابن اثیر وغیرہ سے باقی حالات ملاحظہ فرمائیں۔لکھا ہے کہ:۔

یزید کی ڈانٹ کا نتیجہ

عبد اللہ بن حنظلہ نے یزید کی معزولی کی درخواست پیش کی تو لوگوں نے بکمال خوشی اور رغبت منظور کر لی۔عثمان بن محمد ﴿عامل مدینہ﴾ نے یہ کل واقعات یزید کو لکھ کر بھیجے یزید نے اک ڈانٹ کا فرمان اہل مدینہ کو لکھ بھیجا جس کو دیکھ کر اہل مدینہ سخت برہم ہوئے۔انصار مدینہ نے اپنی اپنی سرداری کے لئے عبد اللہ بن حنظلہ اور قریش نے عبد اللہ بن مطیع کو منتخب کیا اور بالاتفاق سبھوں نے عثمان بن محمد اور مروان بن الحکم اور کل بنی امیہ کو مدینہ منورہ سے نکال باہر کیا۔

جب یزید کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے پہلے عمرو بن سعید کو مدینہ منورہ پر فوج کشی کا حکم دیا مگر اس نے انکار کر دیا پھر عبید اللہ ابن زیاد کو لکھا اس نے بھی عذر پیش کیا۔تب یہ خدمت مسلم بن عقبہ مریٔ کے سپرد کی گئی مسلم بن عقبہ بارہ ہزار سپاہیوں کا لشکر لے کر روانہ ہوا۔

یزید مشایعت کی غرض سے تھوڑی دور تک ساتھ آیا اور چند احکام کی پابندی کی ہدایت کر کے واپس آ گیا اگر تمہیں کوئی ضرورت پیش آئے تو

حسین بن نمیر کو سردار مقرر کرنا۔ اہل مدینہ کو تین روز غور و فکر کرنے کی دعوت دینا اگر وہ میری اطاعت قبول کر لیں تو چھوڑ دینا ورنہ جنگ میں تامل نہ کرنا اور جب ان پر کامیابی حاصل ہو جائے تو تین روز تک قتل عام کا حکم جاری رکھنا مال و اسباب جو کچھ لوٹا جائے وہ سب فوج کا ہے۔

علی بن حسین سے کچھ تعرض نہ کرنا کیونکہ مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ اب کا اس معاملہ میں دخل نہیں ہے۔

جب اہل مدینہ کو اس سے آگاہی ہوئی تو انہوں نے بنو امیہ کا مروان کے گھر میں نہائت سختی سے محاصرہ کر لیا اور بالآخر یہ پیمان لے کر آزاد کیا کہ آئندہ وہ جنگ سے کنارہ کریں گے اور دوسروں کے ساتھ مل کر اہل مدینہ کی مخالفت نہیں کریں گے اور کسی راز کو جو اہل مدینہ کے خلاف ہو گا ظاہر نہ کریں گے۔

﴿ابن خلدون، ج ۵، ص ۱۲۸﴾

﴿معہ ابن اثیر﴾

یہاں تک جو واقعہ ابن اثیر وغیرہ نے بیان کیا تقریباً یہی واقعہ معمولی اختلاف کے ساتھ البدایہ والنہایہ و دیگر کتب تاریخ وحدیث میں موجود ہیں۔

البدایہ والنہایہ میں ایک تو یہ زیادہ ہے کہ عبید اللہ بن زیاد کو یزید نے مدینہ منورہ تاراج کرنے کا حکم دیا تو اس نے یہ کہہ کر انکار کر کہ میں

بنت رسول کے بیٹے کو شہید کرنے اور مدینہ منورہ کو لوٹنے کے دو گناہ اپنے ذمہ نہیں لینا چاہتا اور البدایہ والنہایہ وفتح الباری شرح بخاری وغیرہ میں مزید یہ جملے بھی ہیں کہ جب امیر معاویہ کا وقت انتقال آیا تو یزید کو بلا کر یہ وصیت کی کہ اگر تمہیں مدینہ والوں سے معاملہ پیش آجائے تو مسلم بن عقبہ کے سپرد کر دینا وہ خوب نپٹا لے گا۔

نیز یہ بتانے کی تو ضرورت ہی نہیں ہے کہ ان مورخین کے مطابق بھی اہل مدینہ نے بنو امیہ کو شہر سے باہر نہیں نکالا۔

حالانکہ انہوں نے چند سطور پہلے ہی لکھا ہے کہ بنو امیہ کا مدینہ سے اخراج کر دیا مگر بعد میں انہوں نے خود ہی لکھ دیا ہے کہ بنو امیہ کو مروان کے گھر میں محصور کر دیا گیا تھا کیونکہ ایک تو یزید کی ڈانٹ اور تشدد کا ردعمل یہی ہو سکتا تھا اور دوسرا ان کا دشمن کے ساتھ مل جانے کا بھی خدشہ تھا کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ یزید ہمارے بیعت توڑنے کے بعد چین سے تو نہیں بیٹھے گا اور دوسرے اس کا متشددانہ خط بھی اسی نوعیت کا حامل تھا۔

چنانچہ انہوں نے بنو امیہ کا محاصرہ کیا بھی اور وعدہ لے کر یہ حصار توڑ بھی دیا کہ تم اہل مدینہ کے ساتھ رہو گے اور دشمنوں کے ساتھ مل کر نہ تو ہمارے ساتھ لڑو گے اور نہ ہی جاسوسی وغیرہ کرو گے۔ جو کچھ ہم بیان کرتے آئے ہیں اب آپ اس کا عربی متن ملاحظہ فرمائیں۔

البدایه والنهایه

وقال یزید مسلم بن عقبه ادع القوم ثلاثاًفان
رجعوا الی الطاعة فا قبل منهم وکف عنهم والا
فاستعن با للہ وقاتلهم واذا ظهرت علیهم
فألج ال مدینة ثلاثا ثم اکفف عن الناس
وانظر الی علی بن حسین فا کفف عنه
واستوص به خیرا واء دن مجلسه فانه لم
یدخل فی شکی مما دخلوا فیه واء مر مسلم اذا
فرغ من المدینة ان یذهب الی مکة لحصار ابن
نمیر وقال له ان حدث بک ائمر فعلی الناس
حصین بن نمیر السکونی وقد کان یزید کتب
الی عبید اللہ بن زیاد ان لیسیرا الی الزبیر
فیحاصره بمکة فاء بیٰ علیه وقال واللہ لا
اجمها للفاسق ابداً اقتل ابن بنت رسول اللہ
واغزوالبیت الحرأم وقد کانت امه مر جانة
قالت له حین قتل الحسین ویحک مازا
صنعت وما ذارکبت وعنصته تعنیفاً شدیدا
قالو وقد بلغ یزید ان ابن زبیر یقول فی خطبة
یزید القرود شارب الخمور تارک الصلوٰة
منعکف علی القینات،

قال فبعث البرید الی مسلم بن عقبه
المزنی وهو شیخ کبیر ضعیف فا انتدب

لـذالـک وارسـل مـعه یزید عشرة آلاف فارس
،وقیـل اثـنـا عشـرانها وخمسة عشرالف رجل
واعـطـی کـل واحـد منهم مائة دینار وهو علی
فـرس لــه ، قـال الـمـدائـنـی وجعل علی اهل
دمشـق عبـد الله بن سعده الفزار ی وعلی اهل
حـمـص حصین بن نمیر السکو نی وعلی اهل
الا ردن جیـش بـن رلـجـه الـقینی وعلی اهل
الـفسطیـن روحبـن زنبـاع الـجذامی وشریـک
الـکـنـانـی وعـلـی اهـل ال قنسرین طریف بن
الـحسـاس الهلالی وعلیهن ملم بن عقبه المز
نـی مـن غطفان وانما لیمیه السلف مسرف بن
عقبیٰ۔

﴿البدایہ والنہایہ جلد ۸، ص ۲۱۸﴾

یہ لٹیرے کون تھے ؟

البدایہ والنہایہ کی اس عبارت سے یہ بھی ظاہر ہے کہ یزید نے جو پندرہ ہزار فوج کی جمیعت مدینہ منورہ کو تاراج کرنے کے لئے روانہ کی تھی ان میں حجازی لوگوں کو شامل نہیں کیا گیا تھا بلکہ دمشق ، اردن حمص ، قنسرین وغیرہ کے لوگ تھے۔

جن پر سپہ سالار مقرر کرنے کی ترتیب یہ تھی کہ اہل دمشق پر عبد اللہ فزاری ، اہل حمص پر حصین بن نمیر اہل اردن پر جیش بن دلجہ، اہل فلسطین پر

روح بن زنباع اور شیک کنعانی اور اہل قنسرین پر طریف بن حساس کو مقرر کیا گیا اور ان سب پر خونخوار مسرف کو امیر بنایا تھا اور مدینہ منورہ کو لوٹنے کے لئے ایسے لوگوں کا انتخاب کیا گیا تھا جن کے دلوں میں حرمت مدینہ کا تصور بھی نہ پیدا ہو سکے اور پھر ان کے لئے دس ہزار گھوڑوں کا اہتمام کرنے کے ساتھ ہر شخص کو سو سو دینار بھی قبل از وقت انعام کے طور پر ادا کر دیا گیا تھا۔

اور بیت المال کی یہ رقم کسی کافر ملک کو فتح کرنے کے لئے نہیں بلکہ مرکز اسلام مدینۃ الرسول کو تاراج کرنے کے لئے خرچ کی گئی تھی

یزید کے جاسوس

اب آپ دیگر واقعات بھی پہلے تاریخ ابن اثیر وغیرہ سے ملاحظہ فرمائیں!

مسلم بن عقبہ کی وادی القریٰ میں بنوامیہ سے ملاقات ہوئی اور عمرو بن عثمان بن عفان سے اہل مدینہ کا حال دریافت کیا۔ انہوں نے انکار کیا لیکن ان کے ہمراہیوں نے بتا دیا مسلم بن عقبہ وادی القریٰ سے کوچ کر کے ذی نخلہ ہوتا ہوا مدینہ کے قریب پہنچ گیا اور اہل مدینہ سے کہلا بھیجا کہ امیر المومنین یزید چونکہ تم لوگوں کو شریف سمجھتے ہیں اور میں بھی تمہاری خونریزی پسند نہیں کرتا اس وجہ سے تم کو تین دن کی مہلت دیتا ہوں پس اگر اس اثناء میں تم لوگوں نے راہ راست اختیار کر لی تو فبہا میں فوراً مکہ چلا جاؤں گا اور اگر

تم لوگوں کو کچھ عذر ہو تو بیان کرو جب یہ میعاد گذر گئی ۔

تو مسلم نے کہلا بھیجا کہ تم جنگ کرو گے یا صلح، اہل مدینہ نے کہا کہ ہم جنگ کریں گے۔ مسلم نے کہا کہ جنگ نہ کرو بلکہ امیر کی اطاعت قبول کر لو اس میں تمہاری بہتری ہے۔

اہل مدینہ اپنی رائے پر جمے رہے بالآخر صف آرائی کی نوبت آئی عبدالرحمن بن زبیر بن عوف خندق پر متعین کئے گئے جس کو اہل مدینہ نے بطور شہر پناہ کے کھود کر بنایا تھا۔ عبداللہ بن مطیع قریش کی ایک جماعت کے ساتھ مدینہ منورہ کی ایک سمت پر اور معقل بن سنان اشجعی مہاجرین کی ایک جماعت کے ساتھ مدینہ منورہ کی دوسری سمت پر متعین ہوئے اور ان سب پر عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ کو سپہ سالار بنایا گیا انہوں نے گروہ کثیر کو ساتھ لیکر راستہ کی ناکہ بندی کر دی

﴿ابن خلدون جلد ۵۔ص ۱۲۹﴾

﴿معہ ابن اثیر﴾

علامہ ابن اثیر وغیرہ کا مندرجہ بالا بیان بھی تقریباً وہی ہے جو دیگر مورخین و محدثین نے بیان کیا ہے البدایہ والنہایہ وغیرہ دیگر کتب حدیث و تاریخ میں مزید یہ الفاظ ہیں کہ بنو امیہ نے مسلم بن عقبہ کو جو مدینہ والوں کی جاسوسی کی تھی وہ یہ تھی کہ تم مقام حرہ کی طرف سے حملہ کر کے مدینہ منورہ میں داخل ہو سکتے ہو کیونکہ ایک یہی راستہ ہے جس پر تمہاری کامیابی کا انحصار ہے

اور یہ بات اس کو عبدالملک بن مروان نے بتائی تھی اب آپ مندرجہ بالا
واقعہ کا عربی متن دیگر کتب معتبرہ سے ملاحظہ فرمائیں!

وسار مسلم بمن معه من الجيوش الى المدينة
فلما اقترب منها اهل المدينة فى حصار بنو
اميه وقالو الهم والله لنقتلنكم عن آخركم
اوتعطو فا موثقاً ان لا تد لو علينا احداً من هولاء
شاميين ولا تمالئوهم علينا فاطوهم العهود
بذالک ، فلما وصل الجيش تلقاهم بنو اميه
فجعل مسلم لئيسا لهم عن الاخبار فلا يخبره
احد ،فانحصر لذالک وجاه عبد الملک بن
مروان فقال له ان كنت تريد النصر فا فا انزل
شرقى المدينة فى الحرة ،فاذا اخرجو اليک
كانت الشمس فى اقفيتكم وفى وجوههم
فادعهم الى الطاعة فان اجبوک والا
فاستعين بالله وقا تلهم فان الله ناصرک
عليهم اذ خا لفو الا مام وخرجوا عن الطاعة
فشكره مسلم بن عقبه على ذالک وامتثل ما
اشا ربه فنزل شرقى المدينة فى الحرة ودعا
اهلها ثلاثة ايام كل ذا لک يا بو ن الا محا ربة
والمقا تلة فلما مضت الثلاث قال لهم فى
اليوم الرابع وهو يوم الا ربعاء اليلتين بقيتا من
ذالحجة سنة ثلاث وستين قال لهم يا اهل

المدينة فقد مصنت الثلاث وان امير المومنين قال لی انکم اصله وعشيرته وانه لكيره ارافة دماً لكم وانه امرنی ان ادجلکم ثلاثاً فقد مضت فماذا انتم صانعون تسالمون امر تحاربون ؟

فقال بل تجارب، فقال لا تفعلوابل سالموا ونجعل جد نا وقوتنا علی هذا الملحد يعنی ابن زبير

﴿البدایہ والنہایہ جلد ۸، ص ۲۱۹﴾

البدایہ والنہایہ میں مزید یہ ہے مسلم بن عقبہ نے اہل مدینہ سے کہا کہ تم یزید کی بیعت کرلو اور میرے ساتھ مل کر مکہ معظّمہ پر چڑھائی بھی کرو تا کہ اس ملحد یعنی ابن زبیر کو گرفتار کیا جا سکے تو اہل مدینہ نے کہا کہ اے دشمن خدا تو ہمیں بیت الحرام کی بے حرمتی پر آمادہ کر رہا ہے اور دونوں ہی طرف صف آرائی ہوگئی۔

فقالو یا عدو الله الواردت ذالک لما مکانک منه انحن نذرکم تذ هبون فتلحدون فی بیت الله الحرام

﴿البدیہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۱۹﴾

جنگ کیسے ہوئی ؟

اب آپ باقی واقعات بھی حسب سابق پہلے تاریخ اور پھر اس کے

بعد دیگر کتب معتبرہ کے متن کی صورت ملاحظہ کریں۔

چنانچہ ابن اثیر میں ہے ﴿بنوامیہ کی بدعہدی اور جاسوسی کا فائدہ اٹھا کر﴾ مسلم بن عقبہ اپنے ہمراہیوں کو مرتب کر کے حرہ کی طرف سے مدینہ منورہ پر حملہ آور ہوا۔ عبداللہ بن حنظلہ مقابلہ پر آئے اور اس جرأت و مردانگی سے دست بدست لڑے کہ شامی اسوار فوج کو مجبوراً پیچھے ہٹنا پڑا۔

مسلم نے للکار کر پیادوں کو آگے بڑھایا حضرت فضل بن عباس بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ بن حنظلہ سے اجازت لیکر مسلم پر دھاوا بول دیا تو شامی پیادوں کے رخ پھر گئے وہ منہ کے بل ایک دوسرے پر گرتے پڑتے بھاگنے لگے۔ بعد ازاں حضرت فضل بن عباس کی درخواست پر حضرت عبداللہ بن حنظلہ ؓ نے مدینہ منورہ کے تمام اسواروں کو آپ کی ماتحتی میں دے دیا۔

حضرت فضل بن عباس نے اس شدت اور تیزی سے حملہ کیا کہ شامی فوج کا شیرازہ منتشر ہو گیا سواروں اور پیادوں کی ترتیب درہم برہم ہو گئی مسلم بن عقبہ کے اردگرد صرف پانچ سو پیادوں کی جماعت رہ گئی باقی سب بھاگ کھڑے ہوئے۔

فضل بن عباس نے مسلم بن عقبہ کے قریب پہنچ کر ایک علمبردار کے سر پر یہ سمجھ کر تلوار کا وار کیا کہ یہ مسلم ہے وار اس قدر زور کا تھا کہ خود کی کڑیاں ٹوٹ کر گلے میں گھس گئیں ہاتھ سے علم گر گیا اور ساتھ ہی خود ٹھنڈا ہو گیا۔

فضل بن عباس جوش ومسرت سے پکار اٹھے۔

قتلت طاغية القوم ورب الكعبة

رب کعبہ کی قسم میں نے طاغوتوں کے سردار کو قتل کر دیا۔

مسلم بن عقبہ قریب سے بولا تم نے دھوکا کھایا ہے وہ ایک ردی غلام تھا فضل نے جھپٹ کر علم اٹھالیا مسلم نے لشکر کو للکارا سب نے چاروں طرف سے فضل بن عباس کو گھیر لیا بالآخر آپ بہادری سے لڑتے لڑتے شہید ہو گئے جب حضرت فضل بن عباس شہید ہو گئے تو مسلم بن عقبہ نے لشکر شام کو حضرت عبداللہ بن حنظلہ کی طرف بڑھایا عبداللہ بن حنظلہ اپنے رکاب کی فوج کو لشکر شام پر حملہ آور ہونے پر ابھار رہے تھے کہ حصین بن نمیر اور عبداللہ بن عضاۃ العشری اپنے اپنے کمان کی فوجیں لئے ہوئے عبداللہ بن حنظلہ اور ان کے ہمراہیوں پر تیر باری کرتے ہوئے بڑھے حضرت عبداللہ بن حنظلہ نے بلند آواز سے پکار کر کہا کہ جو شخص تیزی کے ساتھ جنت میں جانا چاہتا ہے وہ اس علم کو سنبھال لے۔

اہل مدینہ سنتے ہی دوڑ پڑے اور نہائت دلیری سے لڑ لڑ کر شہید ہونے لگے حتیٰ کہ حضرت عبداللہ بن حنظلہ کے کل لڑکے اور اخیافی بھائی محمد بن ثابت بن قیس بن شماس، عبداللہ بن زید بن عاصم اور محمد بن عمرو بن حزم انصاری، عبیداللہ بن عبداللہ بن موہب، وہب بن عبداللہ بن زمعہ بن اسود، عبداللہ بن عبدالرحمٰن ابن خاطب، زبیر بن عبدالرحمٰن بن عوف، عبداللہ بن

نوفل بن حارث بن عبد المطلب میدان میں جنگ میں شربت شہادت پی کر موت کی ٹھنڈی نیند سو رہے تھے۔

ان لوگوں کے شہید ہونے کے بعد لشکر مدینہ کے پاؤں اکھڑ گئے مسلم بن عقبہ قتل و غارت کرتا ہوا مدینہ منورہ میں داخل ہوا تین روز تک قتل عام کا بازار گرم رہا شامی لشکر نے اہالیان مدینہ کا مال و اسباب لوٹ لیا اور اس کے بعد مسلم بن عقبہ نے معقل بن سنان اشجعی، محمد بن ابی حذیفہ، محمد بن الجہم وغیرہم کو گرفتار کر کے ظلماً قتل کرا دیا اس واقعہ میں تین سو چھ آدمی شرفائے قریش و انصار اور ان کے علاوہ اور قبائل و موالی اس تعداد کے دو چند کام آئے۔

﴿تاریخ ابن خلدون جلد ۵، ص ۱۳۰﴾

﴿معہ ابن اثیر﴾

اب اپ ان واقعات کا عربی متن حسب سابق فتح الباری سے ملاحظہ کریں

فتح الباری شرح بخاری

فاذا اظهرت فاء بحا للجيش ثلاثا ثم اكفف عنهم فتوجه اليهم فوصل فی ذوالحجة سنة ثلاث وستين فحاربوه وكان امير الانصار عبد الله بن حنظله وعلى قريش عبد الله بن مطيع وعلى غيرهم منا لاقبائل معقل بن يسار الاشجعى وكانو اتخذوا خندقاً فلما وقعت

الوقعة النهزم اهل المدينة فقتل ابن حنظلة وفرأ بن مطيع و اباح مسلم بن عقبه المدينة ثلاثا فقتل جماعة صبرا منهم معقل بن سنان ومحمد بن ابى الجهم بن حزيفه و يزيد بن عبد الله بن زمعة وبا يع الباقين على انهم خول يزيد،

وافترح ابو بكر ابى خثيمة بسند صحيح الى جويرية بن اسماء سمعت اشياخ اهل المدينة يتحدثون ان معاويه لما احتضر دعا يزيد فقال له ان لك من اهل المدينة يوماً فان فعلوا فارهم بمسلم بن عقبة فانى عرفت نصيحته فلما ولى يزيد وفد عليه عبد الله بن حنظله وجماعة فاكرهم واجازهم فرجع فعرض الناس على يزيد وعابه ودعاهم الى خلع يزيد فاجابوه فبلغ يزيد فجهز اليهم مسلم بن عقبه ، فاستقبلهم اهل المدينة بجموع كثيرة فهابهم اهل الشام وكره اقتالهم فلما نشب القتال سمعوا فى جوف المدينة التكبير وذالك ان بنى حارثه ادخلوا قوماً من شامين من جانب الحره،فترك اهل المدينة القتال ودخلو المدينة خوفا على اهلهم فكانت الهزيمة وقتل من قتل وبايع مسلم الناس على انهم خول ليزيد يحكم فى دمائهم واموالهم واهلهم

بما شاء

واخرج الطبرانی من طریق محم بن سعید بن اما نة ان معاویه لما حضره الموت قال یزید قد وطات لک البلاد ومهدت لک الناس ولست اخاف علیک الا اهل الحجاز فان ربک منهم دیب فوجه الیهم مسلم بن عقبه فانی قد جربته وعرفت نصیحة قال فلما کان من خلافهم علیه ما کان دعاه فوجهه فابا حالوا ثلاثاً ثم دعاهم الی بیعة یزید وانهم اعبد له فن فی طاعة الله ومصیته

ومن روائة عروة بن الزبیر قال لما مات معاویة اظهر عبد الله بن الزبیر الخلاف علی یزید بن معاویة فوجه یزید مسلم بن عقبة فی جیش اهل الشام وامره ان یبداء بقتال اهل المدینة ثم یسیرا لی ابن الزبیر بمکة قال فد خل مسلم بن عقبة المدینة وبها بقایا من الصحابة فائسرف القتل،

﴿فتح الباری شرح بخاری ص۱۳ تا ۱۷﴾

البدایه والنهایه

ثم تهیا واللقتال ،وقد کانو اتخذوا خندقا بینهم وبین بن عقبه وجعلو اجیشهم اربعة ارباع علی کل ربع اسیرو وجعلاو اجعل الا رباع

الربع الذی فیه عبد الله بن حنظله غسیل ثم
اقتلو قتالاً شدید اثم انهزم اهل المدینة وقد
قتل من الفریقین خلق من السادات والاعیان
منهم عبد الله بن مطیع وبنون له سبعة بین
یدیه وعبد الله بن حنظله الغسیل واخوه لامه
محمد بن ثابت بن شیماس ومحمد بن عمرو
بن حزم وقدمر به مروان وهو مجندل فقال
رحمک الله فکم من سارية قدر ائتک تطیل
عند ها القیام والسجود

﴿البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۲۲۰﴾

یہ کیسی بیعت تھی ؟

فتح الباری کی جو عبارت آپ اس سے پہلے پڑھ چکے ہیں کہ مسلم بن عقبہ نے جو بیعت یزید کے لئے بچے کھچے اہل مدینہ سے طلب کی تھی وہ اس طرح تھی کہ یزید اگر چاہے تو تمھیں احکام خداوندی کی طرف بلائے اور اگر چاہے تو تمھیں گناہ و معصیت کا حکم دے تمھیں اس کا ہر حکم ہر حالت میں تسلیم کرنا ہوگا۔ کیا عباسی اور دیگر خارجی بتا سکتے ہیں کہ یہ کیسی بیعت تھی۔ کیا اسے اسلامی بیعت قرار دینا اسلام کی توہین نہیں؟

مدینہ لوٹ لیا

بہر حال اب قارئین:

﴿ تاریخ ابن اثیر وغیرہ سے باقی واقعات ملاحظہ فرمائیں ﴾

چوتھے دن جب مسلم بن عقبہ قتل و غارت سے تھک گیا تو اس نے بیعت کی غرض سے اہل مدینہ کو پیش کیے جانے کا حکم دیا۔ لشکریان شام چاروں طرف پھیل گئے جو جہاں ملتا اسے پکڑ لاتے اگر وہ بیعت کرنے سے انکار کرتا تو اسے فوراً قتل کر دیا جاتا۔ رفتہ رفتہ علی بن حسین کو گرفتار کر کے پیش کیا گیا۔ مروان بن الحکم نے ایک پیالہ شہد پیش کیا۔ آپ نے تھوڑا سا نوش فرما کر رکھ دیا۔ مسلم بن عقبہ بولا تم کیوں نہیں پیتے؟

علی بن الحسین علیہ السلام یہ سن کر کانپ اٹھے! اور گھبرا کر پیالہ اٹھا لیا۔ مسلم بن عقبہ نے کہا تو خوفزدہ نہ ہو۔ اگر تمھارا کوئی تعلق اہل مدینہ سے ہوتا تو میں تجھے ضرور قتل کر ڈالتا لیکن امیر المؤمنین نے مجھے ہدایت کی تھی اور کہا تھا کہ تم نے ان کو لکھا تھا کہ ان معاملات سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں۔ تو اب اگر تمھارا جی چاہے تو شہد نوش کر لو ورنہ خوامخواہ پینے کی ضرورت نہیں۔ مسلم نے یہ کہہ کر علی بن حسین کو اپنے برابر بٹھا لیا۔ پھر کچھ دیر کے بعد کہا۔ شائد تمہارے متعلقین میرے پاس آنے سے پریشان ہوں گے۔ بہتر ہے کہ تم اپنے گھر چلے جاؤ۔ آپ نے فرمایا تم سچ کہتے ہو مسلم بن عقبہ نے سواری منگوائی اور آپ بلا بیعت کیے اپنے گھر چلے آئے یہ واقعہ ۶۳ھ میں جب کہ ذوالحجہ کی دو راتیں باقی تھیں یزید بن معاویہ کے عہد میں ہوا۔

﴿ تاریخ ابن اثیر جلد ۵، ص ۱۳۱ ﴾

البدایہ والنہایہ

ثم اباح مسلم بن عقبة الذی یقول فیه السلف مسرف بن عقبة قبحه الله من شیخ السوء ما اجهله المدینة ثلاثة ایّام کما امره یزید لا جزاالله خیرا وقتل خلقاً من اشرافها وقرّامها وانتهب اموالا کثیرة منها وقد شر عظیم وفساد عریض علی ما ذکره غیر واحد فمن قتل بین یدیه صبراً معقل بن یسار وقد کان صدیقة قبل ذالک ولکن اسمعه فی یزید کلا ما غلیظا فنقم علیه بسببه

﴿البدایہ والنہایہ جلد ۸، ص ۲۲۰﴾

واستدعی بعلی بن الحسینؓ فجاء یمشی بین مروان بن الحکم وابنه عبد الملک لیا خزله بهما عنده امأنا ولم یشعران یزید اؤصاه به فلما جلس بین یدیه استدعی مروان بشراب وقد کان مسلم بن عقبه حمل معه من الشام ثلجا الی المدینة فکان یشاب له بشرابه فلما جئی الشراب شرب مروان قلیلا ثم اعطی الباقی لعلی بن حسین لیا خذ له بذالک امانا وکان مروان مواذالعلی ابن الحسین فلما انظر الیه مسلم بن عقبة قد اخذ الا نأ فی یده قال له تشرب من شرابنا ثم قال له انما جئت مع

هذين لتاء من بها ؟
فار تعدت يد علی بن الحسين وجعل لا يضع
الاناء من يده ولا يشربه ۔ثم قال له لو لا ان امير
الامؤ منين اؤ صا فی بک نصربت عنک ثم
قال له ان اشئت ان تشرب فنشرب وان شئت
دعونک بغيرها فقال هذا الذی فی کف اريد
فشرب ثم قال له مسلم بن عقبة ثم الی ههنا
فاجلس فا جلسه مع علی السيرير وقال له ان
امير المومنين اوصافی بک وان هولاء
شغلونی عنک ثم قال لعلی بن الحسين لعل
اهلک فزعوا ، فقال ،ای والله فامر بد البة فاء
سرجت ثم حمله عليها حتیٰ ردة الی منزل
مکرما

﴿البدایہ والنھایہ جلد ۸، ص ۲۲۰﴾

ان واقعات پر تبصرہ

اگر چہ ہم ابھی جنگ حرہ کے اندوہناک واقعات کی قدرے مزید تفصیل آئندہ اوراق میں پیش کر رہے ہیں، تاہم علامہ ابن اثیر اور دیگر حضرات کی بیان کردہ روایات کے مطابق عباسی کے تمام خیالی قلعے مسمار ہو چکے ہیں۔

عباسی کا یہ تاثر ہے کہ مسلم بن عقبہ جلیل القدر صحابی تھا اور رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیض صحبت سے شرف یاب ہو چکا تھا۔ اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ جس شہر مقدس میں اس نے رسول اللہ کی زیارت کی ہے اس میں فتنے اور شورشیں بپا ہوں چنانچہ اس نے حق صحابیت ادا کرتے ہوئے شہر رسولؐ سے اٹھنے والے فتنے کو چند گھڑیوں کی لڑائی کے بعد ختم کر دیا اور آٹھ دس روز مزید وہاں قیام کرکے فتنہ جو عناصر کا خاتمہ کر دیا۔

نیز یہ کہ اہل مدینہ کو جنگ کرنے کا قطعاً سلیقہ نہیں تھا اور دنیا میں کبھی جنگی لحاظ سے ایسی کمزور و عقیم کاروائی کہیں بھی نہیں کی گئی جس قدر اہل مدینہ نے کی تھی، گویا وہ عسکریت سے قطعی طور پر نابلد تھے اور پھر مدینہ منورہ میں ہی انصار کے ایک بڑے قبیلے کی صورت میں ایک ایسی پارٹی موجود تھی جو حکومت کی خیر خواہ تھی۔ اور فسادیوں کے خلاف تھی، اور انہوں نے موقع ملتے ہی حکومت کی فوج کو گھروں سے گزرنے کا راستہ دے کر حق غلامی ادا کر دیا تھا۔ نیز یہ بھی کہ اہل مدینہ کی عسکری قوت کمزور تھی اور وہ فن حرب میں ماہر نہ ہونے کی وجہ سے چند ہی لمحوں میں پانچ سات لوگوں کے مرنے کے بعد بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور پھر مسلم نے بھی لڑائی سے ہاتھ روک لیا اور امن و امان بحال ہو گیا۔

حالانکہ یہ سب کچھ قطعی طور پر جھوٹ اور بکواس اور تاریخ کے ساتھ وحشیانہ مذاق کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اب تک جو بھی واقعات ہم نے کتب تاریخ و احادیث وغیرہ سے نقل کئے ہیں ان میں صاف طور پر ظاہر ہے کہ اہل

مدینہ شہر محبوب کو خونخواروں سے بچانے کے لئے پوری جراءت وجواں مردی سے لڑے اور اس وقت تک دشمنوں کے مقابلہ میں صف آراء رہے جب تک ان کے مقدس خون کا ایک قطرہ تک نہیں بہہ گیا۔

اور اگر مروان وغیرہ نے یزید کے جاسوس ہونے کا فریضہ نہ کیا ہوتا تو یزید کا شیطانی لشکر یا تو ختم کر دیا جاتا یا پھر تھک ہار کر واپس چلا جاتا اہل مدینہ نے سپہ سالار اعظم سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے ہوئے فن سپہ گری کا پورا پورا مظاہرہ کیا تھا یعنی مدینہ منورہ کے اردگرد تین سمتوں میں ناقابل تسخیر خندق کھود رکھی تھی جو مضبوط ترین شہر پناہ سے کسی بھی طرح کم نہ تھی۔ اور انہیں حرہ کی طرف سے دشمنوں کے حملہ کا کوئی خدشہ نہیں تھا کیونکہ اس طرف حفاظتی دستوں کا دباؤ اس قدر زیادہ تھا کہ دشمن ادھر آنے کی کبھی جرات نہ کرتا اگر اسے یہ معلوم نہ ہو جاتا کہ ادھر خندق نہیں ہے اور یہ صرف مروان وغیرہ کی غداری اور وعدہ خلافی کا نتیجہ تھا کہ یزید کے سپہ سالار کو اس بات کا پتہ چل گیا کہ اس طرف خندق نہیں ہے۔

اور شائد عباسی کو یہ معلوم نہیں ہے کہ حضور سرور کاینات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت جو جنگ احزاب لڑی گئی اس میں اس طرف خندق نہیں کھودی گئی تھی کیونکہ حرہ کسی نرم ونازک زمین کا نام نہیں بلکہ پورے کے پورے سنگستان اور پتھریلی زمین کا نام ہے جبکہ جبل سلع کے عقب میں زمین نرم ہے اور پہاڑی علاقہ ہونے کی وجہ سے کہیں کہیں کوئی پتھر نظر آجاتا ہے مگر

مقام حرہ تو تمام کا تمام پتھروں سے اٹا پڑا ہے،

بہر حال اہل مدینہ کا عسکری نظام قطعاً کمزور نہیں تھا اور ان کی شکست کی وجہ صرف مروان وغیرہ کی غداری ہے اور عباسی نے محض جھوٹ اور بکواس کا طومار باندھا ہے۔

اور یہ بھی قطعی طور پر ثابت ہو چکا ہے مسلم بن عقبہ نے بحکم یزید اہل مدینہ کے ساتھ انتہائی وحشیانہ سلوک کیا اور درندگی کی انتہا کر دی حتیٰ کہ لوگوں کو پکڑ پکڑ کر شہید کر دیا گیا اور اس قدر بربیت کا مظاہرہ کیا کہ تاریخ کے اوراق اب تک کانپ رہے ہیں اور اہل مدینہ کے قتل پر اس قدر اصراف اور زیادتی تھی کہ اسے مسلم کے بجائے مسرف کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

نیز عباسی کی بے حیائی کی اس سے بڑھ کر شائد کوئی مثال نہ پیش کی جا سکے کہ وہ ایک ایسے خونخوار وحشی درندے کی صفائی یوں پیش کر رہا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحبت یافتہ ہونے کی وجہ سے نہایت شفقت و ہمدردی کے ساتھ مدینۃ الرسول کی اینٹ سے اینٹ بجا رہا تھا عرش اعلیٰ سے بھی نازک مقام اور بہشت بریں سے بھی مقدس گلیوں میں خون کی ندیاں بہا رہا تھا اس کے ساتھ صحابی اور تابعی تھے وغیرہ وغیرہ،

اب ہم قارئین کرام کو واقعہ حرہ کی چند مزید روایات سے روشناس کرواتے ہیں درج ذیل واقعات سیّد المحدثین شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی کتاب جذب القلوب سے پیش کیے گئے ہیں آپ نے اپنی یہ

کتاب وفا الوفا ﴿تاریخ مدینہ مولفہ علامہ سمہودی﴾ سے تلخیص فرمائی ہے

جذب القلوب

خوارج کے معتمد ترین مورخ بلاذری کے استاد اور مشہور مورخ علامہ واقدی کتاب حرہ میں ایوب بن بشیر سے روایت کرتے ہیں۔

کہ حضرت سید الابرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی سفر میں باہر تشریف لے گئے جب حرہ زمرہ میں پہنچے تو کھڑے ہو گئے اور آئت **انا للہ وانا الیہ راجعون** پڑھی صحابہ نے سمجھا شاید حضور کو معلوم ہو گیا کہ اس سفر پر سر انجام مدعا کے موافق نہ ہو گا حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ آپ نے کیا ملاحظہ کیا جو استرجاع فرمایا آپ نے فرمایا آپ نے فرمایا ایسا کوئی امر نہیں جو تمہارے اس سفر سے متعلق ہو۔

صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ پھر کیا چیز ہے؟

ہم بھی جان لیں آپ نے فرمایا کہ اس حرہ سنگستان میں میری امت کے بہترین لوگ میرے صحابہ کے بعد شہید ہونگے ایک اور روایت میں آیا ہے کہ جس وقت آپ اس مقام پر پہنچتے تھے تو اپنے دست مبارک سے اشارہ فرماتے تھے کہ اس حصہ میں میری امت کے بہترین لوگ شہید ہونگے۔

کعب احبار رضی اللہ عنہ، سے روایت ہے کہ توریت میں آیا ہے کہ مدینہ منورہ کے مشرقی سنگستان میں بہت سے مقتول ہونگے جن کے چہرے

قیامت کے دن چودھویں چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔

﴿بحوالہ جذب القلوب الی دیار المحبوب ص ۳۴، مؤلفہ امام المحدثین شاہ عبدالحق محدث دہلوی﴾

لرزہ خیز داستان

رئیس المحدثین شاہ عبدالحق محدث دہلوی امام قرطبی کے حوالہ سے مزید یہ نقل فرماتے ہیں۔

کہ یزید بن معاویہ نے مسلم بن عقبہ المری کو شامیوں کا ایک بڑا لشکر لے کر اہل مدینہ سے جنگ کرنے کو بھیجا تا کہ ان لوگوں کو مدینہ منورہ کے حرّہ میں نہایت سختی سے قتل کرے اور جتنی شدت کر سکتا ہو کرے چنانچہ مسلم نے تین دن تک حرم نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے حرمتی کر کے داد بے دینی دی اسی سبب سے اس کو واقعہ حرہ کہتے ہیں اس واقعہ کا وقوع ورقم حرہ میں ہوا یہ جگہ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک میل کے فاصلے پر ہے۔

یہاں پر ایک ہزار سات سو آدمیوں کو مہاجرین وانصار اور علماء تابعین کے علاوہ شہید کیا اور عورتوں بچوں کے علاوہ عوام میں سے دو ہزار آدمیوں کو مار ڈالا سات سو حافظ قرآن اور قوم قریش کے ستانوے افراد کو ظلم کی تلوار سے ذبح کر ڈالا۔

فسق وفساد اور زنا کو مباح کر دیا کہتے ہیں کہ اس واقعہ کے بعد ایک

ھزار عورتوں نے زنا کی اولاد جنی تھی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد شریف میں گھوڑوں کو جولانی دیتے تھے اور غضب کی بات سنیے کہ روضہ شریف اور منبر شریف کی درمیانی جگہ جس کی بابت صحیح حدیث میں آیا ہے کہ جنت کے باغوں میں ہے یہاں پر ان کے گھوڑے پیشاب کرتے تھے اور مسلم بن عقبہ لوگوں کو یزید پلید کی بیعت اور اس کی غلامی کے عہد پر اس طرح آمادہ کرنا چاہتا تھا کہ اگر وہ چاہے تو تمہیں بیچ ڈالے اور چاہے تو آزاد کر دے خواہ وہ اللہ جل جلالہ کی اطاعت پر بلائے اور خواہ گناہ معصیت پر جبر و اکراہ کرے۔

﴿جذب القلوب الی دیار المحبوب ص ۳۶﴾

ممکن ہے شاہ عبدالحق محدث دہلوی کے حوالہ سے پیش کی گئی ان عبارات کو تسلیم کرنے سے خارجیوں کو کچھ تامل ہو اس لیے ظلم وستم کی یہی داستان ہم البدایہ والنہایہ کی چند تحریروں کی صورت میں بھی پیش کر دیتے ہیں اور ہم یہ روایات پیش کرتے وقت خاص طور پر اس بات کا بھی خیال رکھیں گے کہ تاریخ طبری کے غالی راوی ابومخنف کی بیان کردہ کوئی روایت نہ بیان کی جائے کیونکہ عباسی ابومخنف اور امام طبری سے بہت الرجک ہے۔

بلکہ ہم مزید کوشش کریں گے کہ البدایہ والنھایہ سے بھی محض ان راوی سے زیادہ روایات بیان کی جائیں جو عباسی کے نزدیک لائق اعتماد اور ثقہ ہو

اور وہ راوی المدائنی ہیں جن کے متعلق اس نے اپنی کتاب میں لکھا ہے بلاذری نے المدائینی اور ثقہ راوی سے یہ روائت نقل کی ہے۔

﴿خلافت معاویہ ویزید ص ۴۳﴾

ہمیں یقین ہے کہ اگر بلاذری کی کسی روائت کو بیان کرنے کے لئے المدائینی کو قدیم اور ثقہ راوی تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

تو ابن کثیر کا ان سے روایت بیان کرنا ان کو غیر ثقہ اور جدید راوی نہیں بنا سکے گا چنانچہ آپ اب عباسی کے ثقہ اور قدیم راوی کی زبان سے جنگ حرہ میں پیش آنے والے اندوہناک واقعات کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں جو ہم شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی تالیف مبارک جذب القلوب سے پیش کر چکے ہیں۔

قال المدائینی عن ابی قرة قال قال هشام بن حسان ولدت الف أمراة من اهل المدينة بعد وقعت الحرة من غير زوج وقد اختفى جماعة من سادات الصحابة منهم جابر بن عبدالله

﴿البدایہ والنہایہ جلد، ۸، ص ۲۲۱﴾

مدائینی ابی قرہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہشام بن حسان نے کہا کہ واقعہ حرہ میں اہل مدینہ کی ایک ہزار عورتوں نے حرامی بچوں کو جنم دیا اور سادات صحابہ سے ایک جماعت جن میں جابر بن عبداللہ بھی تھے نے چھپ

کر جان بچائی۔

قال المدائینی وجی الیٰ بسعید بن مسلم بن مسیب فقال له بائع؟فقال بائع علی سیرة ابو بکر وعمر،فآمر بضرب عنقه تشهد رجل انه مجنون فخلی سبیله

﴿البدایہ والنہایہ جلد۲،ص۲۲۱﴾

مدائینی کہتے ہیں کہ جب حضرت سعید بن میبّب کو مسلم بن عقبہ کے پاس لایا گیا تو اس نے کہا کہ بیعت کرو گے؟

سعید بن میبّب نے کہا کہ میں سیرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بیعت کروں گا مسلم نے کہا کہ اس کی گردن اڑا دو تو مدینہ منورہ کے ایک شخص نے یہ گواہی دے کر کہ یہ تو دیوانہ ہے آپ کی جان بچائی۔

وقال المدائینی عن شیخ من اهل المدینة قال سالت الزهری کم کان القتلی یوم الحره؟ قال سبع مائة من وجوه الناس من المحاجرین والا نصار وجوه المولی من حره وعبد وغیرهم عشره آلاف وانتهبوا المدینة ثلاثة ایام

﴿البدایه والنهایه جلد۷،ص ۲۲۲﴾

اور مدائینی مدینہ کے ایک بزرگ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ظاہری سے پوچھا گیا کہ یوم الحرہ میں قتل ہونے والوں کی تعداد کیا تھی؟ تو اس نے کہا کہ مہاجرین اور انصار سے سات سو آدمی شہید ہوئے اور دیگر آزاد

وغلام اور موالی جو قتل ہوئے ان کی تعداد دس ہزار ہے اور تین روز مدینہ منورہ کو لوٹا گیا۔

واقعات حرہ کی دردناک تصویر ابھی باقی ہے یزید پلید کے مکروہ چہرے کے خدوخال ابھی پورے طور پر نمایاں نہیں ہو سکے ہمیں پورے طور پر اعتراف ہے کہ ابھی متعدد سوال تشنہ جواب ہیں جنہیں انشاء اللہ العزیز شہید ابن شہید حصہ سوم میں زیر بحث لایا جائے گا فی الحال مختصر طور پر عباسی کے ایک سوال کا جواب ملاحظہ فرمائیں کہ مدینہ والوں کو قتل مدینہ والوں نے کیا تھا یا اس کا ذمہ دار یزید پلید ہے۔

مدینے والوں کے قاتل، مدینے والے تھے؟

قارئین کو یاد ہو گا کہ اہل مدینہ پر کیے جانے والے مظالم اور ستم آرائیوں کی تمام تر ذمہ داری عباسی کے نزدیک اہل مدینہ پر ہی عائد ہوتی ہے اور وہ اس حدیث کا اطلاق مدینہ والوں پر ہی کرتا ہے۔

جس میں ہے کہ جس نے مدینہ والوں کو خوفزدہ کیا اس پر خدا تعالیٰ اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، عباسی کی مسلسل کذب بیانیوں اور شعبدہ بازیوں میں یہ بھی ایک بدترین جھوٹ ہے۔ کہ اس حدیث کا مصداق ان لوگوں ہی قرار دے دیا ہے جن کی حرمت کو محفوظ رکھنے کے لئے رسول غیب دان امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمادیا اور دیگر متعدد طریقوں

سے بھی دنیا والوں کو متنبہ کر دیا ہے تا کہ کوئی شخص اہل مدینہ کے ساتھ زیادتی کا تصور بھی نہ کر سکے مگر عباسی کے شاطرانہ ذہن کی داد دیجئے کہ وہ ایک تو مظلوم کو ہی ظالم ثابت کرنے کی کوشش میں مصروف ہے اور دوسری طرف ظالم و قاتل کے دامن پر مظلوم کے خون کے دھبوں کو اپنے دل کی سیاہی میں چھپا لینے کی سعیٔ نامشکور کر رہا ہے۔

بہر حال آپ چند احادیث مبارکہ ملاحظہ فرمائیں جن میں اہل مدینہ کو خوفزدہ کرنے اور اذیت دینے والوں کے بارے میں حضور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واضح ارشادات ہیں اور پھر جلیل القدر محدثین کے اقوال ملاحظہ کریں جن کی روشنی میں فیصلہ ہو چکا ہے کہ یہ وعیدیں کن لوگوں کے بارے میں ہیں اور کون کون ان کی زد میں آیا۔

اب فیصلہ ہوتا ہے

عن سعد رضی اللہ عنہ قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یقول لا یکید اھل المدینۃ احد الا انماع کما ع الملح فی الماء

﴿بخاری، جلد ۱، ص ۲۵۲﴾

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جو شخص اہل مدینہ کے ساتھ برائی کرے گا وہ اس طرح گھل

جائے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے

دوسری حدیث

عن انس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال المدینۃ حرم من کذا الی کذا لا یقطع شجرھا ولا یحدث فیھا حدث من احدث حدثا فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین

﴿بخاری شریف جلد،۱ص ۲۵۱﴾

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ مدینہ منورہ فلاں مقام سے فلاں مقام تک حرم ہے نہ یہاں کوئی درخت کاٹا جائے اور نہ کوئی نئ بات کی جائے جو شخص یہاں نئ بات کرے گا اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور سب آدمیوں کی لعنت ہے

نسائی کی روائت

وروی النسائی من حدیث السائب بن خلاد رفعہ من اخاف اھل المدینۃ ظالما لھم اخافہ اللہ وکانت علیہ لعنت اللہ

﴿فتح الباری،جلد۷ص ۲۳۵﴾

سائب بن خلاد کی حدیث کو نسائی نے بیان کیا کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو اہل مدینہ
پر ظلم کرتا ہے اور ان کو خوفزدہ کرتا ہے تو وہ خدا تعالیٰ کو
خوفزدہ کرتا ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے

خدا کی لعنت

قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم من اذى اهل المدينة اذا الله وعليهم لعنت الله والملائكة والناس اجمعين

﴿فیض القدیر جلد ۴، ص ۱۹﴾

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اہل مدینہ کو ایذا
دینے والے اللہ تعالیٰ کو ایذا دیتے ہیں اور ان پر اللہ
تعالیٰ اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے

فرمان رسول

اخبرنی عبد الله بن عبدالله بن جبير قال سمعت عن النبى صلى الله عليه وآله وسلم قال آية الايمان حب الانصار وآئة النفاق بغض الانصار ﴿بخاری شریف﴾

عبداللہ بن عبداللہ بن جبیر نے خبر دی کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ایمان

کی نشانی انصار کی محبت اور منافقت کی نشانی بغض انصار ہے

اھل مدینه کو ستانے والے کی سزا

عن ابی عبد الله قراظ یقول سمعت ابا هریرة وسعد ایقولان قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم اللهم بارک لاهل المدینة فی مدهم وساق الحدیث وفیه من ارادا هلها بسوء اذابه الله کما یذوب الملح فی الماء

﴿مسلم شریف، جلد ا، ص ۴۴۵﴾

حضرت عبداللہ قراظ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو ہریرہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان سنا کہ

یا اللہ مدینہ والوں کے پیمانوں میں برکت عطا فرما اور جو شخص اہل مدینہ سے برائی کا ارادہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس طرح گھلا دیتا ہے جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

اھل مدینه کو ڈرانے والے کی سزا

عن جابر رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول

الله صلى الله عليه وآله وسلم من اخاف اهل المدينة اخافه الله وكانت عليه لعنت الله

﴿فیض القدیر، جلد۴ص۴۰﴾

﴿مسلم شریف، جلد اص۴۴﴾

﴿فتح الباری، جلد اص۲۳۵﴾

﴿البدایہ والنایہ جلد ۸، ص۲۲۴﴾

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو اہل مدینہ کو ڈراتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو ڈراتا ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔

اس ضمن میں مزید اور روایات بھی کتب احادیث میں موجود ہیں تا ہم اختصار سے کام لیتے ہوئے انہی چند روایات پر اکتفا کیا جاتا ہے اب آپ فیصلہ ملاحظہ فرمائیں!

یہ فیصلہ ہے

خارجی عباسی کا یہ دعویٰ قارئین بھولے نہیں ہونگے کہ یہ تو سبھی کہتے ہیں کہ اہل مدینہ کو خوفزدہ کرنے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے مگر یہ کوئی نہیں بتاتا کہ اہل مدینہ کو خوفزدہ کیا کس نے تھا؟

اور ساتھ ہی یہ ہوئی چھوڑ دی کہ اہل مدینہ کو یزید وغیرہ نے خوفزدہ نہیں کیا بلکہ یہ تمام مظالم مدینہ والوں نے خود ہی مدینہ والوں پر ڈھائے ہیں۔ اب اس دجال اعظم اور فاتر العقل کو کون سمجھائے کہ تمہارا یہ استدلال تار عنکبوت سے بھی کمزور ہے

کیونکہ ان تمام روایات میں ایک بھی لفظ ایسا نہیں جس سے یہ ظاہر ہوتا ہو کہ اہل مدینہ کا اہل مدینہ کے ساتھ برائی کا ارادہ موجب لعنت ہے۔ بلکہ ایک ایک جملہ میں قطعی طور پر اہالیان مدینہ کو مخصوص کر کے فرمایا گیا۔

کہ ان کے ساتھ مدینہ منورہ سے سے باہر رہنے والا کوئی شخص زیادتی نہ کرے۔ اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منشاء ومقصود ہی یہ تھا کہ میرے شہر میں بسنے والے باہر کے مفسدین سے مامون ومحفوظ رہیں اور یہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہے کہ یزیدی افواج کے سپاہی سب کے سب مصر شام اور حمص وغیرہ کے رہنے والے تھے اور ان میں ایک

شخص بھی مستقل طور پر مدینہ منورہ کا رہائشی نہیں تھا سوائے خاندان مروان کے جو پہلے ہی مستحق لعنت قرار دیئے جا چکے تھے

اور ان کو بھی اس واقعہ کے بعد مدینہ منورہ کی سکونت ترک کرنے ہی میں عافیت نظر آئی کیونکہ دائرہ رحمت میں لعنتی لوگوں کا رہ جانا ممکن ہی نہیں تھا بہر حال یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ اہل مدینہ پر اہل مدینہ نے ظلم نہیں کیا بلکہ یزید اور اس کی بھیجی ہوئی شریر افواج نے کیا تھا۔

اس واضح ترین واقعاتی استدلال کے بعد اب محدثین کرام کا فیصلہ ملاحظہ کیجئے جو انہوں نے ان روایات کی شرح کرتے وقت کیا ہے۔

ان روایات میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ واضح ارشاد موجود ہے کہ جس نے اہل مدینہ سے برائی کا ارادہ کیا یا ان پر ظلم کیا اور انہیں خوفزدہ کیا تو وہ اس طرح گھل گھل کر مر جائے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے اور اس پر خدا کی اور فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔

اب دیکھئے کے گھل گھل کر کون مرا

چنانچہ ان روایات کی شرح میں علامہ کرمانی اور علامہ عینی شارحان بخاری واضح طور پر یہ فرماتے ہیں کہ اہل مدینہ پر ظلم ڈھانے کی سزا کے طور پر فرمان رسول کے مطابق مسلم بن عقبہ اور یزید بن معاویہ جلد ہی ایسی اذیت ناک موت مر گئے جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔

کرمانی شرح بخاری

یعنی من اراد المکر بهم لا یمهله الله ولم یمکن کما انقضی شان من حاربها ایام بنو امیة مثل مسلم ابن عقبة فا انه هلک منصرفه عنها ثم هلک مرسله الیها یزید بن معاویه وعلی اثرذالک ٭ کرمانی شرح بخاری جلد ۹ ص،٦٨ ٭

یعنی مدینہ والوں سے مکر کا ارادہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے ڈھیل نہیں دے گا اور نہ ہی یہ ممکن ہے جیسا کہ بنو امیہ کے دور میں مدینہ والوں سے لڑائی کرنے کا حال ظاہر ہے مثل مسلم بن عقبہ کے کہ وہ واپسی پر ہی ہلاک ہو گیا پھر اس کو بھیجنے والے یزید بن معاویہ کی ہلاکت بھی اس کی دلیل ہے۔

عمدۃ القاری شرح بخاری

وقال النووی اراد المکر بهم یمهله الله ولم یکن له کما انقضی شان من هاربها ایام بنی امیة مثل مسلم بن عقبه فانه هلک فی منصرفه عنها ثم هلک مرسله الیها یزید بن معاویه علی اثر ذالک۔

﴿عمدۃ القاری شرح بخاری، جلد ۱۰، ص ۲۴۱ مطبوعہ بیروت﴾

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کی اس روایت کا مطلب بھی تقریباً وہی ہے جو آپ علامہ کرمانی کی عبارت میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اب عباسی کے خاص معتمد اور شیخ الاسلام علامہ ابن حجر عسقلانی کی عبارت بھی ملاحظہ فرمالیں

فتح الباری شرح بخاری

المراد لمن ارادها فی الدنیا بسوء وانه لا یمهل بل یذهب سلطانه عن قرب کما وقع لمسلم بن عقبهة وغیره ،المراد من کادها اغتیالا وطلبا لغرتها فی غفله فلا یتم له امر بخلاف من اتی ذالک جهادا کما استباحها مسلم بن عقبة وغیره

﴿فتح الباری شرح بخاری، جلد ۷، ص ۲۳۵﴾

اب آپ مشکوٰۃ میں آنے والی اسی حدیث پاک کی شرح شاہ عبد الحق محدث دہلوی کی تحریر کی صورت میں ملاحظہ فرمائیں۔

اشعة اللمعات شرح مشکوٰة

وعن سعد قال قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم لا یکید اهل المدینة احد الا انماع کما ینماع الملح فی الماء

مندرجہ بالا حدیث نقل کرنے کے بعد شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں

بد سگالی نکند وایذا نکند اهل مدینه راهیچ
یکے مگر آنکه ازو وفانی گردد عنقریب
چنانچه میگداز د نمک در آب همچنا نکه
ظاهد شداز حال یزید شقی که بعد ازواقعه حره
دراند ک فرصت هلا ک شدو بعقاب الهی و
الم وق وسل بگدافت و فانی شد۔متفق علیه

﴿اشعۃ اللمعات، جلد۲، ص ۳۹۵﴾

ترجمہ:۔

کوئی شخص اہل مدینہ کے ساتھ برائی نہیں کرے گا اور انہیں اذیت نہیں دے گا حتیٰ کہ ایسا کرنے والا بہت جلد اس طرح گھل کر مر جائے گا جس طرح پانی میں نمک گھل جاتا ہے۔

چنانچہ اس کا حال ظاہر ہے کہ یزید پلید واقعہ حرہ کے تھوڑا عرصہ بعد ہی عذاب الہٰی میں گرفتار ہوا اور دق وسل میں تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

بتاتا کیوں نہیں ؟

عباسی کا دعویٰ تھا کہ یہ تو بتاتے ہیں کہ اہل مدینہ پر ظلم کرنے کی سزائیں مقرر ہیں لیکن یہ کوئی نہیں بتاتا کہ ان پر ظلم کیا کس نے تھا۔ کیونکہ مدینہ والوں پر ظلم یزید نے نہیں بلکہ مدینہ والوں ہی نے کیا تھا۔ حالانکہ محدثین نے واشگاف الفاظ میں پہلے ہی فرما رکھا ہے کہ اہل مدینہ پر ظلم کرنے

والا یزید پلید اور اس کا ساتھی مسرف بن عقبہ تھا اور اپنے اس ظلم وتشدد کی سزا بھی ان دونوں کو فوراً ہی مل گئی اور رسول برحق کا فرمان پورا ہو کر رہا بلکہ محدثین تو ان دونوں ملعونوں کی ہلاکت کا حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان پورا ہونے کی گواہی کے طور پر پیش کرتے ہیں۔

احمد بن جنبل اور دیگر ائمہ حدیث کا فتوی

انہی روایات کے پیش نظر امام احمد بن جنبل رضی اللہ عنہ یزید کو ملعون قرار دیتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ والوں سے برائی کرنے والوں کو ملعون قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ اور ملائکہ اور تمام لوگوں کی لعنت ہے چنانچہ حافظ ابن کثیر یہ روایات نقل کرنے کے بعد امام احمد بن جنبل وغیرہ کا عقیدہ واشگاف طور پر اس طرح لکھتے ہیں۔

وهو روائة عن احمد بن جنبل اختارها الخلال وابو بكر عبد العزيز والقاضي ابو يعلىٰ وابنه القاضي ابو الحسين وانتصر لذالك ابوالفرج الجوزي مصنف مفرد وجوب لعنته

﴿البدایہ والنہایہ جلد ہشتم ص ۲۲۴﴾

حافظ ابن کثیر ایک فیصلہ کن مزید حدیث بیان کرتے ہیں کہ اہل مدینہ پر ظلم کرنے والے اور خوفزدہ کرنے والے کی قیامت تک کسی قسم کی کوئی عبادت قبول نہیں ہوگی۔

عن السائب ابن خلاد ان رسول الله صلى

الـلـه عـلـيـه وآلـه وسلم قال من اخاف اهل
الـمـديـنـة ظـلـما اخافه الله وعليه لعنة الله وا
لـمـلائكة والناس اجمعين لا يقبل الله من يوم
القيامة مرقاً ولا عدلاً

﴿البدایہ والنہایہ جلد ۸، ص ۲۲۳﴾

قاتل کی گواھی

عباسی کہتا ہے کہ اہل مدینہ نے اہل مدینہ کو قتل کیا مگر اہل مدینہ کا قاتل اقرار کرتا ہے کہ میں مدینہ والوں کا دشمن ہوں چنانچہ شیخ محقق شاہ عبد الحق محدث دہلوی بیان فرماتے ہیں کہ مدینہ والوں نے جب یزید کی بیعت توڑی تو یزید پلید مسرف کے پاس آیا اس کو دیکھا کہ فالج کے مرض میں گرفتار بستر ہلاکت پر پڑا ہوا ہے۔

یزید نے کہا اگر تجھ میں یہ ضعف اور مرض نہ ہوتا تو اس لڑائی اور کا حاکم اور ولی تجھ کو بناتا کیونکہ میرے باپ معاویہ نے مرض موت میں یہ وصیت کی تھی کہ اہل حجاز سے کوئی لڑائی درپیش آئے تو اس کی تدبیر مسلم بن عقبہ کے ذریعہ سے کرنا یہ سن کر مسرف اٹھ کر بیٹھا اور کہا کہ تجھے خدا کی قسم ہے اگر تو نے یہ کام کسی اور کے سپرد کیا اس لئے کہ اس کام میں اہل مدینہ کا دشمن میرے سوا کوئی نہیں ہوسکتا

﴿جذب القلوب، ص ۴۱﴾

مسلم بن عقبہ کا انجام۔

قارئین تو جان ہی چکے ہیں کہ قاتل خود اقبال جرم کرتا ہے کہ میں قاتل ہوں اور خارجیوں کے نانجار وکلاء اس کی صفائی پیش کر رہے ہیں بہر حال آخر پر مسلم بن عقبہ کا انجام بھی ملاحظہ فرمالیں جسے جلیل القدر صحابی کے طور پر متعارف کرایا جا رہا ہے اور بتایا جا رہا ہے کہ اس نے مدینۃ الرسول میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت کا فیضان حاصل کیا تھا وہ کیسے برداشت کر سکتا ہے کہ مدینہ منورہ کے رہنے والے شرارتیں اور بغاوتیں کریں بہر حال مسلم بن عقبہ کا انجام ملاحظہ فرمائیں۔

جذب القلوب

اہل مدینہ کے قتل وغارت کے بعد مسرف نے ارادہ کیا کہ اب عبداللہ بن زبیر کو تباہ کر دوں، اس مقصد کے لئے مکہ معظمہ کو چلا لیکن دو تین دن کے بعد وہ جس مرض میں مبتلا تھا اسی میں مر گیا۔

مدینہ منورہ کے ایک مقتول کی ماں نے قسم کھا رکھی تھی کہ اگر قدرت پاؤں گی تو مسرف کو زندہ یا مردہ جلا دوں گی چنانچہ اس عورت کو مسرف کی موت کی اطلاع ہوگئی تو اس نے قبر کھود ڈالی جب اس کی قبر کو کھولا تو اس میں ایک اژدہا دیکھا جو مسرف کی گردن سے لپٹا ہوا تھا اور اس کے ناک کی ہڈی منہ میں لے کر چوس رہا تھا لوگ اس کی یہ حالت دیکھ کر ڈر گئے اور عورت نے

کہا قادر مطلق نے اس کے اعمال کی سزا دے دی اور تواب انتقام نہ لے اس کے لئے اتنا ہی عذاب کافی ہے مگر وہ عورت نہ مانی اور کہا اسے پاؤں کی طرف سے نکالو مگر جب اس کے پاؤں کی طرف دیکھا تو وہاں بھی ایک اژدہا لیٹا ہوا تھا اس عورت نے دعا کی کہ الٰہی مجھے میری قسم پوری کرنے کی توفیق عطا فرما پھر ایک لکڑی اس اژدہا کی دم پر ماری تو وہ اس کے سر سے جدا ہو گیا پھر مسرف کی لاش نکال کر دار پر کھینچا گیا پھر اس کی لاش پر پتھر برسائے گئے اور آخر پر جلا دیا گیا۔

﴿جذب القلوب ص ۴۴﴾

یہ ہے عباسی کے نزدیک جلیل القدر صحابی کا انجام۔

عبرت ہے اہل نظر کے لئے

تَصویرِ حُسَین علیہ السلام

آیت مباهله میں امام حسین شامل نہیں ؟

شہزادہ گلگوں قبا امام مظلوم سیدنا امام حسین علیہ السلام اور دیگر اہلبیت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عباسی وغیرہ کی دشمنی اور عداوت کی انتہا یہ ہے کہ کوئی ایسی آئت اور حدیث جس میں اس مقدس خاندان کی شان وعظمت کا اظہار ہوتا ہے ان کے معیار تحقیق پر پوری نہیں اترتی حتیٰ کہ وہ آیات واحادیث جن پر مفسرین ومحدثین کا اجماع ہے کہ جناب حسنین کریمین اور ان کے والدین کی شان میں ہے۔ ان کے نزدیک ناقابل قبول اور موضوعات کا پلندہ ہیں۔

اس کتاب کے باب اول میں آپ ان خوارج کی یہ تحریریں پڑھ چکے ہیں جن میں آئے مباہلہ اور آئت تطہیر میں امام حسین علیہ السلام کو شامل کرنا دلیل رافضیت کہا گیا ہے اور بزعم خویش یہ باور کرانے کی کوشش کی گئی ہے کہ انکا اطلاق مذکورہ بالا مقدس نفوس پر ہو ہی نہیں سکتا۔

جیسی روح ویسے فرشتے

چنانچہ آئت مباہلہ کے متعلق محمد عبدہ اور رشید رضا کے حوالہ سے لکھا ہے کہ مباہلہ تو ہوا ہی نہیں تھا۔

اس لئے یہ غیر ممکن ہے کہ حضور سرورکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

،حضرت علی المرتضیٰ حضرت فاطمۃ الزہرا حضرت حسنین کریمین علیہم السلام کو ساتھ لیکر نصاریٰ پر لعنت کرنے آتے اور انہی دونوں کے حوالہ سے دلیل بھی دی ہے کہ نصرانی تو اپنے ساتھ اپنی عورتیں اور بچے لائے ہی نہیں تھے پھر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیا ضرورت تھی کہ آپ عورتوں اور بچوں کو ساتھ لے کر نکل آتے۔ اور پھر آخری تان اس بات پر توڑی ہے کہ نساءنا کا اطلاق اپنی بیٹی پر کوئی عرب کر ہی نہیں سکتا۔

کیونکہ لغت عرب اسکی اجازت ہی نہیں دیتی اور پھر نواسوں کو ابناءنا بیٹے کہہ دینا تو بالکل ہی غلط بات ہے اس آیت کا کسی طریقہ سے بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرہ اور حضرات حسنین کریمین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔

جیسی روح ویسے فرشتے کے مصداق عباسی کو پوری دنیائے اسلام میں دو ایسے مفسر مل ہی گئے جن کے استدلال عباسی کے اہانت اہلبیت کے منصوبہ کو کچھ نہ کچھ تقویت مل گئی جہاں تک ان دونوں نومولود مفسروں کے حدود اربعہ کا تعلق ہے وہ تو صرف یہ کہ یہ دونوں اس دور کے سر پھرے ہیں محمد عبدہ استاد ہے اور رشید رضا شاگرد ہے قارئین کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ عباسی کے بیان سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو مفسر ہیں

مگر حقیقت یہ نہیں بلکہ محمد عبدہ کی تفسیر کو رشید رضا نے جمع کیا ہے اور یہ ایک ہی تفسیر ہے جسے دو مفسروں کے نام سے پیش کیا گیا ۔ محمد عبدہ جسے

رشید رضا اپنا امام اور استاد بتا تا ہے مصر کا وہ مفسر ہے جس کی تفسیر کا اکثر حصہ تفسیر بالرائے پر مشتمل ہے اور تفسیر بالرائے نہ صرف یہ کہ باطل ہے۔ بلکہ کفر تک پہنچا دیتی ہے۔ ہم اسکی تفسیر کے نمونے تو کسی دوسری کتاب میں پیش کریں گے یہاں صرف اسی آئت کے تحت اس کی ایک دلچسپ بدیانتی کا تذکرہ کرتے ہیں۔ آپ اس کا یہ موقف تو پڑھ ہی چکے ہیں کہ مباہلہ تو ہوا نہیں اس لئے یہ ممکن ہی نہیں کہ حضور کسی کو ساتھ لیکر مباہلہ کے لئے تشریف لاتے جبکہ نصرانیوں کے بچے اور عورتیں بھی ساتھ نہیں۔

اب مباہلہ ہوگیا

اس کے ساتھ ہی ساتھ وہ زیر آئت لکھتا ہے کہ جناب حیدر کرار جناب حسنین کریمین کو مباہلہ میں شامل کرنا تو شیعوں کا کام ہے البتہ اصل بات یہ کہ مباہلے کے وقت حضرت ابو بکر صدیق اور ان کی اولاد حضرت فاروق اعظم اور ان کی اولاد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور انکی اولاد اور حضرت علی اور انکی اولاد رضوان اللہ علیہم اجمعین آئے تھے۔

روائت کا عربی متن ہے۔

قال فجاء بابی بکر وولده وبعمر وولد وبعثمان وولده وبعلی وولده والظاهر ان الکلام فی جماعة المومنین۔

﴿تفسیر منار الایمان جلد سوم ص ۳۲۲ مولفہ محمد عبدہ مرتبہ رشید رضا﴾

کہا پس آئے ساتھ علی اور ان کی اولاد کے یہ کلام ظاہر ہے مومنوں کی جماعت ہیں۔

قارئین کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ وہ تمام تر دلائل جن سے ثابت کیا گیا کہ مباہلہ ہوا ہی نہیں نساءنا سے بیٹی مراد نہیں لی جا سکتی اور ابناءنا میں نواسوں کو شامل کر لینے کا کوئی جواز موجود ہی نہیں وغیرہ وغیرہ سب ہی باطل قرار دے لئے اور پھر یہ شوشہ چھوڑ دیا کہ اصحابہ ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور ان کی اولادیں بھی اس مباہلہ میں شامل تھیں تو اب ان دلائل کا کیا بنے گا جن کی رو سے خاندان اہل بیت کو آیت مباہلہ سے خارج کیا گیا ہے حالانکہ اس روایت میں یہ بھی تسلیم کر لیا گیا کہ اصحاب ثلاثہ کے ساتھ علی اور انکے بیٹے بھی تھے۔

حقیقت صرف یہ کہ دردماغ گورا حافظہ نہ باشند چونکہ یہ تمام کا تمام شاخسانہ خود ہی تیار کیا گیا تھا اور اس کی کچھ اصل کتب احادیث و تفاسیر میں موجود ہی نہ تھی۔ اس لئے اس کی حیثیت تار عنکبوت سے زیادہ کس طرح ہو سکتی ہے۔

بہر حال ہم عباسی کی تلاش کی داد ضرور دیں گے جس کو علمائے سلف و خلف کی سینکڑوں تفاسیر ٹھکرانے کے صلہ میں ایک ایسی تفسیر مل ہی گئی جس کا کچھ حصہ نقل کر کے شان اہل بیت کی تنقیص کرنیکا فریضہ سرانجام دے لیا۔

ابن تیمیہ بھی شیعہ ہو گیا

اس سے پہلے ہم متعدد کتب احادیث و تفاسیر سے آیت مباہلہ کی تشریح بیان کریں۔

قارئین کرام کو یہ بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ آیت تطہیر کے معاملہ میں عباسی وغیرہ نے ابن تیمیہ جیسے غالی اور متشدد شخص کا بھی ساتھ چھوڑ دیا ہے حالانکہ ان لوگوں کی کتابوں کا اکثر حصہ ابن تیمیہ کے ہی استدلال کا مرہون منت ہے اور یہ صرف اس ایک شخص کی تحقیق کو اب تک منبع حق وصداقت تسلیم کرتے ہیں۔ مگر ان آیات کی تفسیر کرتے وقت دانستہ طور پر ابن تیمیہ کی تحقیق کو بھی ٹھکرا دیا۔

اور جملے لکھ کر کہ ان آیات میں اہل بیت کو شامل کرنے کی روایات شیعوں کی وضع کردہ ہیں۔ اور اعتقاد رکھنا کہ یہ اہل بیت کے حق میں ہیں یہ شیعت کی دلیل ہے نادانستہ طور پر ابن تیمیہ کو بھی شیعہ بنا دیا۔

کیونکہ ابن تیمیہ باوجود اپنے فطری تشدد اور عداوت اہل بیت کے ان ہر دو آیتوں میں جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جناب سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آپکے مقدس بیٹوں کو شامل سمجھتا ہے

حالانکہ اس نے شان اہل بیتؑ میں آنے والی ایک ایک آیت اور ایک ایک حدیث کو کمزور ضعیف اور بناوٹی وغیرہ ثابت کرنے کیلئے ایڑی چوٹی

کہا پس آئے ساتھ علی اور ان کی اولاد کے یہ کلام ظاہر ہے موضوع ہے

کی جماعت ہیں۔

قارئین کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ وہ تمام تر دلائل جن سے ثابت کیے گئے
کہ مباہلہ ہوا ہی نہیں نساءنا سے بیٹی مراد نہیں لی جا سکتی اور ابناءنا میں نواسوں
کو شامل کر لینے کا کوئی جواز موجود ہی نہیں وغیرہ وغیرہ سب ہی باطل قرار
دے لئے اور پھر یہ شوشہ چھوڑ دیا کہ اصحابہ ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین اور
ان کی اولادیں بھی اس مباہلہ میں شامل تھیں تو اب ان دلائل کا کیا بنے گا
جن کی رو سے خاندان اہل بیت کو آیت مباہلہ سے خارج کیا گیا ہے حالانکہ
اس روایت میں یہ بھی تسلیم کر لیا گیا کہ اصحاب ثلاثہ کے ساتھ علی اور ان کے
بیٹے بھی تھے۔

حقیقت صرف یہ کہ دروغ گورا حافظہ نہ باشد چونکہ یہ تمام کا تمام
شاخسانہ خود ہی تیار کیا گیا تھا اور اس کی کچھ اصل کتب احادیث و تفاسیر میں
موجود ہی نہ تھی۔ اس لئے اس کی حیثیت تار عنکبوت سے زیادہ کس طرح ہو
سکتی ہے۔

بہر حال ہم عباسی کی تلاش کی داد ضرور دیں گے جس کو علمائے سلف
خلف کی سینکڑوں تفاسیر ٹھکرانے کے صلہ میں ایک ایسی تفسیر مل ہی گئی جس
کچھ حصہ نقل کر کے شان اہل بیت کی تنقیص کرنے کا فریضہ سرانجام دے ل

ابن تیمیہ بھی شیعہ ہو گیا

اس سے پہلے ہم متعدد کتب احادیث و تفاسیر سے آیت مباہلہ کی تشریح بیان کریں۔

قارئین کرام کو یہ بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ آیت تطہیر کے معاملہ میں عباسی وغیرہ نے ابن تیمیہ جیسے غالی اور متشدد شخص کا بھی ساتھ چھوڑ دیا ہے حالانکہ ان لوگوں کی کتابوں کا اکثر حصہ ابن تیمیہ کے ہی استدلال کا مرہون منت ہے اور یہ صرف اس ایک شخص کی تحقیق کو اب تک منبع حق وصداقت تسلیم کرتے ہیں۔ مگر ان آیات کی تفسیر کرتے وقت دانستہ طور پر ابن تیمیہ کی تحقیق کو بھی ٹھکرا دیا۔

اور جملے لکھ کر کہ ان آیات میں اہل بیت کو شامل کرنے کی روایات شیعوں کی وضع کردہ ہیں۔ اور اعتقاد رکھنا کہ یہ اہل بیت کے حق میں ہیں یہ شیعت کی دلیل ہے نادانستہ طور پر ابن تیمیہ کو بھی شیعہ بنا دیا۔

کیونکہ ابن تیمیہ باوجود اپنے فطری تشدد اور عداوت اہل بیت کے ان ہر دو آیتوں میں جناب حیدر کرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جناب سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور آپکے مقدس بیٹوں کو شامل سمجھتا ہے

حالانکہ اس نے شان اہل بیت میں آنے والی ایک ایک آیت اور ایک ایک حدیث کو کمزور ضعیف اور بناوٹی وغیرہ ثابت کرنے کیلئے ایڑی چوٹی

کا زور لگا دیا ہے اور ایک ایک روائت کی گردن پر اپنے سنگدل قلم کا خونی خنجر پھیرتا چلا گیا ہے۔

ابن تیمیہ اور آیت مباہلہ

باوجود اس کے کہ ابن تیمیہ نے خانوادہ رسول کی توہین و تنقیص میں پورا زور صرف کر دیا ہے

وہ آئت مباہلہ کے متعلق لکھتا ہے۔

ان یقال اما اخذ علیا والحسن والحسین فی المباهلة فحدیث صحیح رواه مسلم عن سعد بن ابی وقاص قال فی حدیث طویل لما نزلت هذه آلائت فقل تعالوا ندع ابناء نا وابناء کم ونساء نا ونساء کم وانفسنا وانفسکم دعا رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم علیا و فاطمة وحسنا وحسینا فقال الهم هولاء اهلی ولکوت لا دلالة فی ذالک علی الامامة ولا علی الا فضیلة

منهاج السنة جلد چهارم ص ۳۲ ابن تیمیة

ترجمہ

اور جو کہتے ہیں کہ (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے) مباہلہ میں علی اور حسین علیہم السلام کو تو ساتھ لیا تو یہ حدیث صحیح ہے جسے مسلم نے

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ طویل حدیث کی صورت میں روائت کیا ہے کہ جب یہ آئت نازل ہوئی کہ پس فرمایا آؤ بلائیں ہم اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی وفاطمہ اور حسن وحسین رضوان اللہ علیہم اجمعین کو بلایا اور فرمایا! یا اللہ یہ میرے گھر والے ہیں۔

لیکن یہ روائت اہل بیت کی امامت اور فضیلت پر دلالت نہیں کرتی۔

اگر چہ ابن تیمیہ نے آخری سطر میں جلے دل کے پھپھولے پھوڑ ہی لئے ہیں اور یہ لکھ دیا کہ یہ روائت تو بالکل درست اور صحیح ہے مگر اس سے اہلبیت کی فضیلت کی کوئی دلیل ثابت نہیں ہوتی۔

یہ بحث تو الگ نوعیت کی حامل ہے کہ اس میں دلیل افضیلت ہے کہ نہیں، بہر حال ابن تیمیہ جیسے غالی شخص نے بھی اس روائت کو قطعی طور پر درست تسلیم کیا ہے کہ نزول آئت مباہلہ پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب علی المرتضیٰ جناب سیدہ فاطمۃ الزہرہ اور جناب حسن وحسین کو ساتھ لیکر بارگاہ خداوندی میں عرض کیا کہ! یا اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔

مگر یہاں پر تو عباسی نے ابن تیمیہ کی گردن توڑ کر رکھدی ہے اور یہ اعلان کر دیا کہ مذکورہ نفوس قدسیہ کسی طور پر بھی آیت مباہلہ میں شامل نہیں ہو سکتے اور نہ ہی حضور سرور کائنات لغت عرب کے خلاف کر کے نساء نا میں اپنی بیٹی اور ابناء نا میں اپنے نواسوں کو شامل کر سکتے ہیں۔

کیا یہ سب شیعہ ہیں؟

اگر چہ ابن تیمیہ کا یہ بیان عباسی وغیرہ کے لئے حجت ہونا چاہیئے کیونکہ ان کی تمام تر خرافات کا مدار ابن تیمیہ ہی کے منہاج ومسلک پر ہے تاہم قارئین کرام کی دلچسپی اور معلومات کے لئے ہم اس ضمن میں مزید متعدد حوالے کتب معتبرہ سے پیش کرتے ہیں تاکہ واضح ہو جائے کہ خارجیت کا دامن ایمان وانصاف اور حق ودیانت سے یکسر خالی ہے اور یہ لوگ محض خاندان رسول ہاشمی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عداوت کے پیش نظر من گھڑت استدلال پیش کرتے ہیں اور بوقت ضرورت ان کتب معتبرہ کا بھی انکار کر دیتے ہیں جنہیں پوری شدومد سے خود بھی عظیم تصانیف تسلیم کرتے ہیں۔

بہر حال آیت مباہلہ کے متعلق متعدد کتابوں کے حوالہ جات پیش کئے جاتے ہیں۔ تاکہ قارئین فیصلہ کرسکیں کہ کیا یہ سب مفسرین ومحدثین شیعہ ہیں یا عباسی کا دماغ خراب ہے۔

عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ
قال بما نزلت هزه الائة فقل تعالوا اندع ابناء
نا وابناء کم دعا رسول اللہ صلی اللہ علیه
وآله وسلم علیا وفاطمة وحسنا وحسینا
فقال الهمد هولاء اهل بیتی

﴿مسلم شریف جلد دوم ص ۲۷۸﴾

2 ﴾ترمذی شریف جلد دوم ص ۲۳۶﴿

3 ﴾مشکوۃ شریف جلد دوم ص ۳۶۲﴿

4 ﴾مسند احمد جلد چہارم ص ۴۲۴﴿

5 ﴾ملعات شرح مشکوۃ جلد ہشتم،﴿

6 ﴾مرقاۃ شرح مشکوۃ علی قاری﴿

7 ﴾تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی﴿

8 ﴾فتح الباری شرح بخاری ج ۶ ص ۵۳﴿

9 ﴾دلائل النبوۃ جلد اول ص ۲۹۸﴿

10 ﴾مظاہر حق جلد چہارم ص ۵۹۴﴿

11 ﴾نسیم الریاض جلد سوم ص ۳۶۷﴿

12 ﴾صواعق محرقہ جلد اول ص ۱۰۷﴿

13 ﴾زاد المعاد ابن قیم جلد اول ص ۴۹۱﴿

14 ﴾ریاض النضرہ جلد دوم ص ۲۸۴﴿

15 ﴾تاریخ الخلفاء ص ۱۱۵﴿

16 ﴾طبقات ابن سعد جلد اول ص ۴۹۱﴿

17 ﴾معارج النبوۃ جلد چہارم ص ۳۰۶﴿

18 ﴾نور الابصار ص ۱۱۱﴿

19 ﴾البدایہ والنہایہ جلد ہشتم ص ۳۵﴿

20 ﴿اُسد الغابہ جلد دوم ص ۱۲۔ جلد پنجم ص ۵۲﴾

21 ﴿الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد دوم ص ۵۰۳﴾

22 ﴿اشرف المو بد ص ۸۵﴾

23 ﴿اسعاف الراغبین ص ۱۰۶﴾

24 ﴿سیرتِ رسولِ عربی ص ۳۶۱﴾

25 ﴿شرح فقہ اکبر ص ۱۴۴﴾

26 ﴿مدارج النبوہ ص ۲۳۴﴾

علاوہ ازیں مندرجہ ذیل کتب میں بھی یہ روایت موجود ہے۔

27 ﴿مرعاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۴ ص ۲۳۴﴾

28 ﴿کنز الاعمال جلد پنجم﴾

29 ﴿روح المعانی جلد دوم﴾

30 ﴿کشاف جلد اوّل﴾

31 ﴿مجمع البیان جلد اول﴾

32 ﴿جامع البیان جلد اول﴾

33 ﴿مراۃ شرح مشکوٰۃ جلد ہفتم﴾

34 ﴿زرقانی علی المواہب﴾

35 ﴿ارش الساری﴾

36 ﴿فتاویٰ عزیزیہ﴾

37 ﴿تحفہ اثنا عشریہ﴾

38 ﴿خصائص نسائی﴾

39 ﴿نہایہ ابنِ اثیر﴾

40 ﴿تاریخ کامل ابن اثیر﴾

41 ﴿بیہقی شریف﴾

42 ﴿مکتوبات مجدد﴾

43 ﴿تفسیر مظہری﴾

44 ﴿فتح القدیر﴾

45 ﴿فتوحات مکیہ﴾

46 ﴿تفسیر بحر المحیط﴾

47 ﴿تاریخ اسلام﴾

مذکورہ بالا روائت کا ترجمہ ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روائت ہے کہ جب یہ آئت نازل ہوئی۔ کہ بلائیں اپنے بیٹے اور ان کے بیٹے۔ الی الآخر الائۃ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم اور سیدہ فاطمۃ الزہرہ سلام علیہا اور حسن و حسین علیہم اسلا م کو بلایا اور فرمایا! یا اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔

تفسیر وحدیث وغیرہ کی ان کتاب جلیلہ کے بعد دیگر متعدد کتب تفاسیر سے اس آئت مبارکہ کے شانِ نزول اور انتخاب رسول صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کے متعلق معلومات حاصل کریں۔

تفسیر ابن جریر میں ہے کہ جب یہ آئت کریمہ نازل ہوئی تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، حضرت علی سیدہ فاطمہ، اور حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو پیغام بھیجا اور پھران کو ساتھ لیکر اہل نجران کے سامنے تشریف لائے تو نجرانی بھاگ گئے۔

لما نزلت هذه الا ئة فقل تعالوا ارسل رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم الىٰ على و فاطمة ابنيهما الحسن والحسين "اور پھر مزید وضاحت سے بیان کیا ھے" قال معمر قال قتادہ لما ارادالنبی صلی الله علیه وآله وسلم اهل نجران اخذ بید حسن و حسین وقال لفاطمة اتبیعنا فلما رائی ذالک اعداء الله رجعوا

«تفسیر ابن جریر جلد سوم ص ۳۰۱»

مشہور محدث و مفسر اور فقیہہ امام قرطبی و دیگر مفسرین کرام حضور سرور کائنات علیہ السلام کے اس انتخاب کے متعلق یوں وضاحت فرماتے ہیں۔

ابناءنا دلیل علی ان ابناء البنات یسمعون ابناء و ذالک ان النبی صلی الله علیه وآله وسلم جاء با لحسن و الحسین و فاطمة تمشی خلفه وعلی خلفها و هو یقول لهم ان انا دعوت فامنوا « تفسیر قرطبی ج ۲ ص ۱۰۵ »

ابناء نا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ اپنی بیٹی کے بیٹوں کو اپنے بیٹوں کے نام سے منسوب کیا جائے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے کہ آپ حضرت حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تشریف لائے اور حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم ان کے پیچھے تھے اور آپ ان سے کہتے تھے ہم دعا مانگیں تو تم آمین کہنا۔

اس کے بعد امام قرطبی فرماتے ہیں کہ:۔

قال كثير من العلماء ان قوله عليه السلام في الحسن و الحسين لما با هل ابناء نا وابناء كم وقوله في الحسن ان ابني هذا سيد مخصوص با لحسن والحسين ان يسيما ابنى ان النبي صلى الله عليه آله وسلم دون غير هما لقوله عليه السلام كل سب و نسب ينطقع يوم القيامه الا نسبي و سببي

﴿تفسیر قرطبی ج ۴ ص ۱۰۵﴾

ترجمه

اکثر علماء نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے جو مباہلہ کے وقت حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جو اپنے بیٹے فرمایا اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو کہ یہ میرا بیٹا سیّد ہے مخصوص ہے حضرات حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے لئے آپ نے ان کو بیٹوں کے نام سے پکارا۔ سوا اس کے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن تمام حسب ونسب منقطع ہو جائیں گے اور ہمارا حسب ونسب قائم رہے گا۔

گھر کی گواہی

ابن تیمیہ کا فیصلہ آیت مباہلہ کے متعلق قارئین سابقہ اوراق میں پڑھ چکے ہیں۔اب آپ ایک ایسے شخص کا حوالہ ملاحظہ فرمائیں جس نے ہزاروں روپے خرچ کر کے ابن تیمیہ کی بریت کے لئے سلیمان بن محمود آلوسی سے کتاب لکھوائی تھی۔یعنی نواب صدیق حسن بھوپالی صاحب،آپ زیر آیت اپنی تفسیر میں رقمطراز ہیں

قال جابر فدعا هما الى الملاعنة فى اعداه على ذالك الغر فغدا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم واخذ بيد على و فاطمة والحسن والحسين ثم ارسل عليها

﴿تفسیر فتح البیان جلد اول ص ۴۰۴﴾

ترجمه

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب دشمنوں پر لعنت کرنے کے لئے بلایا گیا تو صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی وفاطمہ اور حسن وحسین رضی اللہ عنہم اجمعین کا ہاتھ پکڑا اور دشمنوں کی طرف لے گئے۔

یہ حدیث بیان کرنے کے بعد نواب صدیق حسن بھوپالی ابناءنا سے حضرات حسنین کریمین اور نساءنا سے حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرہ کا مراد لیا جانا درست تسلیم کرتے ہوئے یہ وضاحت پیش کرتے ہیں کہ یہ نساءنا اور ابناءنا کے نام سے موسوم کیا گیا ملاحظہ ہو۔

بذکر البنین عن البنات اما لدخولھن فی النساء ولکونھم الذین یحضرون مواقف الخصام دونھن وفی الآیات دلیل ابناء البنات یسمعون ابناء لکونہ صللم اراد با لابناء نا الحسنین کماء تقدم الا بناء ولنساء

﴿تفسیر فتح البیان جلد اول ص۴۰۵﴾

ابن تیمیہ کی قے چاٹنے والے عباسی کو اب حیاء آنا چاہیے کہ تمہارے ابن تیمیہ بذاتہ اور اس کی بریت کرانے والے ابن تیمیہ نواز جناب نواب بھوپالی اس حدیث کو صحیح سمجھتے ہیں۔ اور اس بات کے قائل ہیں اگرچہ عیسائی مباہلہ کرنے کے عہد پر قائم نہیں رہے تھے مگر حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی تکذیب کرنے کے لئے جناب علی و فاطمہ اور حسنین کریمین کو ساتھ لیکر ان پر لعنت کرنے کیلئے تشریف لائے تھے۔

تفسیریں ہی تفسیریں

حقیقت یہ ہے کہ اکابرین اہل سنت کی تمام تر کتب تفاسیر میں زیر آیت (فقل تعالوا) یہی مرقوم ہے کہ حضرات حسنین کریمین اور ان کے

والدین کریمین علیھم السلام کو ساتھ لے کر حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام عیسائیوں کے مقابلہ میں تشریف لائے تھے۔ بعض کتابوں میں یہ واقعہ مزید وضاحت کے ساتھ اسطرح ہے کہ۔

فاتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وقدغدا محتضنا الحسن آخذابیدالحسین وفاطمہ تمشی خلفہ وعلی خلفھا وھو یقول اذا انا دعوت فامنوا

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح تشریف لائے کہ آپ نے اِمام حسینؑ کو گود میں اُٹھا رکھا تھا اور حضرت امام حسنؑ کو انگلی سے لگایا ہوا تھا۔ آپ کے پیچھے سیّدہ فاطمہ الزہراؑ اور ان کے پیچھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم تھے۔ اور آپ ان کو فرماتے تھے جب ہم دعا مانگیں تو تم آمین کہنا۔

فقال اسقف نجران یا معشرالنصاری انی لاریٰ وجوھا لو شاء اللہ ان یزیل جبلاً من مکانہ لا زالہ بھافلاتبا ھلوا فتھلکواولا یبقی علی وجہ الارض نصرانی الی یوم القیامہ

اس قافلہء نور کو دیکھا تو عیسائیوں کے پاپائے اعظم نے کہا اے گروہ نصاریٰ میں جن صورتوں کو دیکھ رہا ہوں۔ اگر یہ چاہیں کہ اللہ تعالیٰ اس پہاڑ کو اس جگہ سے ہٹا دے تو یقیناً ایسا ہی ہوگا۔ پس ہرگز ان سے مباہلہ نہ کرنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور کوئی عیسائی بھی قیامت تک زمین پر باقی نہیں

رہے گا۔

چنانچہ اپنے اسقف کے منع کرنے سے عیسائیوں نے مباہلہ سے راہ فرار اختیار کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں ہماری جان ہے کہ اہل نجران پر یقینی ہلاکت طاری ہو جاتی اور ہم ان پر لعنت کر دیتے تو یہ بندر اور سور بن جاتے۔ ان پر آگ برستی اور اللہ تعالیٰ ان کی بستیاں جلا دیتا۔ اہل نجران جل جاتے حتیٰ کہ درختوں پر بیٹھے ہوئے جانور جل جاتے اور تمام عیسائیوں کا یہ حال ہوتا حتیٰ کہ وہ ہلاک ہو جاتے۔ عربی متن یہ ہے۔

وقال والذی نفسی بیده ان الهلاک قد تدلی علی اهل نجران ولو لا عنوا المسخوا قردة وخنا زیر ولا ضطرم علیهم الوادی نا راً ولاستا صلی اللی نجران واهله حتی الطیر علی رؤس الشجر ولما حال الحول علی النصا ری کلهم حتی یهلکو

48 ﴿تفسیر کبیر جلد دوم ص ۴۹۹﴾

49 ﴿تفسیر عرائس البیان جلد دوم ص ۳۵۱﴾

50 ﴿تفسیر درمنثور جلد دوم ص ۶۱﴾

51 ﴿تفسیر الاتقاق جلد دوم ص ۰۰۔﴾

52 ﴿تفسیر نعیمی جلد سوم ص ۶۳۷﴾

53 ﴿تفسیر ابن کثیر جلد اول ص ۳۷۱﴾

54 ﴿تفسیر ابو سعود۔ جلد اول ص ۶۹۸﴾

55 ﴿تفسیر مدارک جلد اول ص ۱۴۱﴾

56 ﴿تفسیر حقانی جلد اول ص ۱۵۳﴾

57 ﴿تفسیر بیضاوی جلد اول ص ۱۱۲﴾

58 ﴿تفسیر عدۃ الابرار جلد اول ص ۴۳۸﴾

59 ﴿تفسیر نووی جلد اول ص ۱۴۶﴾

ان حوالوں کے بعد

کیا عباسی یہ بتائے گا کہ محدثین ومفسرین کا یہ گروہ جن کی کتابوں کے نا قابل تردید حوالہ جات ہم نے پیش کیے ہیں کس عقیدہ کے لوگوں پر مشتمل ہے۔کیا امام مسلم ، امام ترمذی ، امام احمد بن حنبل ۔امام ابن حجر عسقلانی۔امام شاہ عبدالحق محدث دہلوی ودیگر ائمہ حدیث وتفسیر جنہوں نے اس روائت کو قبول کیا ہے یہ نہیں جانتے تھے کہ نساءنا وابناءنا کا اطلاق بیٹی ا ورنواسوں پر درست ہے یا ہے کہ نہیں؟

کیا ان لوگوں کی ریسرچ سے تمہارا معیار تحقیق بلند وبالا ہے کیا چودہ صدیاں بعد تم پر ہی یہ راز منکشف ہوا ہے کہ اگر جناب سیدہ فاطمۃ الزہرہ اور جناب حسنین کریمینؑ کو اس آئت میں شامل کیا جائے تو لغت عرب کے

خلاف ہو جائے گا۔

ہم پوچھتے ہیں کہ اگر تم پر ہونے والے القاء کو درست تسلیم کر لیا جائے تو ان محدثین ومفسرین کا کیا بنے گا جن ستر بزرگوں کی کتابوں کے حوالے ہم نے پیش کیے جائیں۔

بیٹے رسول ﷺ کے

اگر چہ جو حوالے ہم پیش کر چکے ہیں ان کے بعد مزید کوئی دلیل نہ بھی دی جائے تو وہ بہر صورت کافی ہیں۔اور ان کے بعد خارجیوں کی خود ساختہ دلیل کا جنازہ نکل جاتا ہے۔تاہم تمام حجت کے طور پر ہم چند ایسی روایات اور بھی پیش کیے دیتے ہیں جن میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے بیٹے کہا ہے۔

بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطبہ کے دوران جناب حسن علیہ السلام تشریف لائے تو آپ نے فرمایا یہ میرا بیٹا سیّد ہے۔

ولقد سمعت ابا بکرة قال بینا النبی صلی الله علیه وآله وسلم یخطب جاء الحسن فقال ابنی هذا سید

60 ﴿بخاری شریف جلد دوم ص ۱۰۵۳﴾

بخاری ہی کی دوسری روائت میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر سے

عراق والوں نے مچھر کے خون کے بارے میں فتویٰ پوچھا تو انہوں نے فرمایا حیرت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے کو شہید کر دیا اور مچھر کے خون کا مسئلہ پوچھ رہے ہیں۔

انظروا الی هذا لئیل عن رم البعوضة لوقد قتلوا ابن رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم

61 ﴿بخاری شریف جلد دوم ص ۹۷۶﴾

مندرجہ بالا دونوں روایات بخاری کے علاوہ تفسیر وحدیث کی دیگر بھی سینکڑوں کتب معتبرہ میں موجود ہیں لیکن ہم نے ان حوالہ جات سے اس لئے اعراض کرلیا ہے کہ عباسی وغیرہ بخاری کی ثقاہت کے براہ راست منکر نہیں اگرچہ وہ روایات کو قطع برید کر کے کام نکالنے کی کوشش کرلیتے ہیں۔

بہرحال ہم اس ضمن میں مزید ایک روایت پیش خدمت کرتے ہیں ترمذی شریف وغیرہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرات حسنین کریمین کے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ میرے بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ الٰہی میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں۔ تو بھی ان سے محبت اور اس سے محبت کر جو ان سے محبت کرتا ہے۔

فقال هذان ابنا ی وابنائے ابنتی الهم انی احبهما فا حبهما و احب من یحبهما

62 ﴿ابن ماجہ جلد 1 ص 11﴾

63 ﴿مسند احمد جلد 1 ص ۳۳۱﴾

64 ﴿ترمذی ج ۲ ص ۲۴۱﴾

65 ﴿مشکوٰۃ ج ۲ ص ۶۴۴﴾

66 ﴿مرآۃ ج ۸ ص ۶۷۴﴾

67 ﴿البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۹۷﴾

68 ﴿اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۶۸۳﴾

69 ﴿الاصابہ ج ۱ ص ۳۲۸﴾

70 ﴿طبرانی شریف حدیث نمبر ۹۱۴۳۸﴾

علاوہ ازیں بھی یہ روایت سینکڑوں کتب مقبرہ میں موجود ہے۔
اور ان تمام روایات کی موجودگی میں لوگوں کو یہ باور کرانا کہ اپنی بیٹی کے بیٹوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بیٹے کس طرح سمجھ سکتے تھے صریح دھوکا اور حقائق سے روگردانی نہیں تو اور کیا ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھتے بیٹھتے جناب حسنین کریمین کو اپنے بیٹوں کے نام سے یاد کرتے ہیں تو مباہلہ کے وقت آپ کے لیے حکم خداوندی ابناء نا کی تعمیل کرتے وقت ان کو بیٹا سمجھنے میں کیا امر مانع تھا۔ جبکہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے علم مبارک میں ہے کہ آپ کی صلبی طور پر کوئی اولاد نرینہ موجود نہیں۔ اور اس نے یہ حکم بھی فرما رکھا ہے کہ میرا محبوب تم مردوں میں سے کسی کا بھی باپ نہیں۔

ما کان محمد ابا احد من رجا لکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبین

﴿احزاب آئت ۴۰﴾

محمد ﴿صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم﴾ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں البتہ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبین ہیں۔

اس ارشاد گرامی کی موجودگی میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ ارشاد فرمانا کہ محبوب بلاؤ اپنے بیٹے اور انکے بیٹے ﴿ابناء نا و ابناء کم﴾ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان پر قرآن کی مہر ہے حسن وحسین میر بیٹے ہیں اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ ودیگر مفسر زیر آئت ﴿ابناء نا و ابناء کم﴾ لکھتے ہیں کہ یہ آئت کریمہ دلیل ہے اس بات کی کہ امام حسن اور امام حسین علیہما السلام حضور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹے ہیں۔

ھذ الآیۃ دلالۃ علیٰ ان الحسن والحسین علیھما السلام کان ابنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

﴿تفسیر کبیر جلد دوم ۷۰۰﴾

بہرحال سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مزاج شناس مشیت تھے آپ جانتے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری اولاد نرینہ نہ ہونے کے باوجود کیوں فرمایا ہے کہ اپنے بیٹوں کو بلاؤ، آپ کو معلوم تھا کہ حسینؑ وحسنؑ کو جو ہم

اپنے بیٹے کہتے ہیں۔تو اللہ تعالیٰ نے اس پر مہر تصدیق ثبت فرمادی ہے، کہ محبوب اپنے ان نواسوں کو لاؤ جنہیں تم بیٹے کہتے ہو۔

اور اگر آپ نے اپنے لامحدود اختیارات کے پیش نظر مشیت ایزدی کے عین مطابق اپنے نواسوں کو بیٹوں میں شمار کر لیا تو اس میں لغت عرب کا کونسا کلیہ ٹوٹ گیا۔ جبکہ اس قسم کے سینکڑوں نہیں ہزاروں مخصصات نے لغت عرب کے دامن کو وسیع سے وسیع کر رکھا ہے۔ یہ تو تاجدار دو عالم کی خصوصیت ہے کہ آپ نے اپنے نواسوں کو بیٹے بنا کر خدا تعالیٰ کے ارشاد کی تعمیل فرمائی مشیت ایزدی کی خواہش تھی کہ جن کو میرا محبوب بیٹوں کے نام سے یاد کرتا ہے میں بھی انہیں انکے بیٹوں کے نام سے پکاروں اور قیامت تک کوئی سر پھرا میرے محبوب کے اس رشتہ سے انکار نہ کر سکے۔

اور یہ کوئی ایسی نا قابل فہم بات نہیں۔ کیونکہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان ہے کہ تمام انبیاء کرام کی اولاد انکی پشتوں سے چلی اور ہماری اولاد پشت علی سے چلی ہے، اس کی تفصیل انشاء اللہ آئندہ اوراق مین حسب ونسب کے زیر عنوان پیش کی جائیگی اور ابناء نا کی بحث کو انہی الفاظ پر ختم کیا جاتا ہے۔

نساء نا کی تحقیق

تعصب وعناد وہ خطرناک بیماری ہے جو سب سے پہلے مریض کی

عقل سلب کرتی ہے اور پھر اسے اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے۔

عباسی وغیرہ نے تحقیق کے نام پر جن مجنونانہ حرکات کا مظاہرہ کیا ہے وہ قابل دید بھی ہیں اور انکے نقش قدم پر چلنے والوں کے لئے عبرتناک بھی سینکڑوں مفسرین ومحدثین کی تحقیق کا مذاق اڑا کر ان لوگوں نے جو تحقیق پیش کی ہے وہ یہ ہے کہ عرب اپنی بیٹی پر لفظ نساء کا اطلاق کر ہی نہیں سکتا کیونکہ نساءنا کا لفظ بہر صورت یہاں بیویوں پر ہی بولا جا سکتا ہے۔اس لئے یہ کیسے ممکن ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک عرب ہوتے ہوئے یہ عجیب کرتے کہ نساءنا کے حکم خداوندی کے جواب میں بجائے ازواج مطہرات کے اپنی بیٹی کو لیکر آئے۔

سبحان اللہ یہ ہیں ان خوارج کی تیس مار خانیاں اور یہ ہے وہ تحقیق جسے اتنے طمطراق سے پیش کیا جارہا ہے۔

بخاری شریف ودیگر سینکڑ کتب احادیث میں یہ حدیث موجود ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب سیّدہ فاطمۃ الزہرہ سلام اللہ علیہا کو ارشاد فرمایا کہ بیٹی کیا تو اس پر خوش نہیں کہ تو تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار ہے۔

بقول عباسی کے چاہیئے تو یہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپکو بجائے سیّدۃ النساء العالمین کے سیّدۃ بنات العلمین فرماتے کہ بیٹی تو اس پر خوش نہیں کہ تو تمام جہانوں کی بیٹیوں کی سردار ہے مگر ایسا نہیں ہوا حضور

سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیٹی کو نساء العلمین کی سردار کہا ہے۔

اور یہ نص حدیث سے ثابت ہے۔

اب جبکہ فرمان رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ فیصلہ ہو جاتا ہے کہ آپ تمام جہانوں کی عورتوں کی سردار ہیں تو پھر یہ سمجھ لینے میں کونسی مشکل درپیش ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نساء نا کی تعمیل ارشاد میں آپکا انتخاب کر کے تمام عورتوں کی نمائندگی کروادی تھی۔

کیا جناب سیّدہ فاطمۃ الزہرہ۔ رسول اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کی تمام ازواج مطہراۃ کی سردار نہیں تھیں اور آپ کا تشریف لے جانا ان سب سے زیادہ اہم اور ضروری نہیں تھا

اور عباسی وغیرہ کی یہ سراسر جہالت اور بے وقوفی ہے کہ کوئی عرب لفظ نساء کا اطلاق بیٹی پر کر ہی نہیں سکتا اور یہ فارمولا پیش کر کے اس نے نہ صرف سینکڑوں کتب احادیث کی تکذیب کی ہے بلکہ قرآن حکیم کی آیات کو بھی جھٹلانے کی ناپاک جسارت کی ہے اور فرامین خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مزعومہ لغاتوں کے خلاف قرار دیا ہے۔

قرآن پڑھیے

یہی نہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محض اپنی مرضی سے ہی ''نساء نا'' کی تعمیل میں اپنی صاحبزادی مکرمہ کو مباہلہ کے لئے منتخب

فرمایا تھا بلکہ آپ جانتے تھے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جل مجدہ الکریم بھی نساءَ کی اصطلاح بیٹی کے لئے استعمال فرما لیتے ہیں۔اور یہ بات صحابہ کرام پر بھی ظاہر تھی جبھی تو صحابہ کرام کو یہ پوچھنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی کہ آپ نے نساءَ نا سے بیٹی کیوں مراد لیا ہے۔

قرآن مجید میں ہے کہ جب فرعون کو یہ پتا چلا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوں گے اور اسکی خود ساختہ خدائی کا خاتمہ کر دیں گے تو اس نے حکم دیا کہ جو لڑکا بھی پیدا ہو اُسے قتل کر دیا جائے اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دیا جائے چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بحکم پروردگار پھر بھی زندہ بچ گئے اور تخت رسالت و نبوت پر متمکن ہوئے اور فرعون مع اپنے ساتھیوں کے غرق ہو گیا۔تو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر اپنی نعمتیں گنواتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

اور یاد کرو جب ہم نے تم کو فرعون والوں سے نجات بخشی کہ تم پر برا عذاب کرتے تھے۔

تمہارے بیٹوں کو ذبح کرتے اور تمہاری بیٹیوں کو زندہ رکھتے۔

واذ نجینکم من آل فرعون یسومونکم سوء
العذاب یذ بحون ابناء کم ویستحیون نساء کم

﴿البقرۃ ۴۹﴾

کدھر ہے عباسی کی لغات دانی جو قرآن مجید کے مقابلہ میں پیش کی جائے اللہ تعالیٰ بیٹوں کو ابناءکم اور بیٹیوں کو بناتکم کی بجائے نساءکم فرماتے ہیں!

کیا یہ قرآن مجید عربی ہے یا نہیں؟ اب قرآن مجید کی اس برھان عظیم کے بعد عباسی اور اس کے ساتھیوں کو چلو بھر پانی میں ناک ڈبو کر مر جانا چاہیے اور اپنی لغات دانی سے توبہ کرنا چاہیے۔

انہی الفاظ پر مباھلہ کی بحث کو ختم کیا جاتا ہے، آیت میں انفسنا وانفسکم سے مراد حضور نے حضرت علی اور اپنی ذات مبارکہ کو لیا ہے اسکی بحث کے لئے پڑھیں ہماری تحقیقی تصنیف مشکل کشا یہ کتاب سیرت حیدر کرار پر آٹھ سو صفحات کی تاریخی دستاویز بھی اور تفسیر عشق بھی۔

آیت تطہیر میں حسینؑ کیسے؟

آیت تطہیر جس کی تفصیل ہم بھی بیان کریں گے۔ کے متعلق
ناصحمود عباسی کا وہی موقف ہے کہ اس میں نہ امام حسین شامل ہیں اور نہ ہی
آپ کے والدین کریمین اور نہ ہی آپ کے برادر محترم امام حسن۔
اور اپنا یہ موقف درست ثابت کرنے کے لئے جس دجل وفریب
سے اس نے کام لیا ہے وہ اسی کا حصہ ہے چنانچہ وہ اس آیت کے بارے میں
جو استدلال پیش کرتا ہے اسے یہاں دوبارہ نقل کیا جاتا ہے۔

غرضیکہ آیت تطہیر محض اور صرف ازواج مطہرات کے بارے میں
ہے اور رجس سے پاکی کا وعدہ بھی امہات المومنین سے ہے، رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی دوسرے نسبی قرابت دار کو خواہ وہ چچا ہوں یا
داماد یا نواسے رجس سے پاک کرنے کا اللہ تعالی نے کوئی وعدہ فرمایا اور نہ اس
کا اطلاق ان میں سے کسی پر ہوتا ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔

اس آیت میں ازواج نبی کے جن بیوت یعنی گھروں کا ذکر ہے وہی
تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مسکونہ گھر تھے۔

وہ ہی تو مہبط وحی تھے۔

وہیں تو آیات قرآنی کا نزول ہوتا تھا

وہی تو فرشتوں کے اترنے کی جگہ تھی۔

ان ہی بیوت میں آپ کے ساتھ سکونت رکھنے والی ازواج مطہرات ہی تو تھیں جن کو اہل بیت کہہ کر آیت تطہیر میں مخاطب کیا گیا ہے مسکونہ گھروں میں نہ آپ کے چچا ﴿عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ﴾ رہتے تھے نہ آپ کے داماد ﴿حضرت علی علیہ السلام﴾ اور نہ آپ کی بیٹی ﴿فاطمہ﴾ اور نہ ان کی اولاد صاحب روح المعانیؒ نے صحیح کہا ہے کہ اہل بیت میں الف لام عوض مضاف الیہ کے آیا ہے یعنی بیت النبی اور اس سے مراد صاف طور سے لکڑی اور مٹی کے بنے ہوئے گھر سے ہے نہ کہ قرابتداروں اور اہل نسب کے گھرانے سے اول یہ بیت نبی ﴿صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم﴾ کا بیت سکونت ہے نہ کہ مسجد وغیرہ اس بنا پر آپ کے اہل سے مراد آپ کی ازواج مطہرات سے ہے۔

اور پھر آخر پر لکھا ہے کہ سیاسی اغراض کی خاطر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابتداروں کو اس آیت میں شامل کرنے کے لئے حدیثیں وضع کرلی گئیں۔

﴿مقدمہ طبع سوم خلافت معاویہ ویزید﴾

تفسیر روح المعانی کی پوری عبارت تو ہم اس بحث کے آخر پر درج کریں گے یہاں تو صرف یہ بتانا ہے کہ عباسی نے یہاں پر بھی اپنی فطری بددیانتی کو بروئے کار لاتے ہوئے عبارت کا محض ایک مختصر ٹکڑا نقل کر کے باقی معاملہ گول کر دیا ہے کاش یہ نام نہاد محقق صاحب روحِ المعانی علامہ محمود

آلوسی کی تحقیق کو ہی راہ صواب پر سمجھ لیتا تو ہم ان کی چند عبارات نوٹ کر کے
بات ختم کر دیتے۔ کیونکہ صاحب روح المعانی نہ صرف یہ کہ امام عالی مقام
امام حسین علیہ السلام کی مدح دستائش میں آنے والی متعدد روایات کو قطعی طور
پر درست سمجھتے ہیں بلکہ یزید پلید کو فاسق وفاجر اور ملعون قرار دیتے ہیں اور قتل
حسین کا ذمہ دار بھی قرار دیتے ہیں اور امام عالی مقام امام حسین علیہ اسلام کا
یزید کے خلاف نعرہ حق وصداقت بلند کرنا عین شرعی قرار دیتے ہیں۔

گھر کی گواہی

بہر حال یہ معاملہ تو آئندہ اوراق میں طے ہوگا یہاں ہمیں صرف یہ
واضح کرنا ہے کہ آیت تطہیر میں حضرت امام حسین علیہ السلام شامل ہیں
یانہیں؟

چنانچہ اس سلسلہ میں ہم سب سے پہلے ''عباسی'' وغیرہ کے پیشرو
اور معتمد ترین شخص ابن تیمیہ کی تحقیق پیش کرتے ہیں تاکہ اسے بھی رافضیوں
اور شیعوں کی فہرست میں شامل کر لے۔ ملاحظہ ہو۔ ابن تیمیہ اپنی رسوائے
زمانہ کتاب منہاج السنۃ میں لکھتا ہے۔

ان هذا الحديث صحيح في الجملة فانه قد
ثبت عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم انه
قال لعلي وفاطمة وحسن اللهم ان هولاء اهل
بيتي فأذهب عنهم الرجس وطهرهم تطهيرا

وروی ذالک مسلم عن عائشة قال خرج رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم عن غداة وعلیه مرط مرحل من أسود فجاء الحسن بن علی فادخله ثم جاء الحسین فادخله ثم جاءت فاطمة فادخله ثم جاء علی فادخله ثم قال انما یرید الله انمایرید لیذهب عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیرا وهو مشهور من روایة ام سلمة من روائة احمد وترمذی "ولکن لیس فی هذا دلالة علی عصمتهم ولا اماتهم

﴿منہاج السنۃ جلد چہارم ص۲۰ ابن تیمیہ﴾

ترجمہ

بے شک یہ حدیث فی الجملہ صحیح ہے اور بے شک یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب علی و فاطمہ اور حسن و حسین علیہ السلام کے لئے فرمایا کہ یہ میرے اہل بیت ہیں الٰہی تو ان کو ارجاس سے خوب اچھی طرح پاک کردے اور یہ روایت مسلم شریف میں ہے جسے ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بیان فرمایا ہے۔

فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیاہ بالوں کا کمبل اوڑھے ہوئے نکلے تو حضرت حسن بن علی آئے اور اس کمبل میں داخل ہوگئے پھر حسین علیہ السلام آئے تو وہ بھی اس کمبل میں داخل ہوگئے پھر جناب

فاطمۃ الزہرا تشریف لائیں تو آپ بھی کمبل میں داخل ہو گئیں اور پھر حضرت علی تشریف لائے تو وہ بھی اس کمبل میں داخل ہو گئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''انما یرید اللہ'' آئت کے آخر تک فرمایا۔

اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ روایت مشہور ہے جسے امام احمد بن حنبل اور ترمذی نے بیان کیا مگر یہ آئت ان کی امامت اور عصمت پر دلالت نہیں کرتی۔

اگر چہ آخر پر ابن تیمیہ نے اپنے فرسودہ ذوق کی تسکین کا سامان فراہم کر لیا ہے کہ یہ آئت عصمت اہل بیت کرام پر دلالت نہیں کرتی تاہم وہ ان روایات کو قطعی طور پر صحیح اور درست تسلیم کرتا ہے جن میں سرکار رسالتمآب علیہ تحیۃ والثناء نے جناب حیدر کرار جناب فاطمۃ الزہرا اور جناب حسنین کریمین کو کمبل میں چھپا کر بارگاہ خداوندی میں عرض کی کہ یا اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں تو ان کی خوب خوب تطہیر فرما دے اور اس آئت کے مصداق یہی چاروں نفوس قدسیہ ہیں حالانکہ شان نزول کے اعتبار سے تمام امہات المومنین کو بھی شامل ہے۔

ابن تیمیہ پر ایک سوال

یہاں ہم ابن تیمیہ پر اسکی ذریت کی وساطت سے ایک یہ سوال کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اس آئت کریمہ کا مطلب طہارت عصمت کے سوا جو بھی

ہے وہ قوم کو بتا دیا جائے اور یہ کام ابن تیمیہ کی ذریت کو ہی کرنا ہوگا خاص طور پر عباسی کو یہ وضاحت کرنا چاہئے کہ اگر یہ آئت بقول تمہارے صرف حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں ہی ہو تو کیا یہ ان کی عصمت کی پاکیزگی اور طہارت پر دلالت کرتی ہے یا نہیں؟

کون بھولا تھا؟

ہم یہاں یہ بحث تو نہیں کریں گے کہ آئت تطہیر میں جناب حیدر کرار، جناب فاطمۃ الزہرہ اور جناب حسنین کریمین کو شامل کرنے والی حدیث مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحیح ہے یا بناوٹی کیونکہ عباسی کا سب سے بڑا معتمد مصنف ابن تیمیہ اس کو درست اور قطعی طور پر صحیح مانتا ہے اور عباسی کا اسے سیاسی اغراض کی وجہ سے بنائی ہوئی قرار دینا محض یاوہ گوئی اور واضح جہالت ہے۔

لہذا قطعاً ضرورت محسوس نہیں ہوتی کہ ہم اس حدیث کے رجال پر بحث کر کے مضمون کو خواہ مخواہ طویل کریں۔ ہاں اگر ابن تیمیہ نے اہل بیت کی شان میں آنے والی دیگر روایات کی طرح اس کو بھی ضعیف اور وضعی وغیرہ بنا دیا ہوتا تو ہم یقیناً نقد ورجال سے بحث کرتے۔

چنانچہ اب ہم عباسی وغیرہ سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ آیات تطہیر کو نازل فرماتے وقت خداوند قدوس کو بھول لگی تھی منشائے خداوندی کو سمجھنے میں

مُخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خطا ہوئی تھی ؟ معاذ اللہ

اور یہ بھی بتاؤ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے لیکراب تک کے تمام محدثین ومفسرین ان روایات کی جانچ پڑتال نہ کرسکنے کے جرم وار ہیں یا تمہارا ہی دماغ خراب ہے ہے کہ چودہ سوسال کے بعد تم پر روایت کی صحت اور عدم صحت کا القا شروع ہوگیا ہے؟

بدنصیب انسان نما وحشیو! کاش تم یہ ہی سوچ لیتے کہ منشائے قرآن کو صاحب قرآن سے اور مقصد وحی الٰہیہ کو مہبط وحی الٰہیہ سے زیادہ کوئی بھی نہیں جان سکتا خواہ وہ کتنا بھی بڑا عالم کیوں نہ ہو۔

کس قدر تعصب اور حیرت کی بات ہے۔ کہ قرآن رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوا اور آیات کا مطلب تم سمجھاتے ہو۔ حضور علیہ السلام نے اسی وقت اپنے قرابتداروں کو اس میں شامل فرمالیا اور تم آج بتا رہے ہو کہ انہیں شامل کیا ہی نہیں جاسکتا۔

سرکار دوعالم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ یہ میرے گھروالے ہیں اور تم گھروں کو مٹی اور لکڑی کے بنے ہوئے آج ثابت کررہے ہو تمہارے پاگل پن کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہوگی کہ تم حضور علیہ السلام کے نسبی قرابت داروں کو اہل بیت مان لینے سے بھی انکار کررہے ہو۔

جبکہ ایسا گمان کرلینے سے سینکڑوں دیگر احادیث مبارکہ بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکیں گی جو اساس دین قرار پائی ہیں۔

تعصب کی آگ میں جلنے والو! تمہاری عقلیں اس قدر ماؤف اور تمہارے دماغ یوں پراگندہ ہو چکے ہیں کہ تمہیں اپنا گھر جلتا ہوا بھی نظر نہیں آتا۔ اور

تمہیں کالی گھٹا کو بھی نہیں پہچاننا آیا!

نشیمن سے دھواں اٹھتا ہے تم کہتے ہو ساون ہے

بہر حال اب ہم اپنے قارئین کو مخاطب کرتے ہوئے یہ بتاتے ہیں کہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی صاحبزادی والاشان کو مع آپ کے عزت مآب شوہر اور مقدس بیٹوں کے آیت تطہیر میں شامل فرمایا اور یہ روایات قطعی طور پر درست ہیں اور محدثین ومفسرین نے اسے تواتر کے ساتھ نقل فرما کر یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ یہ روایت بالا اجماع صحیح ہے اور اس کا انکار سوائے کسی فاتر العقل دیوانے اور مجنون ومجہول کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔

اب آپ اس واقعہ کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں اس ضمن میں جو روائتیں کتب احادیث میں آئی ہیں وہ یہ ہیں۔

روایت نمبر 1

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آیے تطہیر کے متعلق جو روایت بیان فرماتی ہیں۔۔وہ یہ ہے۔

عن عا یشة قا لت خرج النبی صلی الله علیه وآلـه وسلم غداة وعلیه مر ط مر حل من شعر اسـود فـجـاء الـحسـن بـن علی فاد خله ثم جاء الـحسیـن فـد خـل مـعـه ثم جاء ت فا طمة فا د خـلها ثم جآ ء علی فا د خله ثم قال انما یر ید الله لیذ هب عنکم الر جس اهل البیت و یطهر کم تطهیرا

مسلم وغیره

تر جمه

یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ ایک صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر نکلے اور آپ پر کالے بالوں کا مخطط کمبل تھا۔ جب واپس آئے تو حضرت حسن بن علی آ گئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں کملی میں داخل فرمالیا اور پھر جناب حسین علیہ السلام آئے تو وہ بھی ان کے ساتھ داخل ہو گئے پھر سیدہ فاطمۃ الزھرا تشریف لائیں تو آپ نے ان کو بھی داخل فرمالیا پھر حضرت علی آئے اور ان کو بھی داخل فرمالیا۔ اور پھر فرمایا اے نبی کے گھر والو اللہ یہی چاہتا ہے کہ تم سے ہر آلودگی دور کر دے اور تمہیں خوب پاکیزہ وصاف کر دے۔

روایت نمبر ۲

دوسری روایت اُمّ المؤمنین سیدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے اس طرح مروی ہے۔

عن أُمّ سلمة رضي الله تعالیٰ عنها في بيت نزلت انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت فدعا النبي صلى الله عليه وآله وسلم فاطمة وحسن وحسين فجعلنهم بكساء على وخلف ظهره "ثم قال اللهم هولاء اهل البيتي فاذهب عنهم الرجس مطهرهم تطهيرا قالت ام سلمة انا معهم يا رسول الله ؟قال انت مكانك انت على الخير

اور ایک روایت میں یہ مزید ہے کہ

قالت ام سلمة فرفعت الكساء لا دخل معهم فجزبه من يدى فقلت وانا معكم يا رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم؟

فقال انك من ازواج النبي صلى الله عليه وآله وسلم على خير

ترجمہ

ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آیۂ تطہیر میرے گھر میں نازل ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے جناب فاطمہ اور جناب حسنؑ و حسینؑ کو بلایا اور ان پر اپنی کملی اوڑھا دی پھر فرمایا۔ اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں تو ان سے ہر قسم کی آلودگی کو دور کر کے خوب پاکیزہ فرما دے حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بھی ان کے ساتھ ہوں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے مکان پر رہو اور خیر پر ہو۔

دوسری زائد روایت کا ترجمہ یہ ہے

کہ حضرت ام سلمہ نے فرمایا میں نے اپنے ہاتھ سے کملی مبارک کا پلو اٹھا کر عرض کی کہ یا رسول اللہ میں بھی آپ کے ساتھ ہوں؟

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم نبی کی بیویوں میں سے ہو اور خیر پر ہو۔ اس سے پہلے کہ ہم مزید تفصیل پیش کریں چند کتابوں کے نام پیش کرتے ہیں جن سے یہ روایات اخذ کی گئی ہیں اگرچہ اس ضمن میں دیگر بھی بے شمار کتابوں کے نام گنوائے جا سکتے ہیں تاہم ان پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے۔

❁ مسلم شریف ج دوم ص ۲۸۴ ❁

ترمذی ج دوم ص ۲۲۷

المستدرک ج سوم ص ۱۴۶

مشکوۃ شریف ج دوم ص ۶۴۰

اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۶۸۱

مظاہر حق جلد چہارم ص ۱۴۵

جز ششم ص ۳۲۲

مرأۃ شریف ج ہشتم ص ۴۵۰

خصائص کبریٰ ج دوم ص ۲۶۴

مسند احمد ج دوم ص ۲۹۲ ج چہارم ص ۱۰۷

اسد الغابہ ج سوم ص ۱۱۲ ج پنجم ص ۵۲

مدارج النبوۃ ج دوم ۲۶۴

صواعق محرقہ ص ۱۴۲،۴۳

الاصابہ فی تمیز الصحابہ فی الصحابہ ج دوم ص ۵۰۳

نزہتہ المجالس ج دوم ص ۲۲۲

نوالابصار ص ۱۱۱

اشرف المویر ص ۱۲، ۱۶۔

اسعاف الراغبین ص ۱۰۶

مواہب الدنیہ ص ۴۳۴

﴿الاستیعاب فی اسماء الاصحاب ج سوم ص ۳۷﴾

﴿شجرۂ اولیاء ص ۷۴﴾

﴿البدایہ والنہایہ ج ہشتم ص ۳۵﴾

﴿تفسیر ابن جریر ج ۲۲ ص ۱۴۲﴾

﴿تفسیر کبیر ج ششم ص ۴۶۵﴾

﴿تفسیر ابن کثیر ج سوم ص ۴۶۳﴾

﴿تفسیر خازن جز پنجم ص ۲۵۹﴾

﴿تفسیر معالم التنزیل جز پنجم ص ۲۵۹﴾

﴿تفسیر در منشور ج پنجم ص ۱۹۹﴾

﴿تفسیر حسینی ج دوم ص ۱۴۱﴾

﴿تفسیر روح المعانی ج ششم ص ۱۲۷﴾

﴿تفسیر قرطبی ج ۱۴ ص ۲۲۶﴾

اس مسئلہ پر مزید حوالوں کے لئے باری لاجواب تصنیف مشکل کشا ملاحظہ فرمائیں!

آیت تطھیر میں کون کون شا مل ھیں

بلاشبہ آیت تطہیر امہات المومنین کو بھی شامل ہے کیونکہ اس سے پہلی آیات میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے انہیں کا تذکرہ فرمایا ہے۔

یا یھا النبی قل لا زواجک ان کنتن تر دن الحیواۃ الدنیا و زینتھا فتعا لین امتعکن و اسر حکن سرا حاً جمیلا وان کنتن تر دن اللہ و رسول اللہ والدار الآ خرۃ فان اللہ اعد للمحسنت منکن اجرا عظیما ینساء النبی من یات منکن بفا حشۃ مبینۃ یضعف لھا العذاب ضعفین وکان ذالک علی اللہ یسیرا ومن یقنت منکن للہ ورسولہ و تعمل صا لحا نؤ تھا اجرھا مر تین و اعتد نا لھا رزقا کر یما ینساء النبی لستن کا حد من النساء ان اتقیتن فلا تخضعن با لقول فیطمع الذی فی قلبہ مرض وقلن قولہ معروفا و قر ن فی بیو تکن ولا تبرجن تبرج الجا ھلیۃ الا ولیٰ واقمن الصلوٰۃ و اتین الز کواۃ واطعن اللہ ورسولہ انما یر ید اللہ لیذ ھب عنکم الر جس اھل البیت و یطھر کم تطھیرا۔

﴿سورۃ احزاب آیت نمبر ۲۸ تا ۳۳﴾

ترجمہ

اے نبی اپنی بیویوں سے فرما دیجئے کہ اگر تم دنیوی زندگی اور اس کی بہار کو مقصود رکھتی ہو تو آؤ تو میں تمہیں کچھ متاع ﴿دنیوی﴾ دے دلا کر خوبی کے ساتھ رخصت کروں اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عالم آخرت کو مقصود رکھتی ہو تو اللہ نے تم میں سے نیک کرداروں کے لئے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے اے نبی کی بیویو جو کوئی تم میں سے مبینہ خواہش کا ارتکاب کرے گی تو اسے دوہری سزا دی جائے گی اور یہ اللہ کے لئے بالکل آسان ہے اور جو کوئی تم میں سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرماں بردار رہے گی اور اچھے عمل کرتی رہے گی تو اس کا دوہرا اجر دیں گے اور ہم نے اس کے لئے ایک عمدہ نعمت تیار کر رکھی ہے۔

اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو جبکہ تم تقویٰ اختیار کر رکھو تو تم گفتگو میں نرمی ﴿نزاکت﴾ مت اختیار کرو کہ ﴿اس سے﴾ ایسے شخص کو جس کے دل میں خرابی ہے

﴿برا﴾ خیال پیدا ہونے لگتا ہے۔ اور قاعدے کے
مطابق خود کومت دکھاتی پھر واور نماز کی پابندی رکھو اور
زکوٰۃ دیا کرو اور اللہ کا اور اس کے رسول کا حکم مانو اللہ تو
بس یہی چاہتا ہے کہ اے ﴿نبی کے﴾ گھر والو تم سے
آلودگی دور رکھے اور تم کو خوب نکھار دے۔

یا اھل البیت کیوں؟

یہ ہیں وہ تمام آیات اور ان کا ترجمہ جو آئت تطہیر کے ساتھ منسلک ہیں ہم ان میں کوئی ایک آئت نقل کر کے بھی موقف بیان کر سکتے تھے مگر اس سے وہ وضاحت نہ ہو سکتی جو ہم بیان کرنا چاہتے ہیں۔

چونکہ آیت تطہیر کی وہ تفسیر جو امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی ہے عباسی کو قطعاً منظور نہیں اور وہ تفسیر اسے اس لئے نا منظور ہے کہ آیت تطہیر سے پہلے آنے والی پانچوں آیات میں محض حضور سرور دو عالم کی ازواج مطہرات کا ذکر ہے اس لئے چھٹی آیت کا رخ کسی دوسرے کی طرف پھر جانا خلاف قاعدہ ہے چنانچہ ہم ان آیات خمسہ کی روشنی میں عباسی وغیرہ قسم کے سر پھروں پر ایک سوال کریں گے کہ ان آیات مبارکہ میں خداوند تعالیٰ جلّ مجدہ الکریم، نے حضور سرور کائنات علیہ السلام کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہ کا ذکر فرماتے وقت ہر جگہ پر وہی صیغہ استعمال فرمایا ہے جو عورتوں

کے لئے مخصوص ہے مگر آئت تطہیر میں اس کے برعکس وہ صیغہ استعمال فرمایا

ہے جو مردوں کے لئے بولا جاتا ہے۔

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

کنتن امتعکن اسر حکن

اور دوسری تیسری آیت میں ارشاد خداوندی ہے

کنتن منکن اور لھا العذاب

اور چوتھی پانچویں اور اس آیت میں ہے

منکن اجرھا لھالستن تقیتن بیو تکم تبر جن

یہ تمام صیغے تانیث کے ہیں مگر آیت کا وہ حصہ جو آئت تطہیر کے نام

سے موسوم ہے اور ان آیات سے ملحق ہے اس میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے

ایک بار بھی مونث کا صیغہ استعمال نہیں فرمایا بلکہ اس کے برعکس اللہ تعالیٰ

فرماتے ہیں عنکم الرجس یطہر کم تطہیرا اور یہ دونوں صیغے محض جمع مذکر کے لئے

ہی استعمال ہو سکتے ہیں جبکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس سے پہلے حضور سرور

کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات کا جہاں جہاں بھی ذکر کیا

ہے آپ کی بیویوں ہی کہ نام سے کرتے ہوئے ازواجک اور یا نساء النبی

کے لفظ استعمال فرماتے ہیں اور یہاں ان کے بجائے یا اھل البیت کہہ کر

خطاب کیا ہے اگر ان الفاظ یا اہل بیت میں خاص حکمتیں پوشیدہ نہ ہوتیں تو

اللہ تبارک وتعالیٰ یہاں بھی یا نساء النبی اور یا ازواج النبی کے اشارے سے

بشارت تطہیر دے سکتے تھے۔

مفسرین محدثین کرام نے اس جملہ کی متعدد حکمتیں اور وجوہات بیان فرمائی ہیں جن کی تفصیل کی یہ مختصر کتاب متحمل نہیں ہوسکتی۔تاہم جمہور کا مذہب یہ ہے آیت کریمہ سرکار دو عالم کی ازواج مطہرات کو بھی شامل ہے اور جناب حسنین کریمین اوران کے والدین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اس آیت تطہیر میں شامل ہیں چنانچہ امام نبہانی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس مقام پر یہی فرماتے ہیں کہ یہ آئت فریقین پر مشتمل ہے اور اگر صرف ازواج مطہرات کے لئے ہوتی تو مذکر کے صیغوں کی بجائے مونث کے صیغے آئے ہوتے۔

والجمہور ان المراد من اہل البیت فی الآ ئۃ ما یشتمل الفریقین مع عملا بجمیع الا د لۃ قولہ عنکم ویطہر کم ولو کان المراد النساء خا صۃ لکان عنکن ویطہر کن۔

﴿اشرف المویدص ۱۵﴾

جمہور کے اس فیصلہ کے ساتھ عباسی وغیرہ کو اختلاف ہوتو ہومگر حقیقت قطعی طور پر یہ ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی تفسیر خود اپنے عمل سے واضح کردی اور خداوند قدوس کے یا اہل البیت کے اشارہ کی وسعت کا جاتے ہوئے اپنی صاحبزدی مکرمہ سیدۃ النساء العلمین جناب فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا اور

جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہ اور جناب حسنین کریمین رضی اللہ عنہ کو بلا کر اپنی منقوش عبائے پاک میں لے کر بارگاہ رب العزت میں دعا فرمائی کہ یا اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں ان سے ارجاس کو دور ہی رکھنا ہے۔ اور اس دعا میں سوائے ان چاروں نفوس قدسیہ کے اور کوئی بھی شامل نہیں کیونکہ آپ نے اپنی زوجہ محترمہ سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے استفسار پر بھی یہی ارشاد فرمایا کہ تم آل عبا میں شامل نہیں ہو بلکہ اپنے مقام پر ہو اور خیر پر ہو۔

ہم نے قارئین کو مضمون کی طوالت سے بچانے کے لئے کتابوں کے صفحے وغیرہ لکھ دینے پر ہی اکتفاء کر لیا ورنہ اگر تمام کتابوں کی عبارتیں اور مباحث نقل کی جائیں تو یہ مضمون ہزاروں صفحات سے بھی متجاوز ہو سکتا ہے حقیقت یہ ہے کہ آئت تطہیر میں سے کسی ایک مشہور محدث نے بھی انکار نہیں کیا بلکہ سب نے یہی لکھا ہے کہ یہ آل عباء کو شامل ہے۔

چنانچہ حافظ ابن کثیر نے بھی یہی لکھا ہے۔

وقد رو عن عا ئشة وام سلمة امي المو منين ان
رسول اللـه صلى اللـه عليه وآلـه وسلم
استعمل على الحسن والحسين وامها وابيها
فقال اللهم هو لاء اهل البيتى فاذهب عنهم الر
جس وطهر هم تطهيرا۔

﴿البدایۃ والنھایۃ ج ۸ ص ۳۵﴾

ترجمہ

علاوہ ازیں خاص طور پر سمجھنے کی یہ بات ہے کہ جس طرح مردوں کی ضمیر سے نازل ہونے والی آئت میں ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شامل ہونا سرکار دو عالم کا خاصہ ہے اسی طرح صاحبزادیٔ رسول اور ان کے بیٹوں اور شوہر کا شامل ہونا بھی سرور دو عالم کا خاصہ ہے۔

اور یہ امر جمہور فقہا کے نزدیک بھی مسلم ہے کہ اگرچہ اولاد کا انتساب اپنے باپ کی طرف ہوتا ہے تاہم یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاصہ ہے کہ آپ نے اپنے بیٹی کی اولاد کو اپنی طرف منسوب فرمایا۔

وقد ذکر الفقها من خصا ئصہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہ ینسب الیہ اولاد بناتہ۔

﴿الحاوی الفتاویٰ﴾

اور جب کسی آئت کی تفسیر خود صاحب قرآن نے بیان فرما رکھی ہو تو آج چودہ صدیاں بعد کسی سرپھرے کے پیٹ میں بل اٹھنے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔

آئت تطہیر کے متعلق بالوضاحت اور وجدانی بحث دیکھنا ہو تو ہماری تصنیف البتول کا مطالعہ کریں اور انہی الفاظ پر یہ بیان ختم کیا جا رہا ہے کیونکہ متلاشیان حق کے لئے یہ استدلال بھی کافی ہے۔

امام حسین سے منسوب غلطیاں

اب جبکہ ثابت ہو چکا ہے کہ امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام آیت تطہیر میں شامل ہیں تو اس نص قرآنی کے بعد عباسی وغیرہ کے پاس ایسی کون سی دلیل باقی ہے جس کے ماتحت وہ شہزادۂ گلگوں قبا کو لالچی ضدی خاطی جھگڑالو اور معاذ اللہ بیعت یزید نہ کرنے کے جرم میں جاہلیت کی موت مرنے والا اور جہنمی وغیرہ کہہ سکیں۔

قرآن میں ارشاد خداوندی ہے کہ محبوب اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ آپ کے اہل بیت سے ہر قسم کی آلودگی کو دور کر دے۔

حضور سرور دو عالم حضرات حسنین علیہ السلام اور ان کے والدین کو کملی مبارک میں چھپا کر بارگاہ الٰہی میں عرض کرتے ہیں یا اللہ یہ میرے اہل بیت ہیں تو ان سے ہر آلودگی کو دور رکھ کر انہیں خوب پاکیزہ فرما دے۔

ان نصوص کی موجودگی میں امام عالی مقام کی شان اقدس پر حرف گیری کرنا کفر صریح اور دین اسلام سے برگشتگی نہیں تو اور کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یرید اللہ یعنی اللہ کا یہ ارادہ ہے کہ تمہیں ارجاس سے پاک کر دے تو کیا اللہ تعالیٰ کا ارادہ فرما لینا ہی کافی نہیں ہے جبکہ کسی بھی کام کے پورا ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ کا ارادہ فرما لینا ہی کافی ہے اور اس پر قرآن کی گواہی ہے کہ۔

اذا ارا دالله شیاء کن فیکون ۔ادھر یرید اللہ ہے ادھر اراد الله ہے کہا اور ہو گیا۔

اور پھر اس بشارت خداوندی کے بعد مستزاد یہ کہ سید الانبیاء حضور پر نور احمد مجتبیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام حسین علیہ السلام کو کملی میں لے کر بارگاہ خداوندی میں عرض کرتے ہیں کہ یا اللہ میرے اہل بیت ہیں ان سے ارجاس وآلودگی کو دور رکھ۔تو کیا امام الانبیاء علیہ تحیة والثناء کی یہ مبارکہ دعا شرف قبولیت کو پہنچی کہ نہیں؟

کیا کوئی مسلمان یہ گمان کرسکتا ہے کہ محبوب خدا کی دعا قبول نہیں ہوئی جبکہ آپ سے بڑھ کر دونوں عالم میں کوئی مستجاب الدعوات پیدا ہی نہیں ہوا۔

رجس کیا ھے

اب یہ دیکھنا ہے کہ وہ رجس کیا ہے جس سے اس خانودۂ تقدیس وعظمت کو علیحدہ رکھا گیا تو اس کے متعلق بھی طویل ترین مباحث ہمارے سامنے موجود ہیں مختصر یہ کہ

قال ابن عطیة والرجس اسم یقع علی الا ثم والعذاب وعلی النجاسات

وقال امام نوی :۔ قیل ھو شک وقیل العذاب و قیل الاثم

وقال الزهری: الرجس اسم لکل مستقذر من عمل وغیره

﴿اشرف المؤبد ص ۱۱﴾

ابن عطیہ کہتے ہیں رجس کا وقوع ہے اوپر گناہوں کے عذاب کے اور اوپر نجاستوں کے۔

امام نووی کہتے ہیں کہ کہا رجس شک کو اور کہا عذاب کو اور کہا گناہ کو

زہری کہتے ہیں کہ رجس اعمال وغیرہ کے تمام گناہوں کا نام ہے نیز اہل لغت کا اس پر اتفاق ہے کہ رجس کے معنی۔

پلیدی، گناہ کفر اور ہر برا کام ہے

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رجس عمل شیطان ہے اور ہر وہ کام ہے جو رضائے الٰہی کے خلاف ہو اور رجس شک اور برائی کو کہتے ہیں۔

وقال ابن عباس یعنی عمل الشیطان ما لیس لله فیه رضا وقیل الرجس الشک وقیل السوء

﴿خازن ج ۵ ص ۲۱۱ معالم ج ۵ ص ۲۱۱﴾

بہر حال یہ مسلمہ امر ہے کہ رجس گناہ اور برائی اور ہر اس کام کو کہتے ہیں جو رضائے خدا کے خلاف ہو اور یہ قرآن وحدیث کی نصوص سے ثابت ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سید الشہداء امام حسین علیہ السلام کو رجس سے

مکمل طور پر علیحدہ کر کے طاہر اور مطہر فرما دیا ہے۔

کہاں ہے عباسی اور اسکی تے چاٹنے والا ابن یزید اور سلیمان جو بتائے کہ کیا ایسی عظیم المرتبت ہستی کے کسی اقدام کو جرم وخطا کا نام دیا جا سکتا ہے اور کہا جا سکتا ہے کہ ان کی موت معاذ اللہ جاہلیت کی موت اور خودکشی کے مترادف ہے۔

حسین تو محفوظ ھیں

کیا ایسی برگزیدہ شخصیت کو جسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خالق کائنات نے گناہوں سے محفوظ فرما دیا ہو یہ کہا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی والدہ کو بھی فرما دیا تھا کہ بیٹی نیک اعمال کر لو پھر حسین علیہ السلام کس شمار وقطار میں ہے۔

ہمیں تو حیرت ہے کہ یہ نام نہاد محققین کا ٹولہ یا تو اسلام کا قلادہ گردن سے اتار پھینکنا چاہتا ہے یا پھر یہ لوگ بالکل ہی اندھے ہو چکے ہیں اور انہیں محبت یزید پلید نے بصارت وبصیرت سے قطعی طور پر محروم کر دیا ہے

کیا تاریخ اسلام کو تابناک بنانے کا یہی طریقہ باقی رہ گیا تھا کہ اسلام کی اعلیٰ ترین اقدار کو جرم وگناہ اور خطائے اجتہادی کا نام دے دیا جائے تو عیسائی مورخوں کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے نواسۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمجھنا بھی غلط قرار دے دیا جائے۔

اس سے بڑھ کر بد دیانتی اور اسلام کے منافی قرار دے دیا جائے گیا تم یہ سمجھتے ہو کہ امام حسین علیہ السلام کو آیت تطہیر میں نواسۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شامل نہ بھی کرو تو جب بھی آپ کی تقدیس وعظمت وہی مینارۂ نور رہیں جہاں تک تمہاری خرافات کی رسائی نہیں ہو سکتی۔

خارجیوں کا استدلال

تم یہ استدلال پیش کرتے ہو کہ یزید خلیفۂ برحق تھا اسکی اطاعت ضروری امر تھا اور فرمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق جو امیر کی اطاعت سے نکل گیا اور اسکی بیعت کیے بغیر مر گیا وہ جاہلیت کی موت مرا۔ اور تم یہ بھی کہتے ہو کہ ایسی موت مرنے والا دوزخی ہے اس لئے اس کی لاش کو بغیر دفن کیے چیلوں گدھوں اور کتوں کے لئے چھوڑ دو۔

ہم پوچھتے ہیں کہ ان روایات کا اطلاق امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام پر کر کے تم کافر ہوئے کہ نہیں؟

یاد رکھو کہ جو شخص شہزادۂ رسول کے متعلق اس قسم کا گمان بھی کرے وہ دین اسلام سے یوں نکل جاتا ہے جس طرح تیر نشانے سے نکل جاتا ہے اور تم صرف یہ کہ ارتکاب کر چکے ہو بلکہ بدترین کافر ہو چکے ہو اور یہ ہم اپنی طرف سے نہیں کہتے بلکہ یہ نص قرآنی سے ثابت ہے کہ اگر کوئی شخص بہتان کفر باندھے جو کافر نہیں تو اس کا کفر اسی پر لوٹ آتا ہے۔

تم کہتے ہو حسین علیہ السلام کس شمار وقطار میں ہے اور اس کی موت جاہلیت کی اور دوزخیوں کی موت ہے معاذ اللہ وہ باغی تھا اور شریعت میں ایسے باغی کی لاش کو دفنانا منع ہے اور اسے چیلوں اور کتوں کے لئے چھوڑ دینا چاہیئے۔ معاذ اللہ۔ اور پھر خود کو مسلمان بھی سمجھتے ہو اور اہل سنت ہونے کے بھی دعویدار ہیں۔ کیا حسین علیہ السلام کا تذکرہ اس انداز سے کرنا سنت رسول ہے بدنصیبو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو حسین علیہ السلام کی آمد پر خطبہ چھوڑ کر منبر سے اتر آتے تھے حسین علیہ السلام کو کاندھے پر بٹھا کر ان کے ہاتھوں میں اپنی واپس زلفیں پکڑا کر ان کا گھوڑا بن جاتے تھے اور نعم الراکب ھذہ فرماتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو فرماتے تھے جس نے حسین علیہ السلام سے لڑائی کی اس نے ہم سے لڑائی کی تو تم حسین علیہ السلام سے لڑنے والے کو پیدائشی جنتی کہہ رہے ہو تم خود کو اہل سنت کس طرح کہہ سکتے ہو جبکہ تمہارا مسلمان ہونا ہی مشکوک ہو چکا ہے۔ توبہ کے دروازے تو بند نہیں لیکن تمہارا توبہ کی طرف لوٹ آنا اب ممکن نہیں رہا کیونکہ دشمن آل رسول کو اللہ توبہ کی بھی توفیق نہیں دیتا۔

دلیل پر دلیل

بہر حال ہم تمہاری ان خرافات کا بار بار اعادہ کرنا بھی گناہ سمجھتے ہیں

اس لئے تمہارے استدلال کو توڑنے کے لئے صرف اشاروں اور کنایوں سے ہی کام لیں حقیقت یہ ہے کہ جو روایات تم لوگوں نے امام حسین علیہ السلام کے خلاف استعمال کی ہیں وہ سب کی سب تو یزید پلید کی ناجائز امارت پر شاہد عدل ہیں کیونکہ

امام عالی مقام شہزدۂ رسول صلی علیہ وآلہ وسلم سید امام حسین علیہ السلام کا یزید کی بیعت کرنا اس امر کی واضح ترین دلیل ہے کہ یزید کی حکومت عندالشرع قطعی طور پر غلط تھی۔

اور یہ اس طرح کے اگر امارت یزید پلید درست ہو تو اس کی بیعت امام حسین علیہ السلام کے لئے ضروری تھی ورنہ آپ کی موت جاہلیت اور جہنمیوں کی موت ہوتی۔

مگر امام حسین علیہ السلام کی موت نہ جاہلیت کی موت ہے اور نہ جہنمیوں کی موت ہے نہ باغیوں کی موت اور نہ مجرموں کی موت بلکہ آپ کی موت شہادت کی موت ہے شریفوں اور مجاہدوں کی موت ہے ایمانداروں اور جنتیوں کی موت ہے نہ صرف جنتیوں کی موت بلکہ جنت کے سرداروں کی موت ہے اس لئے کہ حسین علیہ السلام کو تو تاجدار مدینہ اور صاحب شریعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بچپن میں ہی جنت کے جوانوں کی سرداری کا تاج پہنا رکھا ہے۔

کیا اس سے بڑھ کو بھی دیوانگی کی کوئی اور صورت ہوسکتی ہے کہ جس

برگزیدہ ہستی کو اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت کے جوانوں کا سردار کہے اس کی موت کا معاذ اللہ جہالت کی موت کہا جائے اور جس کی شہادت کا تصور کر کے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آنسوؤں کی برسات کر دی ہو اسے باغی اور خاطی قرار دے دیا جائے۔

یہ حدیث

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال
الحسن والحسین سید الشباب اھل الجنة

﴿ترمذی جلد دوم ص ۲۲۷﴾

﴿ابن ماجہ ص ۱۱﴾

﴿البدایہ والنہایہ جلد ہشتم ص ۲۵﴾

﴿مسند احمد جلد سوم ص ۶۴، ۸۲ جلد پنجم ص ۳۹۱﴾

﴿مشکوۃ شریف جلد دوم ص ۶۴۵﴾

﴿اشتعہ للمعات جلد چہارم ص ۶۹۶﴾

﴿الاصابہ جلد اول ص ۳۲۹﴾

﴿استعیاب جلد اول ص ۳۷۵﴾

﴿مراۃ شرح مشکوۃ جلد ہشتم ص ۴۷۵﴾

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس واضح ترین فرمان اقدس کے بعد کہ حضرات حسن و حسین علیہم السلام جنت کے جوانوں کے

سردار ہیں کسی سر پھرے کا ان پر بغاوت وغیرہ کا الزام لگانا محض جہالت اور حقائق سے گریز ہے جنت کی سرداری اس شخص کو کیسے مل سکتی ہے جو ولی اللہ بھی نہ ہوں اور دنیاوی جاہ وجلال کا متوالا بھی ہو دنیاوی حکومت کا بھوکا بھی ہو اور سرکش و باغی بھی ہو لیٹرا اور ڈاکو بھی ہو دوسروں کا حق بھی چھینتا پھرتا ہو دین میں فتنے بھی پیدا کرتا پھرے اور بزرگوں کا کہا بھی نہ مانے۔

اب یا تو یہ تسلیم کرنا پڑے گا امام حسین علیہ السلام کے متعلق خارجیانہ تصورات لغو اور باطل ہیں اور یا پھر یہ کہنا پڑے گا کہ معاذ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیش نظر بنت اور جنت کے جوانوں کی سرداری کا کوئی معیار نہیں تھا اور مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک غلط آدمی کے لئے یہ اعزاز عظیم مقرر کر دیا ہے معاذ اللہ کیونکہ جنت کے نوجوانوں کی سرداری کا خلعت کوئی معمولی اعزاز تو نہیں جو ہر شخص کو عطا ہو جاتا یہ تو اسے ہی مل سکتا تھا جو اس کا اہل ہو اپنے غلاموں سے ہر خوبی میں بہتر و برتر ہو اس کا تقویٰ و طہارت اور اس کی عبادت و ریاضت ان سب سے بڑھ کر ہو جن کا وہ سردار ہے یہی نہیں بلکہ یہ اعزاز تو صرف اسی ہستی کو مل سکتا ہے جس نے دوسرے سب لوگوں سے بڑھ کر آخرت کو دنیا پر ترجیح دے رکھی ہو۔

اور اس کا کردار مکمل طور پر بے داغ اور ہر دنیاوی آلائش سے پاک ہو۔

اگر سرکار دو عالم کا یہ فرمان درست ہے تو پھر یہ عقیدہ رکھنا پڑے گا

کہ جناب امام حسین علیہ السلام کا چلنا، پھرنا، اٹھنا، بیٹھنا، سونا، جاگنا، ہر کام اور ہر بات رضائے الٰہی کے تابع اور منشائے خداوندی کے عین مطابق ہے

تعصب کی عینک

ہم اس امر کا متعدد بار اظہار کر چکے ہیں کہ معاندین سبط رسول بصارت و بصیرت سے قطعی طور پر محروم ہو چکے ہیں اور انہیں کچھ نہ کچھ نظر آتا بھی ہے تو وہ تعصب اور بددیانتی کی عینک کا صدقہ ہے ورنہ یہ کیسے ممکن تھا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک مشروط فرمان مغفرت کے پیش نظر یزید کو پیدائشی جنتی، صحابہ کا امام، صحابہ کا امیر امجاہد اعظم فاروق ثانی امیر المومنین امام المجاہدین یگانۂ روزگار اور رشد و ہدایت کا آفتاب محدث وفقیہہ اور عابد و زاہد بنا کر پیش کیا جاتا اور جس کے متعلق حضور آقائے نامدار تاجدار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نوجوان جنت کی سرداری کی بشارت دی ہو اسے سراپا جرم و خطا اور سزاوار جہنم تک کہہ دیا ہو بس یہ سارا کمال تعصب کی جنوں خیزی کا عطا کردہ ہے۔

ورنہ شہزادۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں تو اس قدر صراحت کے ساتھ صحیح ترروایات کا ذخیرہ موجود ہے کہ جس کے اظہار کے لئے سینکڑوں صفحات بھی کم ہیں بہر حال ہم ان میں سے چند روایات ہدیہ قارئین کرتے ہیں تاکہ حق و باطل کا واضح امتیاز ہو جائے یزیدیوں نے اس

مقدس ذات پر حرف گیری کی ہے جس کے متعلق دل میں ذرہ برابر بھی برا گمان آجائے تو ایمان کا جنازہ نکل جاتا ہے۔

مقامِ حسین نگاہ رسولؐ میں

قارئین دو روایات ملاحظہ فرما چکے ہیں جن میں امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کا آیۃ تطہیر میں شامل ہونا اور نوجوانان جنت کا سردار ہونا صحیح احادیث کی صورت میں ثابت ہے اب آپ اس سلسلہ میں مزید روایات ملاحظہ فرمائیں۔

ہم تم سے تم ہم سے

حضرت یعلیٰ ابن مرۃ رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حسین علیہ السلام مجھ سے ہیں اور میں حسین علیہ السلام سے ہوں اللہ تعالیٰ اس سے محبت فرمائے جو حسین علیہ السلام سے محبت کرے حسین علیہ السلام اسباط میں سے ایک سبط ہیں عربی متن ہے۔

عن یعلیٰ بن مرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم حسین علیه السلام منی وانا من الحسین احب الله من احب حسینا حسین علیه السلام سبط من الاسباط۔

﴿نور الابصار صفحہ ۱۱۹﴾

﴿ترمذی شریف جلد دوم ص ۲۴۲﴾

﴿مشکوٰۃ جلد دوم ص ۶۹۲﴾

﴿اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۵۹۵﴾

﴿البدایہ والنہایہ جلد ہشتم ص ۲۰۶﴾

کیا دنیا کا کوئی خارجی یہ ثابت کر سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قسم کا کوئی عظیم اعزاز یزید بد بخت کے لئے بھی مقرر فرمایا ہو۔

حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے نواسے کو یہ بھی فرماتے ہیں حسین علیہ السلام ہم سے ہیں اور یہ اعزاز بھی دیتے ہیں کہ ہم حسین علیہ السلام سے ہیں یہی نہیں بلکہ محبان حسین علیہ السلام کو بشارت رہتے ہیں کہ جو میرے حسین علیہ السلام محبت کرے خدا تعالیٰ اس سے محبت کرے اور یہی نہیں بلکہ آپ فرماتے ہیں حسین علیہ السلام اسباط میں سے ایک سبط ہیں۔

شارحین حدیث نے سبط کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سبط وہ درخت ہے جس کی جڑ ایک اور شاخیں لاتعداد ہوں حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں کو اس لئے اسباط کہا گیا ہے کہ ان سے آپ کی بہت زیادہ نسل مبارک چلی اور اس کا ذکر خدا تعالیٰ نے قرآن مجید میں اس طرح فرمایا

وقطعناً هم اثنا عشر اسباطاً

اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد کے طور پر ان کا متعدد بار ذکر اسباط ہی کے نام سے کیا ہے یہی وجہ تھی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے نواسے کو سبط کہہ کر پکارا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل پاک کو

کثرت کے ساتھ امام حسین ہی سے چلنا تھا۔ رئیس المحدثین شاہ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

اسباط جماعت وفرزندان یعقوب علیہ السلام واسباط از بنی اسرائیل چناچہ قبائل از عرب وسبط بالتحریک دراصل درختے کہ اورا شاخہائے بسیار باشد وبیخ دے یکے وتسمیہ حسین علیہ السلام بہ سبط اشاروں است بانکہ منشعب میگردواز نسل دے خلق کثیر۔

﴿اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۶۹۵﴾

بہر حال سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت امام حسین علیہ السلام کو اپنی ذات سے منسوب کرنا اس پر دلالت کرتا ہے کہ حسین علیہ السلام کی شان میں کسی قسم کی بدگوئی براہ راست رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے کے مترادف ہے۔

والھانہ محبت

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روائت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک دفعہ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اتنے میں جناب حسن اور جناب حسین رضی اللہ عنہما تشریف لائے انہوں نے سرخ رنگ کی قمیصیں زیب تن فرمارکھی تھیں۔ اور وہ چلتے چلتے گر پڑتے تھے ﴿ ان کو گرتے دیکھا تو امام الانبیاء سرور کائنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ

چھوڑ دیا اور منبر سے نیچے اتر آئے اور ان دونوں کو گود میں اٹھا لیا اور اپنے سامنے بٹھا کر ارشاد فرمایا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے سچ فرمایا ہے کہ تمہاری اولاد اور تمہارے مال آزمائش ہیں ہم نے ان دونوں بچوں کو گرتے دیکھا تو ہم صبر نہ کر سکے حتیٰ کہ ہم نے اپنی بات قطع کرتے ہوئے ان کو اٹھا لیا۔ متن یہ ہے۔

عن بریدہ قال کان رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم یخطبنا اذ جاء الحسن و الحسین علیها قمیصان احمر ان یمشیان ویعثران فنزل رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم من المنبر فحملهما ووضعهما بین یدیه ثم قال صدق الله انما اموالکم واولادکم فتنة نظرت الی هذین الصبین یمشیان ولیعثران فلم اصبر حتی قطعت حد یثی ور فعتهما

﴿ترمذی جلد دوم ص ۲۲۱﴾

﴿مشکوٰۃ جلد دوم ص ۲۴۴﴾

﴿البدایۃ والنهایة جلد هشتم ص ۲۰۵﴾

﴿البوداؤ "لمعات" اشعة اللمعات" جلد چهارم ص ۶۹۵ نسائی مسند احمد﴾

یہ ہے سرکار دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی والہانہ محبت اپنے نواسوں

سے کہ ان کو گرتے دیکھا تو خطبہ چھوڑ دیا۔ جن مقدس ہستیوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفقت ومحبت کا یہ عالم ہو جنہیں حضور اپنی اولاد کہہ کر قرآن کی آئت سے استدلال قائم کریں ان کے مقابلہ میں یزید پلید کی قصیدہ خوانی کرنا بے حیائی نہیں تو اور کیا ہے۔

آنسو رسولؐ کے

سیدہ ام الفضل بنت حارث زوجہ عباس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں نے آج رات ایک بھیانک خواب دیکھا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا ہے؟

عرض کی حضور بہت ہی خطرناک ہے۔ آپ نے فرمایا وہ کیا ہے عرض تو کرو تو انہوں نے عرض کی کہ میں نے دیکھا جیسے آپ کے جسم انور کا ٹکڑا کٹ کر میری گود میں آ گیا ہے۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ تم نے اچھا خواب دیکھا ہے انشاء اللہ میری بیٹی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہ کے گھر لڑکا پیدا ہو گا اور وہ تمہاری گود میں رہے گا۔

چنانچہ جناب فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہ کے گھر صاحبزادہ پیدا ہوا اور رسول اللہ کے فرمان کے مطابق میری گود میں رہتا اور پھر میں نے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس بچے کو آپ کی

گود میں دیا اور ذرا سا خیال ہٹ جانے کے بعد جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف دیکھا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہ آپ روتے کیوں ہیں تو آپ نے فرمایا کہ ہمیں جبریل نے آ کر خبر دی ہے کہ میرے بیٹے کو میری امت شہید کرے گی ہم نے پوچھا کہ اس کو؟

تو اس نے کہا۔ تو پھر جبریل نے وہاں کی سرخ مٹی بھی ہمیں لا کر دی۔ متن یہ ہے۔

عن ام الفضل بنت الحارث انها دخلت علیٰ رسول الله صلی اللہ علیه وآله وسلم فقالت یا رسول الله انی رائت حلما منکر اللیلة قال ما هو؟

قالت انه شدید قال وما هو قالت رائت کان قطعة من جسدک قطعت ووضعت فی حجری فقال رسول الله صلی اللہ علیه وآله وسلم رؤیت خیر اتله فاطمة انشاء الله غلاما یکون فی حجرک فولدت فاطمة الحسین فکان فی حجری کما قال رسول الله صلی اللہ علیه وآله وسلم قد دخلت یوما علی رسلو الله صلی اللہ علیه وآله وسلم فو ضعته فی حجری ثم کانت منی التفافة فاذا عینا رسول الله صلی اللہ علیه وآله وسلم تهریقان الدموع قالت فقلت یا نبی الله بابی

انت وامی مالک؟
قال اتانی جبریل علیه السلام فاخبرنی ان
امتی ستقتل ابنی هذا فقلت هذا؟
قال نعم واتانی بتربته حمراء

﴿المستدرک جلد سوم ص ۱۷۷﴾
﴿مشکوٰۃ شریف جلد دوم ص ۱۹۳﴾
﴿مرأۃ جلد ہشتم ص ۴۹۱﴾
﴿ماثبۃ بالسنۃ ص ۲۳۹﴾
﴿اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۷۰۰﴾
﴿مسند احمد جلد اول ص ۸۵﴾
﴿جلد سوم ص ۲۴۲، ص ۲۶۵، جلد ششم، ص ۲۹۴﴾

ان آنسوؤں کی قیمت

قارئین اندازہ فرمائیں کہ جس شہزدۂ کونین کی شہادت مبارکہ کا تصور کرتے ہوبھی تاجدار انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چشمانی مبارک سے آنسوؤں کے ساتے پھوٹ نکلیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ جس کی شہادت کی خبر دینے کے لئے جبریل کو مامور فرمائیں اسے عام لوگوں میں شمار کرنے کا کیا جواز ہے اور اس شہادت عظمیٰ کو ایک اتفاق حادثہ کس طرح قرار دیا جاسکتا ہے جس کا ازل سے ہی ہی اس قدر اہتمام اللہ تعالیٰ نے کر رکھا ہو۔

ہمیں تو ان لوگوں کی عقلوں پر افسوس ہو رہا ہے جو یہ باور کرانے

کے درپے ہیں کہ امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کو فلاں جلیل القدر صحابی نے کوفہ جانے سے روکا اور آپ کے فلاں رشتہ دار نے اس فتنہ انگیزی سے منع کیا اور آپ کو فلاں نے ہاتھ جوڑ جوڑ کر سمجھانے کی کوشش کی مگر آپ اپنی ضد پر اڑے رہے آپ کوفہ والوں کے خطوط فخریہ طور پر لوگوں کو فرماتے اور ہر قیمت پر یزید کیخلاف محاذ آرائی کے منصوبہ کو محض حب جاہ کے لئے پورا کرنے پر تلے ہوئے تھے اور آپ نے معاذ اللہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے امت کو فتنوں میں مبتلا کرنے کے لئے فتنوں کا دروازہ کھول دیا۔

اس قسم کے تاثرات پھیلانے والے لوگوں کو محققین کی صف میں شمار کرنا انصاف و دیانت کی گردن پر چھری پھیرنا نہیں تو اور کیا ہے ہم پوچھتے ہیں کہ مخبر صادق اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمت کے آنسوؤں کی یہی قدر و قیمت ہے کہ ان کے امتی ہونے کا لیبل بھی چہروں پہ چپکایا جائے اور انکی دی ہوئی خبروں کا بھی تمسخر اڑایا جائے۔

جس شہادت کی خبر اللہ تبارک وتعالیٰ نے بذریعہ جبریل امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کے ظہور سے پچاس برس پہلے بھیج رکھی تھی اسے کسی بھی بڑے سے بڑے صحابی کے مشورے سے کس طرح ملتوی کیا جا سکتا تھا۔ اور امام حسین علیہ السلام یہ جانتے ہوئے بھی کہ مشیت الٰہیہ کا پروگرام کیا ہے اپنے سفر سے رک جانا کس طرح گوارا کر سکتے تھے؟

اور پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم ایک فتنہ انگیز، باغی لٹیر اور ضدی انساب کی شہادت کے تصور سے بے شما خستہ رودیئے تھے اور حیرت سے جبریل پر سوال کرتے تھے کہ میرے اس بیٹے کی شہادت کی خبر دے رہے ہو جو میری گود میں ہے۔

حقیقت یہ کہ جس رسول مقدس کا ہر سانس رضائے الٰہی کے تابع ہو وہ کسی باغی اور لٹیرے کی موت پر غم کے آنسو ہرگز نہیں بہا سکتا تھا اور وہ بھی اس صورت میں کہ اس واقعہ کے ظہور میں آنے سے نصف صدی پہلے۔

اور پھر جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سرزمین کوبلا کی سرخ مٹی پیش کرنا اور دیگر روایات کے مطابق اس کو سونگھ کر آپ ک ا فرمانا کہ اس سے کرب وبلا کی بو آتی ہے انتہائے غم نہیں تو اور کیا ہے جس کی موت کے تصور سے امام الانبیاء کی آنکھیں چھلک جائیں اور غم کے پہاڑ ٹوٹ جائیں اسے مجرم اور باغی کے نام سے یاد کرنے والوں کو شرم آنی چاہیئے اس لئے کہ شہزدۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شادت میں نقائص تلاش کرنا تاجدار مدینہ کے آنسوؤں کی توہین جن کے ایک قطرہ کی قیمت دونوں جہانوں کی دولت بھی کنم ہے اور خاص طور پر یاد رکھنے کی یہ بات ہے کہ یہ روائت صحیح کتب احا دیث میں آئی ہے اور محدثین نے اس کی صحت پر ہر دور میں مہر تصدیق ثبت کی ہے اور یہ ہرگز ایسی روائت نہیں جسے شیعوں کی من گھڑت قرار دیا جائے اور نہ ہی اسے ابومخنف اور طبری کا سہارا لے کر کذب وافترا کا پلندہ قرار دیا جا سکتا ہے۔

یہ محبت یہ پیار

﴿۱﴾ ابوالحسن بن ضحاک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لعاب اس طرح چوس رہے تھے جیسے کوئی شخص کھجور کو چوستا ہے۔

ورسی ابو الحسن بن الضحاک عن ابی ہریرة قال رائت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یمتص لعاب الحسین کما یمتص الرجل الثمرة

﴿نور الابصار ص ۱۳۹﴾

﴿۲﴾ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ کو اہل بیت میں سب سے زیادہ کون پیارا ہے تو آپ نے فرمایا حسن اور حسین اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے فرماتے کہ میرے بیٹوں کو میرے پاس لاؤ اور پھر ان کو سونگھتے اور اپنے ساتھ لپٹا لیتے۔

عن انس قال سئل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ای اہل بیتک احب الیک قال الحسن والحسین وکان یقول لفاطمة ادعیلی ابنی فیشمہما ویضمہما الیہ

﴿ترمذی جلد دوم ص ۲۲۷﴾

﴿مشکوٰۃ جلد دوم ص ۶۹۳﴾

﴿اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۶۹۵﴾

﴿مرأۃ جلد ہشتم ص ۴۷۸﴾

﴿صواعق محرقہ ص ۱۹۲﴾

عن ابی ہریرۃ ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم جلس فی المسجد فقال این لکع فجاء الحسین یمشی حتی سقط فی حجرہ فجعل اصابعہ فی لحیۃ رسول اللہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم فمہ ای الحسین فادخل فاہ فی فیہ ثم قال اللھم انی احبہ فاحبہ واحب من یحبہ۔

﴿نور الابصار ص ۱۳۹﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے اور آپ نے فرمایا بچہ کہاں ہے پس جناب حسین علیہ السلام چلتے ہوئے آئے اور آپ کی گود میں بیٹھ گئے اور اپنی انگلیاں نانا جان کی ریش مبارک میں پھیرنے لگے اور پھر حسین علیہ السلام نے اپنا منہ کھولا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے منہ میں اپنی زبان

میں اپنی زبان بارگاہ خداوندی میں دعا کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر جواس سے محبت کرے۔

اسی طرح ابو ہرہرہ کی دوسری روائت میں ہے کہ امام حسین علیہ السلام کو حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھوں مین پکڑ کر پہلے ان کے پاؤں دکھے اور پھر اپنے سینے پر رکھ کر بوسہ دیا اور دعا فرمائی کہ یا اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوتو بھی اس سے محبت کر۔

عربی متن یہ ہے۔

علیه وآله وسلم وهو آخذ بکفی حسین وقد ماه علی قدم رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم وهو یقول ترق عین بقة قال فرقی الغلام حتی قضع قدمیه علی صدر رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ثم قال له رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم افتح فاک ثم قبله ثم قال اللهم احبه فانی احبه

﴿الاستعیاب جلد اول ص ۳۸۲﴾

کیوں سنوگھتے تھے

تاجدار عرب وعجم امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنے نواسوں

سے یہ والہانہ پیار ہم ہم سے کس بات کا اقتضا کرتا ہے یہ نام نہاد محققین کو سوچ بتانا چاہئیے۔

جن سے تاجدار انبیاء کی محبت کا یہ عالم ہو کہ ان کو دیکھے بغیر آپ بے قرار ہو جائیں اور یہ ارشاد فرمائیں کہ میرے بیٹوں کو لاؤ اور ان کو سونگھ کو سینے سے لپٹا لیں ان سے بغض رکھنا محبت رسول کی توہین و تنقیص نہیں تو اور کیا ہے حضور تو فرماتے ہیں کہ مومن ہونے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ ہم کو ماں باپ اولاد اور تمام جہان سے زیادہ محبوب رکھے اور تو وہی ہو سکتا ہے جا کی ہر ادا کو محبوب رکھا جائے چہ جائے کہ محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تنقید کی جائے اور محبت محبوب میں نقائص تلاش کئے جائیں۔

جس کے لعاب ذہن کو محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبریا چاہستے ہیں اس کے خمیر کی پاکیزگی اور فطہرای طہارت کا انکار کس طراح کیا جا سکتا ہے کیا حضور امام الانبیاء اپنے شہزدوں کو بچے سمجھ کر سونگھتے تھے نہیں بلکہ آپ تو اپنے نواسوں سے اجساد اطہر میں بسی ہوئی جنت کی خوشبوؤں کو سونگھتے تھے عام بچوں کو سونگنے کا کیا جواز ہے سونگھا تو اسے جاتا ہے جس میں خوشبو ہو۔

محبت ھی محبت

یہی نہیں بلکہ حسین علیہ السلام تاجدار انبیاء کے پاس آتے تو والہانہ

اپنی گود کھول دیتے اور حسین علیہ السلام نانا کی آغوش میں بیٹھ کر آپ کی ریش مبارک سے کھیلنا شروع کر دیتے نواسہ کی معصومانہ نگاہوں پر نانا کو اس قدر پیار آتا کہ آپ ان کے منہ میں اپنی زبان ڈال دیتے اور پھر دعا فرماتے

یا اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما اور اس سے بھی محبت کر جو اس سے محبت کرے۔

میزان قائم کر دیا

اور پھر تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک میزان قائم فرما دیا تاکہ حسین علیہ السلام کریمین سے محبت کرنا دراصل ہم سے محبت کرنا ہے اور ان سے بغض وعداوت رکھنا حقیقت میں ہم سے دشمنی رکھنا ہے اور ان کی محبت ہماری محبت اور ان کی دشمنی ہماری دشمنی ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روائت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کوئی حسن و حسین علیہ السلام سے محبت کرتا ہے وہ ہم سے محبت کرتا ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے۔

عن ابو هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم من احب الحسن والحسين فقد احبني ومن ابغضهما فقد ابغضني

﴿ابن ماجہ ص ۱۱﴾

﴿مسند احمد جلد دوم ص ۵۳۱،۵۳۲﴾

﴿ترمذی جلد دوم ص ۲۴۱﴾

﴿مشکوٰۃ جلد دوم ص ۴۶۵﴾

﴿اشعۃ اللمعات جلد چہارم ص ۲۹۲﴾

﴿مراۃ جلد ہشتم ص ۴۷۶﴾

اور پھر اس مسئلہ کی مزید وضاحت فرماتے ہوئے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص بھی ہماری بیٹی فاطمۃ الزہرا اور ان کے شوہر حیدر کرار اور ان کے بیٹوں حسن اور حسین رضی اللہ عنہا اجمعین سے صلح رکھے گا اس کی ہمارے ساتھ صلح ہے اور جو انکے ساتھ لڑائی کرے گا اس کی ہمارے ساتھ لڑائی ہے۔ چنانچہ صحیح حدیث میں آتا ہے۔ کہ

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نظر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الیٰ علی والحسن والحسین والفاطمہ فقال انا حرب لمن حارب کم سلم لمن سالکم

﴿البدایہ والنہایہ جلد ہشتم ص ۳۵، ص ۲۰۵﴾

﴿صواعق المحرقہ ص ۱۸۷﴾

﴿اشعۃ اللمعات ج چہارم ص ۶۹۱﴾

﴿ترمذی شریف ج دوم ص ۲۴۹﴾

﴿مرأة جلد ششم ص ۴۶۹﴾

﴿مشکوۃ شریف جلد دوم ص ۶۴۲﴾

جھنم کا راستہ

حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فیصلہ فرما رکھا ہے کہ بغض حسین علیہ السلام جہنم میں داخلے کی دلیل ہے۔ سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حسنؑ و حسینؑ میرے بیٹے ہیں جس نے ان سے محبت کی اس نے ہم سے محبت کی جس نے ہم سے محبت کی اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی اور جس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی وہ جنت میں داخل ہوا۔

اور جس نے حسنؑ و حسینؑ سے بغض رکھا اس نے ہم سے بغض رکھا جس نے ہم سے بغض رکھا اس نے اللہ تعالیٰ سے بغض رکھا۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ سے بغض رکھا وہ جہنم میں داخل ہوا۔

ان سلیمان قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم الحسن والحسین ابنائی من احبهما احبنی ومن احبنی احبه الله ومن احبه الله دخل الجنة ومن ابغضهما ابغضنی ومن ابغضنی ابغضه ومن ابغضه ادخله النار۔

﴿المستدرک للحاکم جلد سوم ص ۱۶۶﴾

کتب احادیث میں اس قسم کی روایات مزید کئی طریقوں سے بھی موجود ہیں جن میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے پیارے محبوب حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب حیدر کرار جناب فاطمۃ الزہرا جناب حسن اور جناب حسین علیہم السلام کی محبت کو اپنی ذاتی محبت کے نام سے موسوم کیا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدس میں بار بار دعا فرمائی ہے کہ یا اللہ میں حسین علیہ السلام سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر اور تو ان سے بھی محبت کر جو ان سے محبت کرے۔

امام حسین علیہ السلام کی شخصیت کی عظمت کے لئے یہ معمولی بات نہیں ہے کے امام الانبیاء ان کے لئے خدا تعالیٰ سے بھی محبت طلب کرتے ہیں اور مخلوق خدا کے لئے بھی یہ معیار قائم کرتے ہیں۔ کہ میرے نواسے سے محبت کرو گے تو خدا بھی تم سے محبت کرے گا۔

کیونکہ حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعائیں یقیناً شرف قبولیت کو پہنچ چکی ہیں اور یقیناً خدا تعالیٰ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب سے محبت فرماتا ہے۔

ان روایات کی روشنی میں قطعی وضاحت ہو جاتی ہے کہ امام حسین سے محبت کرنا عین منشائے خدا ورسول ہے اور ان سے بغض وعداوت رکھنا عین خدا ورسول کے ساتھ بغض وعداوت رکھنا ہے ان سے صلح خدا اور رسول سے صلح اور ان سے جنگ کرنا اللہ اور رسول سے جنگ کرنے کے مترادف

ہے۔

اب دشمنان حسین علیہ السلام اور حامیانہ یزید علیہ السلا کو فیصلہ کر لینا چاہیے کہ حسین علیہ السلام کسی شمار وقطار میں ہے کہ نہیں۔

تم کہتے ہو حسین علیہ السلام راہ حق سے بھٹک کر یزید کے مقابلہ میں آئے تھے مگر رسول برحق ان کی محبت کو اپنی محبت اور ان کی دشمنی کو اپنی دشمنی سے موسوم کرتے ہیں۔

تم کہتے ہو یزد کو اپنی حکومت کے تحفظ کے لئے ایسا اقدام ضروری تھا کہ حکومت کے باغیوں اور سرکشوں کے سر قلم کر دیئے جائیں۔

مگر حضور سرور دو عالم فرماتے ہیں جس نے حسین کے ساتھ صلح رکھی اس کی ہمارے ساتھ صلح ہے اور جس نے حسین کے ساتھ جنگ کی اس نے ہما رے ساتھ جنگ کی تو اس صورت میں حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے اور کرنے والوں کی وکالت کرنا جہنم کا راستہ نہیں تو اور کیا ہے؟

کسی بھی شخص کے مسلمان ہونے کے لئے سب سے ضروری امر یہ ہے کہ وہ اپنی پسند چھوڑ کر رسول کی پسند کو ترجیع دے اور اپنی رضا کو خدا اور رسول کی رضا کے تابع کر دے یہ کہاں کی مسلمانی ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ اور اس کا محبوب پسند کرتا ہو۔ اور اس سے محبت کرتا ہو اس سے خود بھی اظہار تنفر کیا جا ئے اور دوسروں کو بھی درس نفرت دیا جائے۔

امام حسین محبوب خدا کے محبوب ہیں ان سے مبالغے کے ساتھ بھی

محبت جائز ہے۔ چہ جائیکہ ان پر الزام تراشیوں اور بہتانوں کا نام خدمت اسلام اور تحقیق رکھ دیا جائے اسلام کے نام پر تحقیق کرنے کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ اسلام کے مسلمہ اصول وضوابط کو پامال کرتے ہوئے بنیاد تحقیق رکھی جائے۔ اور پھر تحقیق بھی تو ہو دامن میں تو بے ایمانی اور بد دیانتی کے سوا کچھ بھی نہیں تحقیق کیا ہے؟

عبارات کو قطع برید کرنے اور سو فیصدی کذب سرائی کا نام تحقیق کب ہو سکتا ہے یہ تو بس توشۂ جہنم اور جھوٹی شہرت کے حصول کا ایک ذریعہ ہے۔

تم نے شبیر علیہ السلام پر طعن و تشنیع کے تیر برسا کر شبیر کے نانا کو واضح طور پر اذیت دی ہے۔ حضور سرور عالم کا ارشاد ہے کہ جس نے ہمارے ایک بال کو بھی اذیت دی اس نے ہمیں ایذا دی۔ اور حسین علیہ السلام تو جوڑ کے گوشت کے ٹکڑا کو ٹکڑا ہیں حسین علیہ السلام کی شان میں گستاخیاں کر کے ان کو ایذا دینے والو تم نے در حقیقت اللہ کے رسول کو ایذا دی ہے جب کے اللہ ورسول کو ایذا دینے والوں پر قرآن نے لعنت فرمائی ہے۔

ان الذین یؤ ذون اللّٰہ ورسوله لعنهم الله فی الد نیا والآخرة واعد لهم عذابا مهینا

﴿الاحزاب ۵۷﴾

بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا پہنچاتے

ہیں ان پر اللہ لعنت کرتا ہے۔ دنیا و آخرت میں ان
کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے

دوپھول محمد عربی کے

تاجدار انبیاء علیہ تحیۃ والثناء اپنے شہزادوں جناب سیدنا حسن علیہ السلام اور جناب سیدنا حسین علیہ السلام کو فرماتے تھے کہ یہ دونوں دنیا میں میرے دو پھول ہیں چنانچہ یہ روایت متفق علیہ صحیح اور تواتر سے ثابت ہے۔

عن ابن عمر رضی الله عنهما ان رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم قال ان الحسین هما ریحانتی من الدنیا بعض روایات میں ہے ریحانتای من الدنیا۔

﴿ترمذی شریف جلد دوم ص ۲۴۰﴾

﴿بخاری شریف جلد اول ص ۵۳۰﴾

﴿مسند احمد حدیث ج ۴ ص ۵۵۷۷﴾

﴿البدایۃ والنہایۃ جلد ہشتم ص ۲۰۵﴾

﴿مشکوٰۃ ج ۲ ص ۶۴۱﴾

﴿نور الابصار ص ۱۴۰﴾

مندرجہ وبالا روایت سینکڑوں کتب احادیث وسیر میں موجود ہے چونکہ بخاری ان لوگوں کے لئے مسلمہ کتاب ہے اس لئے زیادہ حوالہ جات

درج نہیں کیئے گئے دیکھنا تو یہ ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس مقدس ہستی کو اپنا پھول کہیں اس کو پامال کرنے والوں اور انکے وکلا و جوارین کا حشر کیا ہوگا؟

جن کے دامن یزیدیت کے کانٹے سجے ہوئے ہیں وہ قیامت کے دن رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کس منہ سے جا کر طالب شفاعت ہونگے؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گل رعنا کی دلآویزیوں اور رعنائیوں تحریروں کے سائے پھیلانے والے ہرگز اس کے حق دار نہیں کہ انہیں مسلمان سمجھا جائے ان کو مسلمان خیال کرنا بھی توہین اسلام ہے۔

یہ تصوراتی دلیل نہیں کہ امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کو اذیت دینا رسول اللہ کو اذیت دینے کے مترادف ہے بلکہ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کیونکہ حضور سرور کائنات کو آپؑ سے جس قسم کی والہانہ محبت ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کو نواسے کی خوشی سے خوشی اور غم سے غم حاصل ہو اور اس کے متعلق بیشتر شواہد کتب احادیث و سیر میں موجود ہیں

چنانچہ حضرت زید بن ابی زیادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرہ مبارک سے نکلے اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارک سے گزرنے لگے تو آپ نے امام حسین علیہ السلام کے رونے کی آواز سنی تو آپ

نے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ مجھے اس کے رونے سے تکلیف ہوتی ہے۔

عن زید بن ابه زیادة قال خرج رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وآله وسلممن بیت عا ئشة فمر علی بیت فا طمة فسمع حسینا یبکی فقال الم تعلمی ان بکا ؤہ یو ذینی

٭نور البصار ص ۱۲۹٭

بہر حال یہ ایک فیصلہ شدہ امر ہے کہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چلتی پھرتی محبت کا نام حسن اور امام حسین علیہما السلام ہیں اور محبت رسول سے محبت کرنا عین ایمان اور محبت رسول سے بغض صریح منافقت ہے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرما رکھا ہے کہ جس نے ہماری عترت کو ستایا اس پر اللہ تعالیٰ کا شدید غضب ہوگا۔

متن یہ ہے۔

اشتتد غضب اللّٰه علیٰ من اذا نی فی عترتی

ذوق جبریل

امام عالی مقام علیہ السلام بچپن میں اپنے برادر مکرم امام حسن علیہ السلام کے ساتھ اپنے نانا جان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کشتی کر رہے تھے تو حضور سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امام حسن کو مخاطب کر کے فرمایا حسن پکڑ لو جناب فاطمۃ الزہرا نے عرض کی یا رسول آپ چھوٹے کے مقابلہ میں بڑے کی حق صلہ افزائی کرتے ہیں؟

تو آپ نے فرمایا بیٹی حسین علیہ السلام کو جبریل کہہ رہے ہیں کہ حسین علیہ السلام کو پکڑ لو چنانچہ کتب احادیث میں یہ روایت اس طرح مرقوم ہے۔

اصرح احسن والحسین بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایھا حسن فقالت فاطمة یا رسول اللہ تستنھض الکبیر علی الصغیر فقال صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ھذا جبریل یقول ایھا خذا الحسن۔

اے بعض روایوت میں یہ لفظ **ھی حسنؑ** بھی آیا ہے

«الاصا بہ تمیز الصحا بہ، از ابن حجر عسقلا نی جلد اول ص ۳۳۱»

«شوا ھد النبوۃ ص ۳۰۲»

«نزھة المجالس جلد دوم ص ۲۲۲»

«نور الابصار ص ۱۳۹»

«خصائص کبریٰ جلد دوم ص ۲۶۵»

«اشرف المؤبد ص ۴۳»

یہ اعزاز عظیم

قرۃ العین بتول اور سبطین رسول جناب حسنین کریمین کی بچپن میں اس کشتی کے پس منظر اور پیش منظر کو اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو دونوں

شہزدوں کی شان وعظمت کا جو اس واقعہ سے ظہور ہوتا ہے اس کا لگا کا سا عکس یہ ہے کہ خداوند قدوس جل وعلیٰ کو ان کی مقدس حیات طیبہ سے ایک خاص لگا ؤ اور گہرا شغف تھا۔ ورنہ کشتیاں تو اس عالم انسانیت میں کروڑوں بچوں نے کھیلی ہونگی مگر ایسا شاید ہی کوئی برگزیدہ اور توجہاے الیہہ کا مورد بنا ہو جس کے کھیل کود میں دلچسپی لینے کے لئے جبریل علیہ السلام کو بھیجا گیا ہو اور یک بھائی کو شہنشاہ کون ونکان سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کشتی لڑاتے ہوں اور دوسرے کو رسول الملائکہ اور مقام سدرہ کے مکین حضرت جبریل امین علیہ السلام زور یداِلٰہی کے جوہر دکھانے پر ابھار ہے ہوں

بہر حال سیّدنا امام حسین علیہ السلام کی تربیت کا ہر دور منشائے ایز دی کے عین مطابق اور آپ کا فعل عین رضائے الٰہی کے بابع اور آپ کا ہر قول تراں مصطفیٰ علیہ السلام کا عکس جمے ہے امام حسین علیہ السلام کے اقوال وا فعال پر تنقیدو جم براہ راست ارادۂ خداوندی کی تکذیب اور ذوق مصطفائی و مرتضائی کی توہین کرنے کے مترادف ہے۔

قطعی طور پر صحت مند روایات کے مطابق امام حسین علیہ السلام کے شرف وافضلیت پر اس قدر جواز موجود ہے کہ اس کو حطیہ تحریر لانے کے لئے ہزاروں صفحات بھی متحمل نہیں ہو سکتے اس لئے فی الحال ان چند روایات کو درج کرنے پر اکتفا کرتے ہو۔ یہ ایک مسلمہ اصول کے مطابق چند ایسی روا یات ہدیہ قارئین کرت ہیں جن کی روشنی میں معلوم ہو جائے گا کہ مسلمانوں

کے لئے پیروی حسین علیہ السلام کرنا ضروری ہے یا ان کے مقدس افعال و اقوال پر غیر مسلموں کی طرح جرم کرنا راہ صواب ہے۔

تعین اہل بیت

ہم اس بحث میں نہیں الجھیں گے سرور کائنات علیہ الصلوۃ والسلام کے اہل بیت میں کون کون لوگ شامل ہیں اس لئے کہ یہ فیصلہ شدہ امر ہے کہ آپ کی ازواج مطہرات بھی اہل بیت میں سے ہیں اور یہ بھی واضح ہے کہ آپ نے اولاد عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو بھی اپنے اہل بیت کے لقب سے ملقب فرمایا۔ اور یہ بھی طے شدہ امر ہے کہ آپ نے حضرت اسامہ اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہما کو بھی اہل بیت میں شامل فرما لینے کا ارشاد فرمایا۔

محدثین کرام اہل بیت میں شامل ہونے والی تمام مقتدر ہستیوں کے متعلق قطعی وضاحت کر رکھی ہے کہ علماء در تطبیق ایں اقوال و توجیہہ ایں اطلاقات گفتہ اندر کہ بیت سہ است بیت نسب و بیت سکنیٰ و بیت ولادت ازواج مطہرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل سکنیٰ اند و اطلاق اہل بیت بر زنان مرد اخص واعرف است بحسب عرف و عارف و اولاد شریف آنحضرت اہلبیت ولادت اند و بیت نسب پس بنو ہاشم اولاد عبدالمطلب اہل بیت پیغمبر است از جہت نسب و اولاد۔ ﴿اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۶۸۱﴾

اس عبارت سے صاف طور پر واضح ہے کہ نسلی اہل بیت صرف آپ کی اولاد پاک ہے ویسے بھی یہ ایک اصولی بات ہے جس سے انکار کا کائی جواز نہیں۔

اہل بیت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چاروں مقدس صاحبزادیاں جناب سیدہ زینب جناب سیدہ رقیہ جناب سیدہ ام کلثوم جناب فاطمۃ الزہرا صلوٰۃ اللہ علیہن اور تینوں صاحبزادے جناب سیدنا طیب جناب سیدنا طاہر جناب سیدنا ابراہیم صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین اور ان کی تمام اولاد پاک شامل ہے اور ان میں ہی جناب فاطمۃ الزہرا تمام اولاد جناب امام حسن و حسین کریمین جناب زینب ام کلثوم اور رقیہ اور ان کی اولاد بھی بلاشبہ اسی زمرۂ مقدس میں شامل ہیں علیہم الصلوٰۃ والسلام

یہ بھی اہل بیت ہیں

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عام طور پر نسلی اہل بیت میں جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا ان کے شوہر اور ان کی اولاد ہی کا ذکر کیوں کیا جاتا ہے ۔ چونکہ ان افراد اربعہ سے مسلمانوں کے ایک طبقہ کو گہری عقیدت ہے اس لئے ان چاروں کی افضلیت میں جو روایات کتب احادیث میں شامل ہیں وہ خوارج ونواصب کے نزدیک نہ صرف یہ کہ محل نظر ہیں بلکہ یہ عقیدت مند طبقہ کی اپنی ایجاد ہے۔

چنانچہ ابن تیمیہ اور اس کے ہمنواؤں نے ایک فارمولا تیار رکھا ہے کہ خود مذکورہ بالا وجوہات کی بنا پر استدلال قائم کرو اور خود ہی ان تمام روایات کو وضعی اور من گھڑت قرار دے دو۔

حالانکہ ان کا یہ مکروہ فارمولا محدثین کی پوری جماعت نے انصاف و دیانت کے خلاف قرار دیا ہے کیونکہ یہ محض تصوراتی مفروضہ ہے جس کا حقیقت سے دور کا بھی تعلق نہیں اور خوارج کے اس مفروضہ کے برعکس جو نا قابل تردید حقیقت ہے وہ یہ ہے کہ امہات المؤمنین میں صرف دو ازواج رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سلسلہ اولاد چلا ایک کا اسم گرامی جناب سیدہ خدیجۃ الکبریٰ ہے اور دوسری کا جناب سیدہ ماریہ قبطیہ مرکز الذکر ام المومنین سے صرف ایک صاحبزادے سیدنا ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ متولد ہوئے اور اٹھارہ یا سولہ مہینے کی عمر مبارک میں ہی وصال فرما گئے۔

اپنے اس صاحبزادہ مکرم کی وفات پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو ہاتھوں پر اٹھا کر آنسو بہاتے رہے اور یہ بھی فرمایا کہ اگر یہ میرا بیٹا زندہ رہتا تو ہم اس کی والدہ کے تمام خاندان والوں کا جزیہ معاف فرما دیا دیتے اور پھر فرمایا کہ میرے اس بیٹے کو عام شیر خوارگی ہی میں جنت الفردوس میں بلا لیا گیا ہے اب اس سے دودھ پلانے اور دایہ کے فرائض جنت کی حوریں انجام دیں گی۔

کیوں اور کیسے

قارئین اس واقعہ سے جان گئے ہونگے کہ حضور امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی مقدس اولاد سے کس قدر والہانہ محبت تھی۔

بہر حال اس مقدس شہزدے کے علاوہ حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام اولاد پاک ام المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ سلام الل علیہا کے بطن مبارک سے تھی اور اس اولاد پاک میں سے جناب قاسم و عبد اللہ جن کا لقب مبارک طیب و طاہر رضی اللہ عنہما سے بچپن ہی میں راہی جنت الفردوس ہو گئے۔

اور پھر اسلام کے ابتدائی دور ہی میں جناب سیدہ رقیہ جناب سیدہ ام کلثوم اور جناب سیدہ زینب سلام اللہ عنہن بالترتیب رمضان المبارک سنہ ۲ھ شعبان سنہ ۹ھ اور مؤخر الذکر سنہ ۸ھ کو وصال فرما کر ساکن جنت الفردوس ہو گئیں جناب سیدہ امامہ بنت زینب سلام اللہ علیہا آپ کے وصال کے بعد حیات تھیں اور جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے عقد مبارک میں آئیں ان کے بطن مبارک سے ایک صاحبزادی پیدا ہوئیں مگر جلد ہی اللہ کو پیاری ہو گئیں بلا شبہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب امامہ رضی اللہ عنہا سے بے حد شفقت فرماتے تھے اور ان کو آپ نے جناب سیدہ زینب سلام اللہ عیہا کا وہ ہور جو انہیں حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے جہیز میں دیا

تھ ت شفقت اور بڑی محبت سے عطا فرمایا۔

یہ سب کچھ بتانے کا مقصد یہ ہے کہ حضور سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی تمام تر اولاد سے والہانہ محبت تھی اور ہر فرد اہل بیت پر کمال شفقت فرماتے دتھے بلکہ اپنی اولاد سے محبت کرنا حضور سرور دو عالم کی سنت مبارکہ ہے اور یہ جذبہ محبت اولاد ہی تھا جس کی وجہ سے تاجدار مدینہ امام المر سلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جناب سیدہ فاطمۃ الزہرا جناب حسنین کریمین اور جناب حیدر کرار رضی اللہ عنہم اجمعین سے خصوصی محبت فرماتے تھے اگر چہ واقعات طور پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اولاد کے طور پر آپ کی اہل بیت میں شامل نہیں ہو سکتے تھے مگر اس میں حکمت یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جذبہ محبت اولاد کی تکمیل کا ذریعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکر یم ہی تھے یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمام انبیاء کی اولاد ان کی پشتوں سے چلی مگر میری اولاد پشت علی سے چلے گی۔

نسل قائم رہنا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عظیم ترین خوا ہش بھی تھی اور کفار مکہ کے آپ کو نسل کٹے یعنی ابتر کہنے کے طعنوں کا جواب بھی یہی وجہ تھی کہ آپ نے اپنے مخصوص اختیارات وتصرفات کے پیش نظر جناب علی مرتضیٰ کو بھی اپنے نسبی اہل بیت میں شامل فرما لیا اگر چہ اولاد عبد المطلب ہونے کی وجہ سے آپ پہلے بھی اہل بیت رسول کے ہی ایک فرد تھے مگر یہ اعزاز قطعی طور پر حضور سرور دو عالم کا خاصہ ہے جیسے دوسری قسم کے اہل

بیت میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو شامل فرمالیا۔

تیری توصیف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا

امام عالی مقام امام حسین علیہ السلام کی جو تصویر قرآن وحدیث کی نصوص صریحہ کی صورت میں نقاش ازل نے کھینچ رکھی ہے اس کا ابھی خاکہ ہی قارئین کے سامنے پیش کیا گیا ہے اور ابھی خارجیوں کے متعدد اعتراضات کے جوابات بھی تشنۂ تکمیل ہیں مگر کتاب کی ضخامت پوری ہوگئی لہٰذا دیگر تمام مضامین سے روشناسی کے لئے آپ کی شہید ابن شہید حصہ سوم کا انتظار کرنا پڑے گا انشاء اللہ العزیز پوری کوشش کی جائے گی کہ یہ صحیفہ نور جلد ہی طبع ہو جائے، صائم چشتی،